روز مرہ کی
مسنون دعائیں

مع فوائد و تشریح

مؤلف
سماحۃ الشیخ عبد الرزاق البدر حفظہ اللہ

فقہ الادعیۃ والاذکار

احادیث صحیحہ کی روشنی میں مسنون دعائیں

مع فوائد و تشریح

الشیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ

المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ

روزمرہ کی

مسنون دعائیں

مع فوائد و تشریح

مؤلف

فرزندِ ارجمند محدثِ یثرب
علامہ عبدالمحسن العباد
سماحۃ الشیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ

ناشر

نام کتاب : روزمرہ کی **مسنون دعائیں** مع فوائد و تشریح

تالیف : عبد الرزاق بن عبد المحسن البدر حفظہ اللہ

صفحات : ۳۵۲

طبع : اول، اگست ۲۰۰۹ء

تعداد : ۱۱۰۰

پرنٹر : الکاسب پرنٹر

ڈسٹی بیوٹر : المرکز الاسلامی للبحوث العلمیہ کراچی

فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی

فاروقی کتب خانہ بوہڑ گیٹ ملتان

دار الفکر الاسلامی، نواب آباد، واہ کینٹ۔ ۰۳۲۱-۵۲۱۶۲۸۷

Islamic Center for Academic Research (ICAR)

B-۱۳۲, Block -۱, Gulistan-e-Jauhar, Karachi, Pakistan

http://www.icar.edu.pk

E-mail: icar.edu@gmail.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	الف
۲	مقدمہ	۱
۳	شب وروز کے اذکار کی فضیلت	۳
۴	صبح وشام کے اذکار	۷
۵	صبح کے وقت کی فضیلت اور برکت کا بیان	۴۴
۶	سوتے وقت کے اذکار	۴۸
۷	نیند سے بیدار ہوتے وقت کی دعائیں	۸۰
۸	نیند کے آداب	۸۶
۹	نیند میں ڈر و پریشانی ہو تو کیا کہنا چاہیے	۸۸
۱۰	خواب میں پسندیدہ اور ناپسند چیز دیکھ کر کیا کہنا چاہیے؟	۹۳
۱۱	گھر سے باہر نکلتے وقت کے اذکار	۹۷
۱۲	گھر میں داخل ہونے کے اذکار	۱۰۵
۱۳	بیت الخلاء میں داخل ہونے کے آداب واذکار	۱۱۰
۱۴	وضو کے اذکار	۱۱۵
۱۵	وضو کی غیر ثابت دعائیں	۱۱۶
۱۶	وضو کے بعد کی دعائیں	۱۱۸
۱۷	مسجد کی طرف نکلنے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلتے وقت کے اذکار	۱۲۱
۱۸	آذان سن کر کیا کہنا چاہیے؟	۱۲۶
۱۹	فضائل آذان	۱۲۶
۲۰	اذان کا جواب کس طرح دیا جائے؟	۱۲۸
۲۱	اذان کے اختتام پر کیا کہا جائے؟	۱۲۹
۲۲	اختتام اذان پر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اور وسیلے کا سوال	۱۳۰
۲۳	نماز شروع کرنے کے اذکار	۱۳۱
۲۴	دعا افتتاح الصلاۃ کی مزید انواع	۱۳۷

۲۵	رکوع اور سجدے کے اذکار	۱۴۲
۲۶	رکوع سے سر اٹھاتے وقت کے اذکار	۱۴۷
۲۷	فضائلِ سجود	۱۵۳
۲۸	سجدے کی ایک مسنون دعا	۱۵۵
۲۹	سجدے کی ایک اور دعاءِ مسنونہ	۱۵۶
۳۰	جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا)	۱۵۷
۳۱	تشہد کے اذکار	۱۵۸
۳۲	درودِ ابراہیمی	۱۶۱
۳۳	تشہد اور سلام کے درمیان میں دعائیں	۱۶۳
۳۴	بعض متفرق دعائیں	۱۶۷
۳۵	شرح حدیثِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما	۱۶۹
۳۶	سلام کے بعد اذکار	۱۷۴
۳۷	بعد از سلام تسبیحات	۱۷۷
۳۸	دعائے قنوت	۱۸۰
۳۹	دعا استخارہ	۱۸۶
۴۰	کرب ومصیبت کے وقت کے اذکار	۱۹۱
۴۱	چاروں دعاؤں کے ثمرات	۱۹۴
۴۲	غم وپریشانی کی دعائیں	۱۹۷
۴۳	دشمن سے مقابلے کے وقت کیا کہنا چاہیے؟	۲۰۳
۴۴	مصیبت پہنچے تو کیا کہے؟	۲۰۹
۴۵	مقروض کون سی دعا پڑھے؟	۲۱۵
۴۶	شیطان کو دھتکارنے کے لئے اذکار	۲۲۰
۴۷	استعاذہ کی تعریف	۲۲۰
۴۸	فضائل استعاذہ	۲۲۲
۴۹	مریض کو دم کرنے کے لئے اذکار ودعائیں	۲۲۵
۵۰	جادو، نظرِ بد اور حسد سے پناہ مانگنے کا بیان	۲۳۲
۵۱	مریض کی بیمار پرسی کرتے وقت کیا کہا جائے؟	۲۳۹

۵۲	عیادت کرنے کا ثواب	۲۴۰
۵۳	آدابِ عیادت	۲۴۱
۵۴	قریب المرگ انسان کے پاس کیا کہنا چاہیے؟	۲۴۵
۵۵	قریب الموت مسلمان اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کا سوال کرے	۲۴۷
۵۶	مرنے والا اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھے	۲۴۷
۵۷	صبر کرنا	۲۴۸
۵۸	موت کی تمنا نہ کرنا	۲۴۸
۵۹	خوف وامید دونوں کو یکجا کرے	۲۴۹
۶۰	وصیت لکھے اور اپنے حقوق سے بریٔ الذمہ ہو جائے	۲۵۰
۶۱	کفن ودفن کے متعلق وصیت	۲۵۱
۶۲	نمازِ جنازہ کی دعائیں	۲۵۱
۶۳	میت کو دفن کرتے، تعزیت اور زیارتِ قبور کے وقت کی دعائیں	۲۵۷
۶۴	دفن کرنے کے بعد کی دعا	۲۵۷
۶۵	تعزیت کے وقت اہل میت یا ورثاء کیا کہیں	۲۵۸
۶۷	تعزیت کرنے کا طریقہ	۲۵۸
۶۸	زیارت قبور کی مشروعیت اور مقاصد	۲۵۹
۶۹	قبرستان میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہیے؟	۲۶۰
۷۰	بارش طلب کرنے کی دعا	۲۶۳
۷۱	بارش برستے وقت کیا کہنا چاہیے؟	۲۷۰
۷۲	تیز آندھی چلے تو کیا کہنا چاہیے؟	۲۷۲
۷۳	گرج سن کر کیا کہنا چاہیے؟	۲۷۴
۷۴	سورج یا چاند گرہن کے وقت کے اذکار	۲۷۵
۷۵	نیا چاند دیکھ کر کیا کہنا چاہیے؟	۲۸۱
۷۶	شب قدر کی دعائیں	۲۸۷
۷۷	سواری اور سفر کی دعائیں	۲۹۲
۷۸	الوداع کرتے وقت کیا کہا جائے	۲۹۶
۷۹	کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے یا کسی گاؤں یا شہر میں داخل ہوتے وقت کے اذکار	۲۹۸

۸۰	جس گاؤں یا شہر میں داخل ہونا ہے، اس کو دیکھ کر دعا کرنا	۳۰۰
۸۱	کھانے اور پینے سے قبل کے اذکار	۳۰۳
۸۲	ابتداء طعام میں بسم اللہ پڑھنے کے فوائد	۳۰۳
۸۳	بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟	۳۰۵
۸۴	کھانا کھانے کے بعد کیا کہے؟	۳۰۶
۸۵	روزہ افطار کرتے وقت کیا کہا جائے؟	۳۰۷
۸۶	کھانا کھلانے والے کے لئے دعا	۳۰۸
۸۷	سلام کے احکام و آداب	۳۰۹
۸۸	سلام کی فضیلت	۳۱۰
۸۹	چھینک آنے اور جمائی لینے کے وقت کے اذکار	۳۱۵
۹۰	چھینک کے آداب واحکام	۳۱۷
۹۱	نکاح، شادی کے متعلق اذکار وادعیہ کا بیان	۳۲۱
۹۲	خطبۂ نکاح	۳۲۲
۹۳	شادی کی مبارک باد دینا	۳۲۴
۹۴	شب زفاف کے اذکار	۳۲۵
۹۵	جماع کے وقت کی دعا	۳۲۶
۹۶	بچوں کے لئے دعا کرنا	۳۲۷
۹۷	غصہ آئے تو کیا کہنا چاہئے؟	۳۲۸
۹۸	متفرق دعائیں	۳۳۲
۹۹	نیا کپڑا پہننے کی دعا	۳۳۳
۱۰۰	نیا کپڑا پہننے والے کو یہ دعا دی جائے	۳۳۴
۱۰۱	احسان کرنے والے کو کیا کہنا چاہئے؟	۳۳۴
۱۰۲	نیا پھل دیکھ کر کیا کہا جائے؟	۳۳۵
۱۰۳	کسی چیز کے بارے میں نظر بد کا خطرہ ہو تو کیا کہنا چاہئے؟	۳۳۵
۱۰۴	مصیبت زدہ کو دیکھ کر کیا کہنا چاہئے؟	۳۳۶
۱۰۵	جب کوئی آپ سے اللہ کے لئے محبت کرنے کا اقرار کرے تو اسے یہ دعا دی جائے	۳۳۷
۱۰۶	مرغے، کتے اور گدھے کی آواز سن کر کیا کہنا چاہئے؟	۳۳۸
۱۰۷	بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا	۳۳۸
۱۰۸	کفارۂ مجلس کی دعائیں	۳۳۹

عرض ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین،

فی زمانہ یہ بات عام ہے کہ ہر شخص کسی نا کسی مصیبت و پریشانی کا شکار ہے۔ کسی کو بیماری نے آگھرا ہے تو کسی پر جادو اور نظر بد کے اثرات مرتب ہیں۔ کہیں قحط سالی ہے اور بارانِ رحمت کا انقطاع ہے۔ نیز چہار سو بے برکتی، ناچاقی اور دھوکہ دہی کا دور دورہ ہے۔ بنی نوع انسان اضطراب کا شکار ہے۔

ایسے دِگرگُوں اور غیر آسودہ ماحول میں لوگوں نے اپنی پریشانیوں سے نجات کے لئے مختلف طور طریقے اپنائے۔ کوئی مناجات کے لئے کسی قبر کا رخ کرتا ہے تو کوئی ضعیف العقیدہ انسان کسی پیر کی چوکھٹ پر جائے پناہ تلاش کر رہا ہے، کسی نے تعویز و گنڈے کرنے والے لوگوں کو اپنا حامی و ناصر سمجھ لیا تو کوئی قبرستانوں، آستانوں اور درباروں پر چلّے کاٹنے میں فلاح کا متلاشی ہے۔

بہت کم خوش نصیب ایسے ہیں جو اس بات کا مکمل فہم وادراک رکھتے ہیں کہ ان کا ایک عظیم رب ہے، جو تمام طاقتوں سے زیادہ طاقت ور ہے، جو سب کی سنتا ہے اور سب کو دیتا ہے، وہی مصیر، مآل و ملجاء ہے۔ جس نے خود کلام مجید میں فرمادیا:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ﴾ (غافر)

اور تمہارے رب رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا ہوں، تحقیق جو لوگ میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں عنقریب انہیں رسوا کر کے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

اور اپنے رسولِ امّی ﷺ کی زبانی کہلوا دیا کہ: الدعاء هو العبادة .

بے شک دعا عبادت ہے۔

اور دعا کو وہ فضیلت و منقبت عطا کی جس نے عاصی کو مطیع بنا دیا اور جس نے عابد کو معبود

کی معرفت سے سرفراز کر دیا۔ دعا کی اسی عظیم والشان منزلت و مرتبت کے پیش نظر المرکز الاسلامی للبحوث العلمیۃ نے روزمرہ مسنون دعاؤں پر مبنی یہ عام فہم اور سلیس کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا جو الحمد للہ تمام تر مراحل بحسن وخوبی طے کر کے آپ کے ہاتھ میں ہے۔

زیرِ نظر کتاب روزمرہ کی مسنون دعائیں عالم عرب کی مشہور و معروف کتاب **فقه الأدعية و الأذكار** کا تیسرا جزء ہے جس کے مؤلف سماحۃ الشیخ عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ ہیں۔ آپ محدثِ یثرب علامہ عبدالمحسن البدر حفظہ اللہ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ راقم الحروف کو والد و فرزند دونوں حضراتِ گرامی سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ محترم مؤلف سے جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ میں دورانِ تعلیم الادب المفرد پڑھنے اور ان کے والدِ محترم سے سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی کے کچھ ابواب پڑھنے کا بہترین تجربہ رہا۔

اس گوہر نایاب کتاب کا ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ خاکسار نے جامعہ اسلامیہ میں ہی کر لیا تھا اور المرکز الاسلامی کے تمام کارکنان کی شب وروز محنت سے یہ کتاب انتہائی قلیل عرصے میں پیشہ ورانہ طباعتی حسن سے آراستہ و پیراستہ ہو گئی ہے۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں ہمیں جناب محمد اسلم سندھی اور جناب نصرت اللہ شاہ راشدی صاحب کی خصوصی راہ نمائی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی نیتوں کو اپنے لئے خالص فرمالے اور اس کتاب کو امتِ مسلمہ کے مسائل کے لئے باعثِ نجات بنادے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہر مسلمان ادعیہٴ ماثورہ کے اس حسین امتزاج کو حرزِ جان بنالے گا۔ واللہ الموفق

وصلي الله علي نبينا وسلم

ابو عبداللہ مسعود احمد محمد داؤد
مدرس جامعة أبي بكر الإسلامية
مدير المركز الإسلامي للبحوث العلمية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمۃ

الحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَالعَاقِبَة لِلْمُتَّقِیْن وَالصَّلَاة وَالسَّلَام عَلَی إِمَام المُرسَلِیْن، نَبِیِّنَا مُحَمَّد وَعَلَیٰ آلِه وَصَحْبِه أَجمَعِیْن...أَمَّا بَعد!

زیرِ نظر کتاب "فِقه الأَذعِیَة وَالأَذْکَار" کا تیسرا جزء ہے۔میں نے اس کتاب میں شب و روز سے تعلق رکھنے والے اذکار کو بیان کیا ہے، مثلاً صبح و شام کے اذکار، سونے کے اذکار، نماز اور بعد از نماز کے اذکار، گھر میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کے اذکار، سواری اور سفر کے اذکار، کھانے اور پینے کے اذکار وغیرہ۔ایسے عظیم اذکار اور مبارک دعائیں جو کہ مسلمان کے ساتھ اس کے دن ورات میں تعلق رکھتی ہیں۔ان اذکار و دعاؤں کے ساتھ ساتھ میں نے ان میں پوشیدہ پر اسرار خزانے، معانی اور فوائد بھی بیان کئے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ ان اذکار کی پابندی کرنے سے دنیا و آخرت میں متواتر اچھائیاں اور نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔خاص طور پر جب ان پر عمل کرنے والے کو ان اذکار کے اصل مقاصد و اہداف پر غور و فکر کرنے کی توفیق حاصل ہو اور ان اذکار کے تقاضوں کو پورا کرے۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب ان مقاصد میں سے کچھ کو تو ضرور پورا کرے گی۔ اس کتاب میں میں نے عموماً کتب حدیث کی شروحات سے اور خاص طور پر کتب الاذکار ، کتب لغت اور غریب الحدیث وغیرہ میں وارد اہل علم کے کلام سے فوائد ذکر کئے ہیں۔

ساتھ ساتھ میں اپنی کوتاہی اور ضعف علمی کا اعتراف کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے معاف فرمائے اور اپنے فضل و احسان سے میری بخشش فرمائے۔بلاشبہ وہی بخشش کرنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

یہ کتاب دراصل ان نشریاتی پروگراموں کا مجموعہ ہے جو کہ ریڈیو چینل إذاعة القرآن الکریم سعودی عرب پر پیش کئے گئے تھے۔اس کے ہر پروگرام کو ایک الگ عنوان دیا گیا ہے۔جو کہ اس کے مضمون کو واضح کرتا ہے۔

مجھے اس نشریات کو پیش کرنے والوں کا شکر ادا کرنا نہیں بھولنا چاہیے۔اس لئے کہ

انہوں نے بہت اہتمام و تعاون کیا ہے۔ اور جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی نہیں ادا کر سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ انہیں اچھا بدلہ دے اور ان کی محبت اور نیکیوں میں برکت عطاء فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے انہیں اللہ کے دین کی خدمت اور اس کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلانے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اسی طرح میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس جزء کی تیاری میں یا پچھلے دونوں اجزاء کی تیاری میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے۔ وہ تعاون بحث یا ہمت افزائی کی صورت میں ہو یا تصحیح و مراجعت، اور وہ شخص جس نے کمپوزنگ، ترتیب اور آیات واحادیث کی تخریج کی ہے اور وہ شخص جس نے اس کی طباعت میں تعاون کیا اور اس کے نشر میں حصہ لیا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان سب کو عظیم ثواب عطاء فرمائے اور اچھا بدلہ دے۔

اور رب ذوالجلال والاکرام سے دعا کرتا ہوں کہ میری یہ کاوش اور دیگر تمام اعمال قبول فرمائے اور اس کو اپنی رضامندی کے لئے خالص کرنے اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق بنائے۔ اور اس میں اس ذات کے سوا کسی اور کے لئے کوئی چیز نہ رکھے۔ بلاشبہ وہ ہی دعاؤں کو سننے اور قبول فرمانے والا ہے۔

وصلى الله على نبينا وعلى آله وصحبه أجمعين

كتبه

عبد الرزاق البدر

غفر الله له ولوالديه ولجميع المسلمين

المدينة المنورة۔ پوسٹ بکس ۶۱۱۸

شب وروز کے اذکار کی فضیلت

بلاشبہ ان موضوعاتِ جلیلہ اوراہم امور میں سے جن (کو بیان کرنے) کی ہر مسلمان کو ضرورت رہتی ہے، وہ ہے جو اس کے اس عمل سے متعلق ہے جو عمل اس کے دن ورات میں ہوتا ہے۔ اس کے اٹھنے بیٹھنے میں اور حرکات وسکنات میں، داخل ہونے اور نکلنے میں اور دیگر تمام حالات میں تاکہ بندہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرے اور ایسے اعمال سرانجام دے جورب تعالیٰ کی رضامندی کا باعث ہوں۔ اس طرح انسان ان سارے اوقات میں رب ذوالجلال کا ذکر کرنے والا، اس اکیلے سے اعانت طلب کرنے والا اور اپنے تمام امور کو اسی کے سپرد کرنے والا بن جائے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَذْكُرُ رَبَّهُ فِي كُلِّ أَحْيَانِهِ.

''کہ رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اپنے رب تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے''۔[1]

یعنی آپ ﷺ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ رات ودن میں، صبح وشام میں، سفر وحضر میں، اٹھنے اور بیٹھنے میں اور کسی بھی طرح کے حالات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ کوئی سا بھی عمل شروع کرتے، سونا، اٹھنا، داخل ہونا، سوار ہونا، اترنا وغیرہ توضرور بضرور اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اس سے دعا کرکے شروع کرتے۔

جو شخص سنت نبوی اور طریقۂ نبوی پر غور کرے گا تو اس پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ صبح وشام اور سونے اور جاگنے کے اوقات میں مختلف اذکار وارد ہیں اور دورانِ نماز اور بعد از نماز بھی اذکار مروی ہیں، کھانے پینے کے اذکار ہیں، سواری پر سوار ہونے اور سفر کرنے کے اذکار کے علاوہ پریشانی، غم ودکھ کو دور کرنے کے اذکار بھی سنتِ مطہرہ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور وہ اذکار بھی ہیں جو مسلمان کو کسی پسندیدہ وناپسندیدہ چیز کو دیکھ کر کہنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ دیگر ایسے اذکار بھی ہیں جو مسلمان کے رات ودن سے تعلق رکھتے ہیں۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۳۷۳)

ان عظیم اذکار کی اقسام میں اپنی مناسبت (معنوی) کے حساب سے ایمان کی تجدید، تعلق باللہ کی تقویت، رب تعالیٰ کی برابر و متواتر نعمتوں کا اعتراف، اور اس کی مہربانی، انعام اور جود و احسان کا شکر ہے۔ ان اذکار میں اکیلے اللہ کی طرف لوٹنے کی دعوت بھی ہے اور اس پر اعتماد و بھروسہ کرنے کی بات ہے اور شیطان کے طعن و فساد سے، نفس اور شریر مخلوق کے شر اور ہر عذاب، آزمائش اور مصیبت سے اکیلے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ اسی طرح ان اذکار میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار و اثبات موجود ہے اور ساتھ ہی شرک سے برأت و خلاصی کا اظہار ہے۔

لہٰذا جو شخص نبی کریم ﷺ سے صحیح و ثابت شدہ دعاؤں کو پڑھنے اور ادا کرنے کا خاص اہتمام کرتا ہے وہ ہی اس بات کا اعتراف کرے گا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی ہے جو مارتا اور زندہ کرتا ہے، کھلاتا اور پلاتا ہے، سب اس کے محتاج ہیں اور وہ سب سے بے نیاز ہے، لباس پہناتا ہے، ہدایت سے بہرہ ور فرماتا ہے اور وہ اکیلا ہی عبادت اور بندگی کا مستحق ہے اسی کے لئے جھکا جائے اور فرماں برداری کی جائے اور ہر قسم کی عبادت اسی کے لئے ادا کی جائے۔

بہر حال ذکرِ الٰہی وہ چیز ہے کہ جس کے بارے میں علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"ذکرِ الٰہی وہ درخت ہے جو معارف اور ان احوال کا پھل دیتا ہے جن کی طرف سالکین یعنی چلنے والے کمر باندھتے ہیں اور ان معارف و احوال کو ذکرِ الٰہی کے بغیر نہیں حاصل کیا جا سکتا، جب بھی یہ درخت بڑا ہوگا اور اس کی جڑ مضبوط ہوگی تو اس کا پھل مزید بڑھے گا۔ لہٰذا ذکرِ الٰہی ہر مقام کا ثمر دیتا ہے مثلاً توحید کی بیداری جو کہ ہر مقام کی جڑ ہے، اور اس کی بنیاد ہے جس پر وہ مقام کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس طرح دیوار اپنی بنیاد پر کھڑی کی جاتی ہے اور چھت دیواروں پر کھڑی کی جاتی ہے"۔

اذکار مسنونہ بہترین فوائد اور بلند مقاصد پر مشتمل ہیں اور ان میں خیر، نفع، برکت، اچھے فوائد اور عظیم نتائج سموئے ہوئے ہیں جن کا نہ تو کسی انسان کے لئے احاطہ کرنا ممکن ہے اور نہ ہی ان کو زبان سے بیان کرنا ممکن ہے۔

اس لئے مومن کے لئے یہی لائق ہے کہ وہ ان اذکار کی پابندی کرے، اور دن و رات

میں ہر ذکر کو اس کے مناسب وقت میں ادا کرے۔ جس طرح سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہوا ہے۔ تاکہ اسے عظیم فضائل حاصل ہوں اور اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جن کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تعریف بیان فرمائی ہے: ﴿وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾﴾ (الأحزاب)

"وہ لوگ جو اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں اور جو عورتیں (اللہ کو) بہت یاد کرتی ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

المراد يذكرون الله في أدبار الصلوات، وغدوا، وعشيا، وفي المضاجع، وكلما استيقظ من نومه وكلما غدا راح من منزله ذكرالله تعالیٰ.

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، اور صبح وشام اور بستروں پر اور جب بھی نیند سے بیدار ہوتے ہیں، اور اس وقت بھی جب صبح وشام کو اپنے گھر سے نکلتے ہیں اور لوٹتے ہیں۔

اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ: "کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا"۔

شیخ ابو عمرو بن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ سے اس مقدار کے متعلق پوچھا گیا کہ جس سے مسلمان اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والوں میں سے ہو سکتا ہے؟، تو کہا: "جب وہ صبح وشام کے وقت، اور دن ورات کے دیگر اوقات و احوال میں صحیح و ثابت اذکار کو ادا کرنے پر مداومت کرتا ہے تو ﴿وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ﴾، یعنی اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والوں میں سے ہو سکتا ہے"۔

اس عظیم موضوع کی طرف علماء کرام نے خاص توجہ دلائی ہے اور اس کے بارے میں بہت سی تالیفات اور تفصیل کے ساتھ کتابیں لکھی ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا نفع پہنچایا ہے، مثلاً امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی کی کتاب "عمل اليوم والليلة" اور اسی نام سے ان کے شاگرد امام ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق المعروف ابن السنی کی کتاب "عمل اليوم والليلة"، اور امام بیہقی کی کتاب "الدعا

الکبیر"، امام ابوزکریا النووی کی کتاب "الأذکار" اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی "الکلم الطیب" اور ان کے شاگرد امام ابن قیم کی "الوابل الصیب" اور امام عبدالعزیز بن باز کی "کتاب الأخیار" وغیرہ۔

اس موضوع پر ان علماء کی کتابیں باہم متفاوت ہیں ان میں سے کسی نے احادیث کو باسند ذکر کیا ہے، تو کسی نے حذف کیا ہے۔ کسی نے طوالت سے کام لیا ہے، تو کسی نے اختصار یا توسط اور تہذیب سے کام لیا ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ مسلمان کے دن و رات کے یہ اذکار کتنے مسلمانوں کے ہاں بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں؟ لیکن ان میں سے بہت سے لوگ صحیح و ضعیف میں امتیاز نہیں کرتے، اور نہ ان عظیم اذکار کے معانی اور مقاصد جلیلہ کو سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ان کے بڑے نفع اور تاثیر سے محروم رہتے ہیں۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وأفضل الذکر وأنفعه ما واطأ القلب اللسان، وکان من الأذکار النبویة وشهد الذاکر معانيه ومقاصده"،

"زیادہ افضل اور نفع والا ذکر وہ ہے جس میں دل اور زبان کے درمیان موافقت ہو اور وہ ذکر رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہو اور ذکر کرنے والا اس کے معانی و مقاصد کو سمجھتا ہو"۔

میں یہاں ان بابرکت اذکار میں سے چند کا ذکر کروں گا جن کا مسلمان کے دن و رات کے اذکار سے تعلق ہے اور ساتھ ساتھ ان میں جو عظیم حکمتیں اور معانی پوشیدہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی مدد، توفیق اور درستی و راستی چاہتے ہوئے بیان کروں گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ کو ہر اس خیر کی توفیق عطا فرمائے جس کو وہ پسند کرتا ہے۔

آمین

صبح وشام کے اذکار

بلاشبہ صبح وشام کے اذکار ان مقررہ اذکار ودعاؤں میں سے ہیں، جن کو شریعت نے دن ورات میں مسلمان پر مقرر کئے ہیں۔ بلکہ صبح وشام کے اذکار مقید اذکار میں سے سب سے زیادہ وسعت وکثرت والے ہیں اور ان کی قرآن وسنت میں بہت زیادہ ترغیب وارد ہوئی ہے اور ان اذکار کی کئی انواع ذکر ہوئی ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

(الف) ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾﴾ (الأحزاب)

"مسلمانوں اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو، اور صبح وشام اس کی پاکیزگی بیان کیا کرو"۔

"أصیل" سے مراد عصر سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت ہے اور فرمان الٰہی ہے:

(ب) ﴿...وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِٱلْعَشِىِّ وَٱلْإِبْكَـٰرِ ﴿٥٥﴾﴾ (غافر)

"اور صبح وشام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہو"۔

یہاں "الإبکار" سے مراد دن کی ابتداء اور "العشی" سے مراد دن کی انتہاء اور خاتمہ ہے، اور فرمان الٰہی ہے:

(ج) ﴿...وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ ٱلشَّمْسِ وَقَبْلَ ٱلْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾﴾ (ق)

"طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے"۔

اور فرمایا:

(د) ﴿فَسُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾﴾ (الروم)

"اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو، جب شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو"۔

ان اذکار کے ادا کرنے کا وقت صبح سویرے نمازِ فجر کے فوراً بعد سے لے کر طلوع آفتاب تک اور شام کو عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب سے قبل تک ہے۔ لیکن اس مسئلے میں کشادگی ہے (ان شاء اللہ)۔ اگر انسان ان اذکار کو اپنے وقت میں ادا کرنا بھول جائے یا کوئی عارضہ لاحق ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ صبح کے اذکار طلوعِ آفتاب کے بعد اور شام کے اذکار غروب آفتاب کے بعد اِدا کئے جائیں۔

پہلی دعا

ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی شخص روزانہ صبح و شام کو یہ دعا تین مرتبہ پڑھتا ہے تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ،

"اس اللہ کے نام کے ساتھ (میں حفاظت حاصل کرتا ہوں) جس کے نام کی برکت سے زمین یا آسمان کی کوئی چیز بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، اور وہ ہی سننے والا اور علم رکھنے والا ہے"۔ (۱)

یہ وہ عظیم دعا ہے جس پر مسلمان کو روزانہ صبح و شام مداومت کرنی چاہیے تاکہ وہ اللہ کے حکم سے اس دعا کے ذریعے اچانک پیش آنے والی ابتلاء و آزمائش یا مصیبت کے ضرر سے محفوظ رہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: "یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اس کو ہم نے دلیل و تجربے سے بھی آزمایا ہے۔ جب سے میں نے یہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنا اور اس پر عمل کیا تو مجھے کسی چیز نے نقصان نہیں دیا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ اس کو پڑھنا بھول گیا تو مدینہ منورہ میں مجھے رات کو ایک بچھو نے ڈس لیا۔ پھر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس رات کو یہ دعا پڑھنا بھول گیا تھا"۔ (۲)

اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السنن میں ابان بن عفان رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس حدیث کو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں) سے روایت کیا ہے کہ ان کو جسم کے ایک طرف فالج ہو گیا۔ تو ایک شخص ان کو تعجب سے دیکھنے لگا (کہ یہی اس حدیث کے راوی ہیں اور انہی پر فالج کا حملہ ہوا ہے)۔ ابان رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: "کیا دیکھتے ہو؟ حدیث تو برحق ہے

۱۔ یہ حدیث (صحیح) ہے دیکھئے: صحيح الجامع (٦٤٢٦)، أبو داود (٥٠٨٨)، الترمذي (٣٣٨٨).

۲۔ دیکھئے: الفتوحات الربانية لابن علان (١٠٠/٣).

جس طرح میں نے تمہیں بیان کی ہے لیکن جس دن مجھ پر فالج کا حملہ ہوا تھا اس دن میں اس دعا کو پڑھنا بھول گیا تھا"۔

تشریح

اس دعا کو صبح و شام تین مرتبہ پڑھنا مسنون ہے۔ اس دعا میں بِسْمِ اللّٰهِ کا معنی ہے "بِسْمِ اللّٰهِ اسْتَعِيْذُ" یعنی اللہ کے نام سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

"بِسْمِ اللّٰهِ" کہنے والا اپنے حال کی مناسبت سے ایک فعل مقدر (یعنی فرض) کرے گا۔ کھانے والا "آکل" مقدر کرے گا یعنی " اللہ کے نام سے کھاتا ہوں"۔ ذبح کرنے والا "أذبح" مقدر کرے گا، یعنی "اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں"، لکھنے والا "أکتب" مقدر کرے گا، یعنی "اللہ کے نام سے لکھتا ہوں"۔

"اَلَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ" کا مطلب ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے پناہ چاہے گا تو اس کو نہ زمین کی طرف سے مصیبت آئے گی، اور نہ آسمان کی طرف سے۔

"وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" کا معنی ہے "وہ بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کے افعال کو جاننے والا ہے یعنی آسمان و زمین میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ و مخفی نہیں ہے"۔

دوسری دعا

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ گذشتہ رات مجھے بچھو کے کاٹنے سے بڑی تکلیف ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم شام کے وقت یہ کلمات کہتے تو تمہیں بچھو نقصان نہ پہنچاتا:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

"میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے واسطے سے ساری مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں"۔ (۱)

سنن ترمذی کی روایت میں ہے کہ: "جو شخص شام کو تین مرتبہ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۰۹).

التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہے گا، تو اسے کوئی بھی زہریلی چیز نقصان نہیں دے گی"۔[۱]

امام ترمذی نے اس حدیث کے بعد اس کے ایک راوی سہیل بن ابی صالح سے روایت کیا ہے کہ: "ہمارے گھر والوں نے یہ دعا سیکھ لی تھی۔ پھر ہر رات یہ دعا پڑھتے تھے، ایک دفعہ ایک باندی کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا، لیکن اسے کوئی درد و تکلیف نہیں ہوئی"۔

اس حدیث میں اس دعا کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اور جو شخص بھی یہ دعا شام کے وقت پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سانپ بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے محفوظ رہے گا۔

تشریح

❁ "أَعُوذُ" کا معنی ہے "میں پناہ چاہتا ہوں" اور استعاذہ پناہ طلب کرنے اور بچاؤ اور سہارا اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کا حقیقی معنی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز سے بھاگ کر اس ذات کی طرف پلٹ آنا جو اس چیز کے شر اور نقصان سے اس کو محفوظ کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے والا اس چیز سے بھاگتا ہے جو اسے تکلیف دیتی ہے، یا ہلاک کرتی ہے، اور اپنے رب اور مالک کی طرف آتا ہے، اور اس کی طرف بھاگ کر آتا ہے اور خود کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اور اس سے بچاؤ چاہتا ہے، اور اس سے پناہ چاہتا ہے۔

❁ "بِكَلِمَاتِ اللهِ" یعنی "اللہ تعالیٰ کے کلمات" سے کیا مراد ہے؟، بعض نے کہا یہ قرآن مجید ہے۔ بعض نے کہا اس سے اللہ کے کلمات کونیہ قدریہ مراد ہیں (یعنی وہ کلمہ "کن" جن کے ذریعے وہ کائنات کو پیدا کرتا ہے)۔

❁ "التَّامَّاتِ" سے مراد ایسے کامل کلمات ہیں کہ جن میں کوئی بھی نقص و عیب نہ ہو۔ جس طرح انسان کے کلام میں ہوتا ہے۔

❁ "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" سے ہر شر مراد ہے۔ جو کسی بھی ایسی مخلوق میں ہو جس میں شر ہوتا ہے، حیوان ہو یا کسی اور چیز مثلاً جن، انسان، جانور، آندھی، تیز کڑاکا یا دنیا و آخرت کے عذاب و مصیبت میں سے کوئی بھی چیز۔[۲]

---

[۱] یہ حدیث (صحیح) ہے دیکھئے: صحیح الجامع (٦٤٢٧) سنن الترمذي (٣٦٠٤).

[۲] دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید للشیخ سلیمان بن عبد الله (ص/٢١٣ - ٢١٤).

تیسری دعا

سنن ابی داود وترمذی میں عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "ہم لوگ بارش اور شدید اندھیرے والی رات کو رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے نکلے تاکہ وہ ہمیں نماز پڑھائیں، پھر میں نے آپ ﷺ کو پالیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہو" لیکن میں نے کچھ نہ کہا۔ پھر فرمایا: "کہو" لیکن میں نے کچھ نہ کہا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "کہو"، میں نے عرض کیا: "اللہ کے رسول میں کیا کہوں؟"، فرمایا: "ہر صبح وشام کو ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور معوذتین یعنی ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾ تین تین مرتبہ کہو۔ تو یہ سورتیں تمہارے لئے ہر چیز کے شر سے کافی ہوں گی"۔(۱)

اس حدیث میں ان تینوں سورتوں کو صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور جو بھی شخص ان سورتوں پر محافظت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مذکورہ سورتیں اس کے لئے ہر چیز سے کافی ہوں گی۔ یعنی اس سے شر اور آفات کو دور کریں گی۔ اور اللہ تعالیٰ اکیلے سے ہی توفیق ملتی ہے، کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

چوتھی دعا

صبح وشام کے ان عظیم اذکار اور بابرکت دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی ہے جس کی صبح وشام پابندی کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ وہ دعا بھی ہے جو کہ صحیح بخاری میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سَيِّدُ الاسْتِغْفَارِ" یعنی استغفار کا سردار یہ ہے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ،

۱؎ یہ حدیث (صحیح) ہے دیکھئے: صحيح الترغيب (٦٤٩)، أبي داود (٥٠٨٢)، الترمذي (٣٥٧٥).

أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.

”یا اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا، اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ اور میں حسبِ طاقت واستطاعت تیرے ساتھ کئے گئے عہد و وعدے پر قائم ہوں، اپنے اعمال کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں تیری ان نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں جو تو نے میرے اوپر کی ہیں۔ اور اپنے گناہوں کا بھی تیرے سامنے اعتراف کرتا ہوں، سو میرے گناہ بخش دے، بے شک تیرے سوا گناہ بخشنے والا کوئی بھی نہیں ہے“۔

یہ عظیم دعا ہے، اور توبہ اور اللہ تعالیٰ کے لئے جھکنے اور اس کی طرف لوٹنے کے معانی کو جمع کرنے والی ہے۔ اس دعا کو آپ علیہ السلام نے استغفار کا سردار گردانا ہے۔ کیوں کہ یہ فضیلت کے اعتبار سے استغفار کے تمام الفاظ وصیغوں سے بلند ہے۔ رتبے میں اعلیٰ ہے اور ”سَیِّد“ وہ شخص ہے جو کہ اچھائی کے اندر اپنی قوم میں بہتر ہو اور ان کے درمیان بلند مقام پر فائز ہو، اور استغفار کے جو صیغے آپ علیہ السلام سے مروی ہیں، ان سے اس دعا کے افضل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے ابتداء کی ہے۔ اور پھر انسان اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ، مربوب (پرورش کردہ) اور مخلوق ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اکیلا معبودِ حق ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبودِ حق نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے وعدہ پر قائم ہے، اس پر اور اس کی کتابوں اور سارے انبیاء ورسل پر ایمان لانے کے عہد پر بھی اپنی حسب طاقت و استطاعت ثابت ہے۔ اور پھر اپنے ہر فعل سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی گئی ہے، یعنی جو انعام الٰہی کا شکر ادا کرنا اور گناہوں سے بچنا واجب ہے اس میں کوتاہی سے معافی طلب کرنا، آپ علیہ السلام پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لگاتار نعمتوں اور متواتر احسان کا اقرار فرمایا ہے اور بندے سے جو گناہ ہوتے ہیں اس کا اعتراف کیا ہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ان سارے گناہوں اور کوتاہیوں کی بخشش چاہی ہے۔ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی بھی گناہ بخشنے والا نہیں ہے اور یہ دعا کا کامل ادب ہے۔ اس لئے ہی یہ

استغفار کے عظیم صیغوں میں سے ہے۔ یہ افضل ترین اور گناہوں کی مغفرت کو واجب کرنے والے معانی کو سب سے زیادہ جمع کرنے والے کلمات میں سے ہے۔

تشریح

❁ اس دعا میں لفظ "اَللّٰهُمَّ" کا معنی یا اللہ کا ہے۔ اس کی ابتداء میں حرف نداء (یا) حذف کیا گیا ہے، اور اس کے آخر میں میم مشدد لایا گیا ہے۔ اس لئے دونوں کو یعنی حرف نداء یا اور میم مشدد کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عوض اور معوض عنہ کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ کلمہ طلب و درخواست کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور "اَللّٰهُمَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" نہیں کہا جا سکتا بلکہ "اللهم اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي" وغیرہ ہی کہا جا سکتا ہے۔

❁ "أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ" میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تذلل، عاجزی و انکساری کا اظہار اور اس کی ربوبیت والوہیت میں وحدانیت کا اقرار ہے۔

❁ "أَنْتَ رَبِّي" کا معنی ہے "تو ہی میرا رب ہے" اور تیرے سوا کوئی پیدا کرنے والا نہیں۔ رب کا معنی ہے مالک، خالق، رازق اور اپنی مخلوق کے مسائل کی تدبیر کرنے والا، اور یہ اس کی ربوبیت کا اقرار ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد "خَلَقْتَنِي" یعنی "تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا ہے" کا لفظ لائے ہیں، یعنی تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور تیرے سوا کوئی خالق نہیں۔

❁ "لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ" کا معنی ہے "تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں" اور تو اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ یہ توحید الوہیت کا اثبات ہے۔ اسی لئے اس کے بعد "وَأَنَا عَبْدُكَ" کا صیغہ لائے ہیں۔ یعنی میں تیری ہی عبادت کرنے والا ہوں، میری عبادت کا تو اکیلا ہی مستحق ہے۔ اور تیرے سوا کوئی بھی میری عبادت کا مستحق نہیں۔

❁ "وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ" کا معنی ہے کہ "میں نے جو تیرے ساتھ تجھ پر ایمان لانے، تیری اطاعت اور فرماں برداری کا عہد و پیمان کیا ہے اس پر قائم ہوں"۔

❁ "مَا اسْتَطَعْتُ" کا معنی ہے "بقدر استطاعت" کیوں کہ رب تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

❁ فرمان نبوی "أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ" کا مطلب ہے "یا اللہ میں تیرے یہاں پناہ

چاہتا ہوں اور تجھ سے ہی بچاؤ چاہتا ہوں"۔ یعنی اس عمل کے شر سے جو میں نے کیا ہے۔ اس کی بری عاقبت سے، رب تعالیٰ کی سزا واجب ہونے سے، عدم مغفرت سے، اور دوبارہ ایسے برے اعمال کرنے سے، اور گناہوں اور بری خصلتوں سے۔

* "أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ" کا معنی ہے: میں تیری بڑی نعمتوں کا اور متواتر فضل واحسان کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس میں باری تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور اس کی ناشکری سے براءت ظاہر کرنے کی دعوت ہے۔

* "وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي" کا معنی ہے "میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں"۔ یعنی واجب کی ادائیگی میں کوتاہی، حرام کاری، گناہوں اور کوتاہیوں کا اعتراف ہی توبہ اور رجوع الی اللہ کا راستہ ہے۔ اور جو شخص اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

* "فَاغْفِرْ لِي" یعنی "اے اللہ سارے گناہ بخش دے"۔ کیوں کہ تیری رحمت بہت کشادہ ہے اور تیری بخشش کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں ہے۔ تو بخشش کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور تیرے سوا کوئی بھی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ...﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

"وہ لوگ جو جب بھی برائی کرتے ہیں یا خود پر ظلم کرتے ہیں تو اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخشنے والا کون ہے؟"۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آخر میں اس شخص کے لئے اجر وثواب بیان فرمایا ہے جو صبح وشام اس دعا کو ہمیشگی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ یعنی فرمایا: جو شخص ان کلمات کو صبح کے وقت (ان پر یقین کرتے ہوئے یعنی ان کی تصدیق کرتے ہوئے اور اعتقاد رکھتے ہوئے کہے گا، کیوں کہ یہ کلمات اس ذات کے کلام سے جاری ہوئے ہیں جو کہ محض خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے ﷺ) ادا کرے گا۔ اور شام سے قبل فوت ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ اور اسی طرح جو شخص شام کو یہ دعا پڑھے اور صبح سے قبل فوت ہو

جائے تو جنت میں داخل ہو گا۔

اس دعا کی محافظت کرنے والا اس وعدے اور عظیم اجر کو حاصل کرے گا۔ کیوں کہ دن کی ابتداء اور انتہاء رب تعالیٰ کی توحید و ربوبیت و الوہیت سے اور بندگی اور احسان باری تعالیٰ کے اعتراف سے کرتا ہے۔ اور نعمت الٰہی اور خود کے عیوب و تقصیر کا اعتراف کرتا ہے اور ابتداء و انتہاء میں غفار سے عفو و مغفرت طلب کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تذلل و عاجزی و انکساری کا اظہار بھی کرتا ہے۔ اور یہ وہ جلیل القدر معانی اور پیاری صفات ہیں کہ جن سے دن و رات کی ابتداء و انتہاء کی جائے۔

اس لئے اس دعا کو ادا کرنے والا معافی، مغفرت، جہنم سے آزادی اور جنت میں داخل ہونے کا مستحق ہے۔ رب تعالیٰ سے اس کا فضل چاہتے ہیں۔

پانچویں دعا

صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے: "أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لاَ إِلَٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ"۔

"ہم نے اور ساری بادشاہی نے اللہ تعالیٰ کے لئے شام کی اور ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اے میرے رب میں اس رات کی بھلائی اور جو اس کے بعد ہے اس کی بھلائی کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور جو اس رات میں اور اس کے بعد میں جو شر ہے اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

میرے رب میں تجھ سے سستی اور برے بڑھاپے سے پناہ چاہتا ہوں، اے میرے رب میں جہنم و قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

صبح کے وقت آپ ﷺ "أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ" کہتے تھے۔[1]

یہ بڑی نافع دعا اور عظیم و بابرکت ذکر ہے۔ ہر مسلمان کو نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اس پر ہمیشہ عمل کرنا چاہئے۔ اس دعا کی مشکل عبارات کی تشریح پیش نظر ہے۔

تشریح

❁ "أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ"، یعنی "ہم نے شام کی اور ساری کائنات نے اللہ ہی کے لئے شام کی۔ اور یہ سب کچھ فقط اللہ تعالیٰ کا ہے"۔ اور یہ قائل کے حال کا بیان ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ: ہم نے جان لیا اور اقرار کرتے ہیں کہ اس کائنات کی ساری بادشاہی اللہ کی ہے اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ عبادت اور ثناء و شکر خاص اسی کا کرتے ہیں۔

❁ اسی وجہ سے اس کے بعد فرمایا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. یعنی "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں"۔ ہمیں ملاحظہ کرنا چاہئے کہ کلمۂ توحید لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه دو ارکان پر مشتمل ہے، حقیقت توحید کے لئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ دونوں ارکان نفی اور اثبات ہیں۔ تمام معبودان باطلہ کی نفی ہے اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه میں بندگی کو محض اللہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر اس کی تاکید فرمائی یعنی "وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ" سے "وحدہ" وہ اکیلا ہے۔ اس میں اثبات کی تاکید ہے اور "لَا شَرِيكَ لَهُ" (اس کا کوئی بھی شریک نہیں) میں نفی کی تاکید ہے۔ تاکید بعد از تاکید، توحید کے مقام اور علوشان کی وجہ سے لائی گئی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا، تو اس کے بعد اس بات کا بھی اقرار کیا کہ کائنات کی بادشاہی، ہر تعریف اور ہر چیز پر قدرت فقط اللہ کے لئے ہے۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۲۳).

❁ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، یعنی بادشاہی ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملک ہے۔ حمد فقط اسی کا حق ہے۔ وہ پاک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

فرمان الٰہی ہے:﴿ ...وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعْجِزَهُۥ مِن شَىْءٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ ﴾ (فاطر)

”اور اللہ تعالیٰ کو آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، بے شک وہ بہت جاننے والا اور بہت قدرت والا ہے“۔

دعا میں وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ذکر کرنے کا عظیم فائدہ ہے کیوں کہ یہ دعا میں مبالغہ اور قبولیت کے لئے زیادہ امید کا باعث ہے۔ اس کے بعد اپنے مسئلے اور حاجت کا ذکر کیا گیا ہے۔

❁ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، یعنی اس خیر کا سوال کرتا ہوں جس کا تو نے صالحین کے لئے اس رات میں ارادہ کیا ہے، یعنی ظاہری و باطنی کمالات اور دینی و دنیوی منافع کا سوال۔

❁ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا کا معنی ہے بعد والی راتوں کی خیر۔

❁ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، یعنی اس رات میں اور اس کے بعد تو نے جو ظاہری و باطنی شر کا ارادہ کیا ہے۔ اس سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

❁ ”رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ“، الْكَسَلِ سے مراد باوجود قدرت کے نفس کا خیر و نیکی کے لئے تیار نہ ہونا ہے۔ ایسا شخص معذور نہیں ہے بخلاف اس شخص کے جو کہ بے بس ہے وہ معذور ہے کیوں کہ عدم قدرت کی وجہ سے صاحبِ عذر ہے۔

❁ ”وَسُوءِ الْكِبَرِ“ سے مراد بڑھاپے میں عقل کا ختم ہونا وغیرہ ہے۔ جس سے انسان کا برا حال ہو جاتا ہے۔

❁ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ. وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ، یعنی قیامت کے عذابوں میں سے ان دو کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کا عذاب بہت ہی شدید و عظیم

ہے اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے جو اس میں بچ گیا وہ آگے بھی بچ جائے گا، اور جہنم کا درد زبردست ہے، اور عذاب شدید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس سے پناہ میں رکھے۔

صبح کے وقت "أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ" کہے اور باقی آخر تک وہی دعا ہے۔

چھٹی دعا

ابن سنی نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص روزانہ صبح و شام سات مرتبہ یہ دعا پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت کی پریشانی سے کافی ہو گا:

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ،

"میرے لئے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ اسی پر میں نے توکل کیا ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے"۔ (۱)

یہ ذکر مسلمان کے لئے دنیا و آخرت کی ہر پریشانی کو دفع کرنے کا اثر اور عظیم نفع رکھتا ہے۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے۔

ساتویں دعا

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص صبح شام ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ کہے گا، تو قیامت کے دن اس سے افضل نیکی کوئی بھی شخص نہیں لائے گا۔ مگر وہ شخص جس نے اس کی طرح یہ ذکر کہا ہو گا یا اس سے بھی زیادہ دفعہ کہا ہو گا"۔ (۲)

اس ذکر عظیم میں تسبیح اور حمد کو جمع کیا گیا ہے۔ تسبیح کا معنی اللہ تعالیٰ کو نقائص اور

---

(۱) عمل اليوم و الليلة (۷۱).

(۲) دیکھئے: صحيح مسلم (۲۶۹۲).

عیوب سے منزہ اور پاک بیان کرنا ہے۔ حمد میں اللہ سبحانہ کے لئے کمال کا اثبات ہے۔ ایک سو کی تعیین میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کوئی حکمت چاہی ہوگی جس کا ہمیں علم نہیں۔

❁ سنت یہ ہے کہ یہ تسبیحات ہاتھ پر شمار کی جائیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔ نہ کہ دانے وار تسبیح یا آلات وغیرہ سے جس طرح آج کل کئی لوگ کرتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ".

سنن ابی داوٗد میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دائیں ہاتھ کے ساتھ تسبیح کرتے ہوئے دیکھا"۔[1]

ہر مسلمان جانتا ہے کہ بہترین راستہ رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو رسول اللہ ﷺ کے منہج کو لازم کرنے اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آٹھویں دعا

جن عظیم اذکار اور بابرکت دعاؤں کی رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سیکھنے اور صبح وشام ان کی پابندی کرنے کی ترغیب دیتے تھے، ان میں سے یہ ذکر بھی ہے جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنن ترمذی اور ابو داوٗد اور دارمی وغیرہ میں مروی ہے، کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کو سکھلاتے تھے کہ: تم میں سے ہر ایک صبح کے وقت یوں کہے:

اَللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ النُّشُورُ.

"یا اللہ ہم نے تیری نعمت وتوفیق سے صبح کی ہے اور تیری مدد ومہربانی اور مشیت سے شام کریں گے اور تیری مشیّت وتوفیق سے جیتے اور مرتے ہیں اور تیری طرف دوبارہ زندہ ہوکر آنا ہے"۔ اور شام کے وقت کہے:

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (۱۳۳۰) سنن أبي داود (۱۵۰۲).

اللّٰهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا، وَبِكَ أَصْبَحْنَا، وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ.[1]

یہ عظیم دعا نبوی اور مبارک ذکر ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ ہر صبح و شام اس کو ادا کرے اور اس کے عظیم و شان معانی کے اندر غور و فکر کرے۔ کیوں کہ یہ دعا مسلمان کو اللہ کے فضل اور وسیع نعمت و اکرام کی یاد دہانی کرواتی ہے۔ انسان کا سونا، جاگنا، حرکت و سکون، اٹھنا بیٹھنا فقط اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور توفیق سے ہی ہے۔ کیوں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ".

تشریح

❁ بِكَ أَصْبَحْنَا، کا معنی ہے: "تیری نعمت، اعانت اور امداد سے ہم نے صبح کی ہے اور یہی معنی وَبِكَ أَمْسَيْنَا کا ہے۔

❁ وَبِكَ نَحْيَا، وَبِكَ نَمُوتُ، کا معنی ہے: اسی طرح ہمارا حال رہتا ہے۔ سارے اوقات و احوال میں ہماری ساری حرکات و افعال میں، بس ہم فقط تیری ہی توفیق سے چل رہے ہیں۔ تو ہی اکیلا مددگار ہے۔ اور سارے معاملات تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور پلک جھپکنے کے برابر بھی ہم تجھ سے بے پرواہ نہیں ہو سکتے۔

اس دعا میں رب تعالیٰ پر اعتماد، اسی کی طرف لوٹنے اور اس کی نعمتوں اور احسان کا اعتراف کیا گیا ہے۔ جو کہ انسان کے ایمان اور یقین کو ثابت اور قوی کرتی ہے اور رب تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔

❁ وَإِلَيْكَ النُّشُورُ، یعنی قیامت کے دن انسان قبروں سے نکل کر دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کی طرف لوٹیں گے۔

❁ وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ، یعنی تیرے پاس ہی لوٹنے اور واپس آنے کی جگہ ہے۔

جس طرح فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ۝٨﴾ (العلق)

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۳۵۳)، الترمذي (۳۳۹۱)، أبي داود (۵۰۶۸).

"تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے"۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی دعا میں وَإِلَيْكَ النُّشُورُ اور شام کے وقت کی دعا میں وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ کسی مناسبت و مشابہت کی رعایت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کیوں کہ صبح موت کے بعد دوبارہ اٹھنے سے مشابہ ہے۔ کیوں کہ نیند چھوٹی موت ہے، اور اس سے بیدار ہونا موت کے بعد زندہ ہونے اور اٹھنے سے مشابہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾ (الزمر)

"اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت، اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں"۔

نویں دعا

شام کا ہونا زندگی کے بعد موت سے مشابہ ہے کیوں کہ اس وقت انسان اس نیند کی طرف لوٹتا ہے جو کہ موت اور وفات سے مشابہ ہے۔ اسی طرح ہر ذکر کا خاتمہ اس میں مذکور معنی سے بے حد مشابہت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کی وہ دعا کرتی ہے، جو آپ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے وقت کہتے تھے۔ یعنی:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

"ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے"۔

تشریح

❁ یہاں پر آپ ﷺ نے نیند کو موت کا نام دیا ہے اور اس سے بیدار ہونے کو مرنے کے

بعد زندہ ہونے کا نام دیا ہے۔ اس حدیث پر مزید کلام "نیند سے بیداری کے وقت کے اذکار" کے باب میں ہوگا۔ ان شاء اللہ

دسویں دعا

صبح و شام کے اذکار میں وہ عظیم اور بہت ہی نافع ذکر اور دعا بھی ہے جو کہ آپ ﷺ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی، جب انہوں نے آپ ﷺ سے گذارش کی کہ انہیں کوئی ایسی دعا سکھلائیں جو کہ وہ ہر صبح و شام پڑھیں۔

سنن ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب خلیفہ راشد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائیں جو کہ میں صبح و شام کو ادا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، عَالِمَ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ.

[وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى]:

وَأَنْ أَقْتَرِفَ عَلَى نَفْسِي سُوءًا، أَوْ أَجُرَّهُ إِلَى مُسْلِمٍ.

"یا اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، غیب اور ظاہر کو جاننے والے، ہر چیز کے رب اور مالک، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں اپنے نفس کے شر اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

[ایک روایت میں ہے کہ]:

"اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے لئے برائی کماؤں یا اس کو کسی دوسرے مسلمان تک لے جاؤں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کلمات صبح و شام اور بستر پر لیٹتے وقت کہا کرو"۔ (۱)

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترمذي (۲۷۰۱)، سنن الترمذي (۳۵۲۹)، أبوداود (۵۰۶۷)

تشریح

یہ عظیم دعا ہے جو ہر قسم کے شر اور ان شرور کی مبادی، نتائج اور انتہاء سے بھی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے اور اس کا بچاؤ اختیار کرنے، اور اس سے سہارا لینے پر مشتمل ہے۔
اس دعا میں آپ ﷺ نے عظیم توسل سے ابتداء کی ہے۔

* اس میں اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم صفات ذکر کی گئی ہیں جو کہ اس کی عظمت، جلال اور کمال پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات سے توسل کیا گیا ہے کہ وہ ایسا ایجاد کرنے والا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اور یہ کہ وہ "عَالِمَ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" ہے۔ جس سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں۔ وہ ہر اس چیز سے واقف ہے جو کہ بندوں سے غائب ہو یا ظاہر ہو۔ غائب اس کے نزدیک موجود کی طرح ہے اور مخفی اس کے ہاں ظاہر کی طرح ہے، اور اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔
* اس سے بھی توسل لیا ہے کہ وہ "رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ" ہے۔ لہٰذا کوئی بھی چیز اس کی ربوبیت سے خارج نہیں ہے اور وہ ہر چیز کا مالک، اور وہ ساری مخلوق کا مالک ہے۔ اس کے بعد باری تعالیٰ کی توحید کا اعلان کیا، اور اس کی بندگی کا بھی اقرار کیا ہے۔ اور یہ کہ وہی اکیلا معبود برحق ہے، اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔
* "أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ" یہ سارا دعا سے پہلے مقدمہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں بندہ اپنے رب کے سامنے فاقہ و فقر اور محتاجی کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس کے جلال و عظمت کا اعتراف کرتا ہے، اور اس کی عظیم و کریم صفات کا اثبات بھی کرتا ہے۔ اس کے بعد اپنی حاجت اور سوال ذکر کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ اسے سارے شرور سے پناہ میں رکھے"۔
* "أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ وَأَنْ أَقْتَرِفَ عَلَى نَفْسِي سُوءاً. أَوْ أَجُرَّهُ إِلَى مُسْلِمٍ" اس میں شر کے اصول (جڑوں) اور منابع (جمع منبع: جہاں سے شر پھوٹ کر نکلے) اور اس کی انتہاء اور نتائج سے پناہ مانگی گئی ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر تعلیق میں لکھتے ہیں: "اس حدیث میں سوال

ﷺ نے شر کے دو مصدر ذکر کئے ہیں اور وہ ہیں نفس اور شیطان، اور پھر ان دونوں کے آنے اور پہنچنے کی جگہ ذکر فرمائی ہے، اور وہ ہے نفس کے شر کا خود نفس کی طرف لوٹنا یا اس کے مسلمان بھائی کی طرف لوٹنا۔ یہاں حدیث نے شر کے مصادر و موارد کو نہایت ایجاز و اختصار، اور بہت ہی جامع اور واضح انداز میں بیان کیا ہے"۔ (۱)

✿ اس حدیث میں چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے جو کہ شر سے تعلق رکھتی ہیں:

اول: شر النفس، اور نفس کے شر سے برے اعمال، اور گناہ واقع ہوتے ہیں۔

دوم: شَرِّ الشَّيْطَانِ، شیطان کی انسان کے ساتھ دشمنی معلوم ہے کیوں کہ وہ انسان کو معاصی اور گناہوں کے لئے برانگیختہ کرتا ہے اور اس کے نفس اور قلب میں باطل کو جوش میں لاتا ہے۔

✿ "وشِرْكِهِ" کا معنی ہے "وہ شرک کے کام جن کی طرف بلاتا ہے" یہ شین اور راء کی فتح (یعنی شَرَكِه) کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس سے شیطان کے جال اور پھندے مراد ہیں۔

سوم: انسان کا اپنے نفس کے لئے برائی کمانا اور یہ شر کا نتیجہ ہے جو کہ خود انسان کو مل رہا ہے

چہارم: برائی کو مسلمانوں تک پہنچانا اور یہ شر کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے جو کہ دوسروں کی طرف لوٹتا ہے۔ اس حدیث نے ہر شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کو جمع کیا ہے۔ ہر قسم کے شر سے چھٹکارا دلانے کے لئے اتنی جامع اور زبردست مفہوم والی کوئی دوسری حدیث نظر نہیں آتی۔

گیارہویں دعا

ان عظیم دعاؤں میں سے جن پر نبی کریم ﷺ ہر صبح و شام حفاظت کرتے تھے۔ بلکہ کبھی بھی ان کو صبح و شام کے وقت ترک نہیں کرتے تھے ایک وہ دعا بھی ہے جو جناب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو صبح و شام کو ادا کرنا نہیں بھولتے تھے:

(۱) بدائع الفوائد (۲/۲۰۹)۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي، اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي، وَآمِنْ رَوْعَاتِي، اللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنَ يَدَيَّ، وَمِنْ خَلْفِي، وَعَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، وَمِنْ فَوْقِي، وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي.

یا اللہ میں تجھ سے اپنے دین، دنیا، اہل اور مال میں عفو اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ میرے گناہوں پر پردہ رکھ اور مجھے اپنے غم اور خوف سے امن میں رکھ۔ یا اللہ مجھے اپنے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں، بائیں اور اوپر سے حفاظت میں رکھ اور میں تیری عظمت کے واسطے سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے (کسی مصیبت میں) مبتلا کیا جاؤں۔[1]

تشریح

اس دعا میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کے سوال سے ابتداء کی ہے اور عافیت کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور جس کو دنیا و آخرت میں عافیت ملی اسے خیر سے مکمل حصہ مل گیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں جناب عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسی چیز سکھلائیں جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں؟ فرمایا: اللہ سے عافیت کا سوال کرو، پھر کچھ دن گذرے۔ اور میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسی چیز سکھلائیں جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عباس! اللہ کے رسول کے چچا، اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرو"۔[2]

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجه (٣١٢١) أبي داود (٥٠٧٤)، ابن ماجه (٣٨٧١).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترمذي (٢٧٩٠) سنن الترمذي (٣٥١٤).

مسند احمد اور سنن ترمذی میں جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے عفو (معافی) اور عافیت مانگو، کیوں کہ کسی بھی شخص کو یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں ملے گی"۔ (۱)

* العَفْوَ، گناہوں کو مٹانا اور ان پر پردہ رکھنا۔

* العَافِيَةَ، اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو ہر مصیبت، سزا اور ابتلاء و آزمائش سے امن میں رکھنا۔ اس طرح کہ اس سے برائی کو دور کر دے اور اس کو مصائب اور بیماریوں سے بچائے اور شر ور اور گناہوں سے حفاظت میں رکھے۔ اس دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت، دین اور اہل و مال میں عافیت کا سوال کیا ہے۔

دین میں عافیت سے مراد ہر اس چیز سے بچاؤ طلب کرنا ہے، جو انسان کی دینداری کو خراب کرے اور اس میں رکاوٹ بنے اور دنیا میں عافیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچاؤ طلب کرنا جو کہ بندے کو اس کی دنیا میں ضرر پہنچائے۔ مثلاً مصیبت، آزمائش اور نقصان وغیرہ۔ اور آخرت میں عافیت سے مراد آخرت کی ہولناکیوں اور شدتوں اور جو اس کے اندر عذاب کی اقسام ہیں ان سے بچاؤ طلب کرنا ہے۔ اور اہل میں عافیت سے مراد یہ ہے کہ انہیں فتن اور آزمائش اور ابتلاء سے پناہ ملے۔ اور مال میں عافیت سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ اسے غرق ہونے، جلنے یا چوری وغیرہ سے تلف ہونے سے محفوظ رکھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے موذی عوارض اور خطرات سے حفاظت کا سوال کیا ہے۔

* اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي، یعنی میرے عیوب اور نقص پر اور ہر وہ چیز جس کا اظہار مجھے برا ظاہر کر دے، اس پر پردہ رکھ۔ اس میں شرم گاہ کا ڈھانپنا بھی داخل ہے۔

مرد کی شرم گاہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اور عورت کا سارا بدن ڈھانپنے کی چیز ہے اور عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس دعا کو ہمیشگی کے ساتھ ادا کرے۔ خاص طور پر اس وقت جبکہ دنیا میں ہر جگہ عورت کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اور وہ ستر و حجاب کا کوئی خیال نہیں رکھ رہی۔ کوئی بازو ننگا کر رہی ہے، تو کوئی پنڈلی، کوئی سینہ کھولے ہوئی ہے، تو کوئی

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۳۶۳۲)، مسند احمد (۳/۱)، الترمذي (۳۵۵۸).

گردن۔ اور دوسری عورتیں وہ کچھ کر رہی ہیں جو کہ اس سے بھی بڑھ کر قبیح ہے۔ اس حال میں بھی باعفت اور باآبرو مسلمان عورت اس ساری عریانیوں اور بے حیائیوں سے بچتی ہے، اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اسے فتن سے محفوظ رکھے۔ اور اسے اپنی شرم گاہ اور جسم ڈھانپنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

❁ آمِنْ رَوْعَاتِي ، آمِنْ: امن سے ہے۔ جو کہ خوف کا ضد ہے اور روعات، روعة کی جمع ہے۔ جس کا معنی خوف اور غم وپریشانی ہے۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ اسے ہر اس چیز سے بچائے جو اسے خوف زدہ کرے، یا غمگین اور پریشان کرے اور روعات کے صیغہ جمع کے اندر اس کی کثرت اور زیادتِ اقسام کی طرف اشارہ ہے۔

❁ اللَّهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ. وَ مِنْ خَلْفِي. وَعَنْ يَمِينِي. وَعَنْ شِمَالِي. وَمِنْ فَوْقِي. وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي، یعنی "اس میں اللہ تعالیٰ سے ہلاکت خیز اشیاء اور ان شرور سے بچاؤ کا سوال کیا گیا ہے جو کہ انسان کو چھ اطراف سے پیش آتے ہیں کیوں کہ شر اور مصیبت سامنے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے سے آتی ہے۔ اور انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کون سی طرف سے شر اور بلاء نے اسے آپکڑا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے رب تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ اسے ہر طرف سے حفاظت میں رکھے۔ پھر سب سے بڑا شر شیطان کا ہے کہ جس سے حفاظت کی انسان کو اشد ضرورت رہتی ہے۔ کیوں کہ شیطان انسان کے لئے ہر وقت مصائب کے انتظار میں رہتا ہے۔ اور اس کے سامنے، پیچھے، دائیں اور بائیں سے آتا ہے۔ تاکہ اسے مصیبتوں میں پھنسا دے، اور اسے ابتلاء اور ہلاکت کی طرف دھکیل دے۔ اور اسے خیر اور استقامت کے راستے سے دور کرے۔ جس طرح اس نے دعوی کیا ہے: ﴿ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَٰنِهِمْ وَعَن شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَٰكِرِينَ ﴿١٧﴾ ﴾ (الأعراف)

"پھر میں ضرور ان کے پاس ان کے سامنے سے، اور ان کے پیچھے سے، اور ان کی دائیں اور بائیں جانب سے آؤں گا، اور (یا اللہ) تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا"۔

لہٰذا بندہ اس دشمن سے دفاع کا محتاج ہے اور اس کا بھی محتاج ہے، جو اسے اس کی سازش

اور شر سے بچائے اور اس عظیم دعا میں بندے کو اس سے دفاع اور بچاؤ حاصل ہو گا کہ ان اطرافِ مذکورہ میں سے کسی بھی طرف سے اس کو شیطان کا شر پہنچے۔ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگہبانی میں ہے۔

● وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي، اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو نیچے سے خطرناک بلاء اور مصیبت پہنچ سکتی ہے، مثلاً اسے زمین کے اندر دھنسایا جائے۔ یہ بھی ان سزاؤں میں سے ہے جو کہ اللہ تعالیٰ بعض ان لوگوں کو دیتا ہے جو کہ زمین پر اس کے خالق اور موجد کی اطاعت کے بغیر چلتے ہیں۔ بلکہ اس پر گناہ، سرکشی، شر اور نافرمانی کے ساتھ چلتے ہیں پھر انہیں عذاب آلیتا ہے کہ ان کے نیچے سے زلزلہ آتا ہے یا ان کے گناہوں کی سزا کی وجہ سے انہیں زمین کے اندر دھنسا دیا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنۢبِهِۦ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ ٱلصَّيْحَةُ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ ٱلْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾ ﴾ (العنکبوت)

”پھر ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا، پھر ان میں سے کسی پر آندھی بھیجی اور کسی کو سخت کڑاکے نے آلیا، اور ان میں سے کسی کو زمین کے اندر دھنسا دیا، اور ان میں سے کسی کو غرقِ آب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے“۔

بارہویں دعا

مسند احمد میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک عظیم دعا مروی ہے۔ جس کی پابندی مسلمان پر ضروری ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا: ”جو بھی شخص صبح کو دس مرتبہ یہ کلمات کہے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک سو نیکیاں لکھے گا اور اس کی ایک سو برائیاں مٹائے گا اور شام تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور جو شخص شام کو یہ دعا پڑھے گا اسے بھی یہی اجر ملے گا:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی صرف اسی کی ہے، تمام تعریف اسی کے لائق ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔(۱)

صحیحین میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جو شخص ایک دن میں "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"، ایک سو دفعہ کہے گا۔ اسے دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا، اور ایک سو نیکیاں ملیں گی، اور ایک سو گناہ مٹائے جائیں گے، اور اس دن یہ دعا اس کے لئے شیطان سے بچاؤ اور دفاع بنے گی۔ یہاں تک کہ شام کرے، اور کوئی بھی شخص اس سے افضل عمل نہیں لائے گا، مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا"۔

تیرھویں دعا

جو شخص "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" یعنی "اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ" روزانہ ایک سو مرتبہ کہے گا، اس کے سارے گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔(۲)

یہ احادیث کلمہ توحید "لا إله إلا الله" کی عظمت وشان پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ کلمہ جو کہ علی الاطلاق سب سے افضل کلمہ ہے۔ اور جو انبیاء کرام نے کلمات کہے ہیں۔ ان میں سے سب سے افضل ترین ہے۔ اور اسی کلمہ (یعنی توحید واسلام) کی وجہ سے زمین و آسمان قائم ہیں اور اسی کے لئے مخلوق پیدا کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں اہل توحید ہی اہل سعادت وفلاح ہیں اور انہیں ہی دنیا وآخرت میں کامیابی نصیب ہوگی۔ اتنے عظیم الشان کلمہ کا مسلمان کو بہت زیادہ خیال کرنا چاہیئے۔ اور اللہ وحدہ لاشریک کے ہاتھ میں ہی توفیق اور ہدایت ہے۔

ع۱ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۱۳۶/۱/٦، ۱۳۷) المسند (۳٦۰/۲).

ع۲ دیکھئے: صحيح البخاري (۳۲۹۳)، وصحيح مسلم (۲٦۹۱).

چودھویں دعا

مسند احمد میں عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے مروی ذکر بھی ان عظیم اذکار میں سے ایک ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو پڑھا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو یہ کہا کرتے تھے:

أَصْبَحْنَا عَلَى فِطْرَةِ الإِسْلاَمِ، وَكَلِمَةِ الإِخْلاَصِ، وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم، وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً مُسْلِماً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ،

"ہم نے دین اسلام پر صبح کی اور کلمہ توحید پر اور ہمارے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو کہ خالص مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے"۔ (۱)

کتنا ہی خوبصورت اور اچھا ہے کہ مسلمان اپنے دن کی ابتداء ان عظیم کلمات سے کرے جو کہ تجدید ایمان، اعلان توحید، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا التزام کرنے کی تاکید اور ابراہیم خلیل اللہ کے دین کی اتباع (جو کہ یک طرفہ اور معتدل دین تھا) اور ہر قسم کے چھوٹے اور بڑے شرک سے دور رہنے (کی دعوت) پر مشتمل ہیں۔

یہ ایمان، توحید، صدق واخلاص، خضوع اور فرمانبرداری، اتباع وانقیاد کے کلمات ہیں جو بھی انسان ان کلمات پر محافظت کرتا ہے، اسے ان کے عظیم مدلولات ومعانی پر غور کرنا چاہیے۔

تشریح

❁ أَصْبَحْنَا عَلَى فِطْرَةِ الإِسْلاَمِ، یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی صبح کی نوازش کی ہے کہ ہم دین اسلام پر ہیں۔ اس کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے اور اس کی پابندی کرنے والے ہیں۔ اس میں کسی قسم کی تغییر وتبدل کرنے والے نہیں ہیں۔

❁ فِطْرَةِ الإِسْلاَمِ، یعنی دین الٰہی اسلام جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے اور یہ اس طرح ہوگا کہ انسان اپنا رخ دین حنیف کی طرف کرے۔ دل، ارادہ اور بدن کو دین کے

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (٤٦٧٤) مسند أحمد (٤٠٧/٣).

ظاہری و باطنی شرائع کے التزام کے لئے متوجہ کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ... ﴾ (الروم: ۳۰)

"پس اپنی توجہ یک طرفہ دین کی طرف کر۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت کو لازم کر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے"۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "رب تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی توجہ سیدھی رکھو، اور اسی دین پر قائم رہو جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر فرمایا ہے۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کا وہ یک طرفہ دین جس کی اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت دی ہے، اور اسے تیرے لئے نہایت مکمل فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تو اپنی فطرت سلیمہ کو بھی لازم کر۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، کیوں کہ رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت اور توحید پر پیدا فرمایا ہے، اور اس پر کہ اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں"۔ [۱]

یہ اصل بنیاد سارے انسانوں میں ہے (یعنی ہر پیدا ہونے والا انسان اسی توحید پر ہوتا ہے)۔ پھر جو اس اصل سے نکل جاتا ہے تو اس کی وجہ کوئی خارجی عارضہ ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی فطرت کو فاسد بنا دیتا ہے۔

جس طرح عیاض المجاشعی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: "میں نے اپنے سارے بندوں کو حنفاء یعنی توحید پر پیدا کیا، پھر ان کے پاس شیطان آیا اور ان کو دین حنیف سے پھیر دیا۔ اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں، وہ حرام کر دیں اور شیطان نے انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں۔ جس کی صحت میں میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی"۔ [۲]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"۔ [۳]

اور بلاشک یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر عظیم نعمت و احسان ہے کہ وہ فطرتِ سلیمہ پر

---

[۱] دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (٦/٣٢٠).

[۲] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٨٦٥).

[۳] دیکھئے: صحیح البخاري (١٣٥٩)، وصحیح مسلم (٢٦٥٨).

صبح کرے اور اس تک شرک و کفر کی کوئی گندگی اور تبدیلی اور انحراف نہ پہنچا ہو۔

❁ كَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ، یعنی ہم نے کلمہ اخلاص پر صبح کی ہے اور وہ کلمہ توحید "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" ہے۔ یہ وہ عظیم اور جلیل کلمہ ہے جو تمام کلماتِ عظیمہ سے افضل اور مطلقاً اجل ہے۔ بلکہ یہ دین اسلام کا دل و دماغ ہے۔ اسی کے لئے مخلوق پیدا کی گئی ہے، اور پیغمبر علیہم السلام ارسال کئے گئے ہیں اور کتابیں نازل کی گئی ہیں۔ اسی کلمہ توحید کی بنیاد پر لوگ مومنین اور کفار میں تقسیم ہوتے ہیں اور یہ کلمہ تمام رسل کی دعوت اور ان کی رسالت کا نچوڑ اور خلاصہ ہے اور یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت ہے۔

اسی کے متعلق امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کی معرفت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دی"۔

کلمہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" کلمہ توحید ہے۔ اسی سے شرک کو چھوڑا جاتا ہے، اور شرک اور اہل شرک سے برأت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِى فَطَرَنِى فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِى عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ ﴾ (الزخرف)

"جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو کہا کہ تم جس کی عبادت کرتے ہو میں اس سے بری ہوں، مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے، پس وہ مجھے ہدایت دے گا۔ اور اس نے اس کو اپنے پیچھے ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا، تاکہ وہ لوٹ آئیں"۔

لہٰذا بندہ جب اس عظیم کلمے پر صبح کرتا ہے، اور اس نے (اپنے دین واعتقاد میں) تغیر و تبدل نہیں کیا، تو پھر وہ بہترین حال پر صبح کرتا ہے۔ دن کی ابتداء اس عظیم کلمے سے کرنے کی فضیلت اور اس کو ہر صبح بکثرت کئی مرتبہ ادا کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ جیسا کہ اس کو دس یا ایک سو مرتبہ ادا کرنے کا ذکر گذر چکا ہے۔

❁ وَعَلَى دِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ ﷺ، یعنی ہم نے اس عظیم دین پر صبح کی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے اور اپنے نبی محمد ﷺ کو جس کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، فرمایا: ﴿ ...ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ

لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ...﴾ (المائدۃ: ۳)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے"۔

اور فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ...﴾ (آل عمران: ۱۹)

"اللہ کے ہاں (مقبول) دین اسلام ہی ہے"۔

اور فرمایا: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾﴾ (آل عمران)

"جو بھی اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا، تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا"۔

سو یہی محمد رسول اللہ ﷺ کا دین اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے توحید کے ساتھ جھک جانا، اطاعت و فرماں برداری کرنا، شرک اور مشرکین سے برأت کرنا اور بندے پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے کہ وہ اسی عظیم دین، صراط مستقیم اور ان لوگوں کے راستہ پر صبح کرے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ نہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر غضب ہوا، اور نہ گمراہوں کے راستہ پر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کو جن کو یہ عظیم نعمت دی ہے اپنی اس نعمت اور احسان کی یاد دہانی کروائی۔ فرمایا: ﴿...وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ ٱلْإِيمَٰنَ وَزَيَّنَهُۥ فِى قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ ٱلْكُفْرَ وَٱلْفُسُوقَ وَٱلْعِصْيَانَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلرَّٰشِدُونَ ﴿٧﴾﴾ (الحجرات)

"لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنایا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا، کفر اور فسوق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسند بنایا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں"۔

اور فرمایا: ﴿...وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾﴾ (النور)

"اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی (کفر و شرک

اور عصیان) سے بچ نہیں سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سننے اور بہت جاننے والا ہے"۔

اللہ ہی کو ہر تعریف لائق ہے کہ اس نے کتنی بڑی نعمت دی ہے۔

٭ وَعَلَى مِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً مُسْلِماً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، یعنی ہم نے اس بابرکت ملت خلیل پر صبح کی ہے اور یہ معتدل و یک طرفہ راستہ ہے۔ اس سے مراد اسلام کو مضبوطی کے ساتھ لازم کرنا اور شرک سے دور ہونا ہے۔ اسی لئے فرمایا: "حَنِيفاً مُسْلِماً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ"، اور یہ وہی ملت مبارکہ ہے کہ اس کو وہی چھوڑ سکتا ہے، جس نے خود پر گمراہی اور بے وقوفی کا حکم ثبت کر دیا ہو۔ فرمایا:

﴿ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَٰهِـۧمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُۥ... ﴾ (البقرة: ۱۳۰)

"ملت ابراہیم سے وہی شخص بے رخی اختیار کر سکتا ہے جس نے خود کو بے وقوف بنایا ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اسی ملت خلیلی کی اتباع کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ کو اس کی ہدایت بھی دی ہے۔ فرمایا: ﴿ قُلْ إِنَّنِى هَدَىٰنِى رَبِّىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ ﴾ (الأنعام)

"کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم کی ہدایت دی جو کہ سیدھا دین، ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے، جو کہ اللہ کی طرف یک سو تھے، اور مشرکین میں سے نہ تھے"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس نعمت کو گنواتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَجَٰهِدُوا۟ فِى ٱللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِۦ ۚ هُوَ ٱجْتَبَىٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَٰهِيمَ... ﴾ (الحج: ۷۸)

"اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ اسی نے تمہیں چنا ہے اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں پیدا کی۔ (وہ دین جو کہ) تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے"۔

جب انسان اس مبارک یکطرفہ اور معتدل دین پر صبح کرے تو وہ عظیم خیر اور بڑے فضل پر صبح کرتا ہے۔ لہٰذا کتنا اچھا اور عظیم ہے کہ انسان ان کلمات کے ساتھ اپنے دن کی ابتدا کرے اور جس دن ایسے عظیم الشان کلمات سے ابتداء کی جائے تو وہ کتنا خیر و بھلائی کا دن ہو گا۔

پندرھویں دعا

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ''نبی کریم ﷺ فجر کی نماز سے جب بھی سلام پھیرتے تو فرماتے:

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً، وَرِزْقاً طَيِّباً، وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً.

''یا اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم، حلال رزق اور قبول ہونے والے عمل کا سوال کرتا ہوں''۔ (۱)

جو شخص اس عظیم دعا پر غور کرے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ اس دعا کو فجر کی نماز کے بعد اس وقت ادا کرنے میں بے انتہا مناسبت ہے۔ اس لئے کہ صبح دن کی ابتداء ہے اور دن میں ان ہی عظیم اہداف اور جلیل القدر مقاصد کا حصول ہی مسلمان کا مطمع نظر ہوتا ہے جو اس حدیث میں بیان ہوئے ہیں، یعنی علم نافع، رزق حلال، عمل مقبول، اور مسلمان جب اپنے دن کی ابتداء فقط ان تین امور کے ذکر سے کرتا ہے تو گویا وہ اپنے اہداف اور مقاصد کو محدود کرتا ہے۔ بلا شک یہ بات انسان کی دل جمعی اور اس کے سیر و سلک کے ضبط کا باعث ہے۔ برخلاف اس شخص کے جو اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کے اہداف و مقاصد کیا ہیں کہ جن کی ادائیگی کے لئے کوشش کرے اور ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ تربیت و تادیب کا کام کرتے ہیں وہ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ انسان جو بھی کام کرے اس کے اہداف کی تحدید ضروری ہے تاکہ اس کے اہداف کے حصول میں آسانی ہو۔

کوئی شک نہیں کہ جو شخص محدود اہداف اور معین مقاصد کے موافق چلتا ہے اس شخص کی نسبت زیادہ کامل اور سلامتی والا ہوتا ہے جو کہ بغیر تحدید اہداف اور تعین مقاصد کے چلتا ہے۔ اور مذکورہ تین اہداف کا حصول اور تکمیل ایک مسلمان کے ایک دن تو کیا بلکہ ساری زندگی کا مطمع نظر ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ دن کی ابتداء ان تین امور کے ذکر کے ساتھ کرنا نہایت اچھا ہے۔ جو کہ ایک مسلمان کے اہداف کی تحدید کرتے ہیں۔ اور اس کے اغراض و مقاصد کی تعیین کرتے ہیں۔

---

۱ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ (۷۵۳)، ابن ماجہ (۹۲۵)۔

مسلمان دن کی ابتداء میں اس دعا کی ادائیگی سے فقط تحدید مقاصد نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ اپنے رب کی طرف تضرع (عاجزی) کرتا ہے، اور اپنے مالک کی طرف لوٹتا ہے۔ تاکہ وہ اسے ان عظیم مقاصد اور زبردست اہداف کی تحصیل کی توفیق عطا فرمائے۔ کیوں کہ اس کی توفیق کے بغیر کوئی قوت و حرکت نہیں ہے۔ اور وہ اپنے رب کے حکم کے بغیر نہ کوئی نفع حاصل کر سکتا ہے اور نہ نقصان سے بچ سکتا ہے۔ اور وہ اسی رب کی طرف لوٹتا ہے۔ اسی کا سہارا لیتا ہے، اسی سے مدد لیتا ہے، اسی پر اعتماد اور توکل کرتا ہے۔

لہٰذا صبح کو اس دعا ''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْماً نَافِعاً وَرِزْقاً طَيِّباً، وَعَمَلاً مُتَقَبَّلاً'' سے مقصود صبح کے وقت باری تعالیٰ سے اعانت طلب کرنا ہے کہ وہ بندے کے لئے ہر مشکل آسان فرمائے اور اس کے اغراض کے حصول کے لئے مدد فرمائے۔

غور کریں رسول اللہ ﷺ نے اس دعا کی ابتداء کس طرح کی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کیا ہے۔ اس کے بعد رزق حلال اور عمل مقبول۔ اس میں اشارہ ہے کہ علم نافع مقدم ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ... ﴾(محمد: ۱۹)

''سو (اے نبی!) آپ یقین کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی''۔

اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے علم کا ذکر کیا اس کے بعد قول و عمل کا اور علم نافع کو ابتداء میں ذکر کرنے میں بھی حکمت ظاہر ہے۔ جو کہ غور کرنے والے سے مخفی نہیں ہوگی۔ وہ یہ کہ علم نافع سے انسان عمل صالح و غیر صالح کے درمیان اور رزق حلال و حرام کے درمیان فرق کر سکتا ہے۔ اور جس کو علم ہی نہیں ہوگا، اس پر تمام امور خلط ملط ہو سکتے ہیں اور وہ عمل غیر صالح کو صالح و نافع سمجھ کر ادا کر سکتا ہے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ ﴾ (الکهف)

"کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو کہ اعمال میں بہت زیادہ خسارہ پانے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں"۔

کبھی رزق و مال کماتا ہے، اور اس کو حلال اور مفید سمجھتا ہے۔ درحقیقت وہ پلید اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان کے لئے نافع اور نقصان دہ، پاک اور پلید کے علم کے بغیر تمیز کرنا ممکن نہیں۔

اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بے شمار نصوص و دلائل ہیں جو کہ طلب علم کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اور اس شخص کی فضیلت بیان کرتے ہیں جو کہ طلب علم کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾﴾ (الزمر)

"کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت فقط عقلمند ہی لے سکتے ہیں"۔

تشریح

* عِلْمًا نَافِعًا، اس میں دلیل ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں:

① علم نافع اور ② علم غیر نافع

سب سے بڑا علم نافع وہ ہے جس سے انسان اپنے رب کا تقرب حاصل کرے۔ اور اس کے دین کی معرفت اور حق کے راستہ میں بصیرت حاصل کرے۔ اور اسی باب کے متعلق فرمان الٰہی پر غور کریں:

﴿... قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾﴾ (المائدۃ)

"تحقیق تمہارے پاس نور اور واضح بیان کتاب آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس شخص کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے، جو اس کی رضامندی چاہتا ہے۔

اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے، اور ان کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے"۔

لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے دن کے اوقات میں قرآن مجید سے تعلق رکھے۔ یعنی اس کے مُدَارَسَۃُ (ایک دوسرے کو پڑھانے) اور مذاکرہ (یعنی ایک دوسرے کو یاد کروانے یا نصیحت کرنے) کا اہتمام کرے، اور اسی طرح سنت نبوی ﷺ جو کہ قرآن مجید کی وضاحت کرنے والی اور اس کی دلالت اور مقاصد کی تشریح کرنے والی ہے۔

❁ رِزْقاً طَیِّباً، اس میں بھی اشارہ ہے کہ رزق کی بھی دو قسمیں ہیں:

پاک (حلال) اور پلید (حرام)

اللہ تعالیٰ طیب ہے اور فقط طیب (یعنی حلال) ہی قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اس بات کا حکم کیا ہے۔ جس کا حکم رسولوں کو دیا ہے۔

فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُوا۟ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ... ﴿٥١﴾ ﴾ (المؤمنون)

"اے رسولو! حلال کھاؤ اور عمل صالح کرو"۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ... ﴾ (البقرة ۱۷۲)

"اے ایمان والو! جو ہم نے آپ کو حلال رزق دیا ہے، اس سے کھاؤ"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو پاک چیزوں کو حلال کرنے اور خبیث اور ناپسندیدہ چیزوں کو حرام کرنے کے لئے بھیجا۔

فرمایا: ﴿ ... وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ ... ﴾ (الأعراف ۱۵۷)

"ان کے لئے اچھی چیزوں کو حلال اور بری اور گندی چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے"۔

لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ طیب اور حلال مال تلاش کرے اور خبیث اور حرام مال سے سختی کے ساتھ بچنے کی کوشش کرے۔

❁ عَمَلاً مُتَقَبَّلاً، اور ایک روایت میں "عَمَلاً صَالِحًا" ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ہر وہ عمل مقبول نہیں ہو سکتا، جو بندہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ بلکہ عمل وہ قبول ہوگا جو کہ صالح ہوگا۔ اور عمل صالح وہ ہے جو کہ فقط اکیلے اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے

اور رسول ﷺ کے طریقے اور سنت پر ہو۔ اسی لئے فرمایا:

﴿ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ...﴿٢﴾﴾ (الملك)

"جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا فرمایا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال والا ہے"۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی معنی میں کہتے ہیں: "یعنی تمہیں آزمائے کہ کون تم میں سے زیادہ خالص اور درست عمل والا ہے۔ خالص وہ ہے جو کہ فقط اللہ کے لئے ہو اور درست وہ ہے جو کہ نبی ﷺ کے طریقے پر ہو"۔ [1]

سو اس دعا میں زبردست فائدہ اور نفع ہے۔ یہ دعا ہر مسلمان کو نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے، ہر صبح کو پڑھنی چاہیئے اور دعا کے بعد عمل بھی کرنا چاہیئے اس طرح دعا اور اسباب کو جمع کرنا چاہیئے تاکہ ان عظیم بھلائیوں اور فضیلتوں کو حاصل کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی توفیق دینے والا، ہر خیر اور نیکی کے لئے مدد کرنے والا ہے۔

سولھویں دعا

بے شک ان عظیم اور جامع اذکار میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جسے ہر مسلمان کو صبح کے وقت ہمیشہ ادا کرنا چاہیئے:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

"ہم تسبیح بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی۔ اس کی حمد کے ساتھ، اس کی خلق کی تعداد کے برابر، اس کی رضا، اور اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر"۔

صحیح مسلم میں جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ صبح سویرے نمازِ فجر پڑھنے کے بعد میرے پاس سے گذرے۔ اور میں اپنی نماز کی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ پھر آپ ﷺ چاشت کے وقت کے بعد لوٹے اور میں اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھیں۔

---

[1] دیکھئے: الإخلاص والنية لابن أبي الدنيا (ص/٥٠، ٥١)، وأبو نعيم في الحلية (٨/٩٥).

آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا جب سے میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا، تم اسی حال پر یہیں بیٹھی ہوئی ہو؟"، میں نے کہا: "جی ہاں"۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں۔ اگر ان کا اس کے ساتھ موازنہ کیا جائے، جو تم نے صبح سے کہا ہے۔ تو اس سے بھی بھاری ہو جائیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ.[1]

لہٰذا یہ عظیم اور بابرکت ذکر ہے۔ جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بڑے اجر و ثواب والا ذکر ہے۔ جو کہ فقط "سُبْحَانَ اللهِ" کوئی مرتبہ ادا کرنے سے بھی فضل و اجر میں زیادہ ہے کیوں کہ جو ذکر ذاکر کے دل سے اس قدر معرفتِ الٰہی، تنزیہ باری تعالیٰ اور تعظیم سے ادا ہو وہ فقط "سُبْحَانَ اللهِ" کہنے سے بہت بڑا ذکر ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس قدر اور اتنی تعداد میں تسبیح کا مستحق ہے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ

"اے ہمارے رب، تیرے لئے ہی ہر تعریف ہے۔ آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے۔ اور اس کے سوا جو تو چاہے۔ اس کو بھرنے کے برابر"۔[2]

اس سے یہ مراد نہیں کہ بندہ اس قدر تسبیح کرتا ہے۔ کیوں کہ بندے کا فعل محدود ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ اس قدر تسبیح کا مستحق ہے۔[3]

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں موجود جلیل القدر فضائل اور عظیم معارف

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٧٢٦).

[2] دیکھئے: صحیح مسلم (٧٢٥، ٧٣٣، ٧٣٤، ٧٣٥، ٧٣٧)

[3] دیکھئے: مجموع الفتاوی (١٢/٣٣)

کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس کو ذکر مضاعف (یعنی اجر میں بہت بڑھا ہوا) ذکر کہا جاتا ہے اور یہ ذکر مفرد (یعنی جس میں اس قدر اور اس تعداد میں تسبیح و تنزیہ نہ ہو) اس سے ثناء اور تعریف میں بڑھ کر ہے۔ یہ بات اس ذکر کو سمجھنے سے ظاہر ہوتی ہے''۔

تشریح

❁ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، کے الفاظ میں انشاء اور اخبار (دونوں) کا معنی پایا جاتا ہے یعنی اس بات کی خبر دی جا رہی ہے کہ رب تعالیٰ، ساری مخلوق جو پیدا ہو چکی ہے اور پیدا ہونے والی ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس کی تعداد کے برابر تسبیح کا مستحق ہے۔

اسی طرح یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ رب تعالیٰ ہر شرک و عیب سے منزہ و پاک ہے اور اس کی تعظیم اور ثناء اس قدر زیادہ اور کثیر ہے کہ جس کو شمار کرنے والے کبھی بھی شمار نہیں کر سکتے۔

❁ اسی طرح فرمان نبوی ﷺ: ''وَرِضَا نَفْسِهِ'' بھی دو عظیم امور کا احاطہ کرتا ہے:

① ایک یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تسبیح عظمت اور جلالت میں اس کی رضا کے برابر ہے۔ جس طرح اس سے پہلے فرمایا کہ یہ تسبیح اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر ہے۔ کوئی شک نہیں کہ رضاءِ الٰہی ایسا امر ہے کہ جس کی عظمت و توصیف کی کوئی انتہاء نہیں اور تسبیح اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے۔ جو کہ تعظیم و تنزیہ پر مشتمل ہے۔

② دوسرا یہ کہ اوصاف کمال باری تعالیٰ اور اس کی صفات کی کوئی حد و انتہاء نہیں بلکہ وہ اس سے بھی عظیم اور اجل ہیں۔ تو اس کی ثناء بھی ویسی ہی ہو گی کیوں کہ وہ بھی اسی کے تابع ہے۔ اور یہ معنی پہلے معنی میں انشاء سے جڑی ہوئی ہے۔ اس کے برعکس معنی اول ثانی سے ملا ہوا نہیں ہے۔ اور جب اس کا احسان، ثواب، برکت اور خیر غیر متناہی ہے جو کہ اس کی رضا کے موجبات، اور ثمرات میں سے ہیں، تو رضا کی کیا صفت ہو سکتی ہے؟

❁ وِزِنَةَ عَرْشِهِ، اس میں عرش کا اثبات ہے اور اس کی اضافت رب سبحانہ و تعالیٰ کی طرف ہے اور یہ ثقیل (بھاری) ترین مخلوق ہے۔ کیوں کہ اگر کوئی چیز اس سے زیادہ وزنی ہوتی تو ضرور اس کے ساتھ تسبیح کا وزن کیا جاتا۔

پس پہلے جزء کے اندر تضعیف عدد اور مقدار کے لئے، دوسرے میں صفت اور کیفیت

کے لئے، اور تیسرے میں عظمت، ثقل اور عظمت مقدار کے لئے ہے۔

* مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، یہ تینوں اقسام پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ کلمات باری تعالیٰ کی سیاہی کی مقدار، صفت اور عدد کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُل لَّوْ كَانَ ٱلْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّى لَنَفِدَ ٱلْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّى وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِۦ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾﴾ (الکہف)

"کہہ دیجئے اگر سمندر میرے رب کے کلمات (کو شمار کرنے کے لئے) سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا، اس سے قبل کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں۔ اگرچہ ہم مدد کے لئے اتنا ہی اور لائیں"۔

اور فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِى ٱلْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَٰمٌ وَٱلْبَحْرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾﴾ (لقمان)

"روئے زمین کے تمام درخت اگر قلم ہو جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہو جائیں اور اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے"۔

اس کا معنی ہے کہ اگر سمندر کو سیاہی فرض کر لیا جائے اور زمین کے تمام درختوں کو قلم فرض کیا جائے، اور یہ قلم اس سیاہی سے لے کر لکھیں۔ تب بھی سمندر اور قلم ختم ہو جائیں گے۔ جبکہ رب تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

مقصود یہ ہے کہ زیر تشریح تسبیح میں وہ صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال ہیں جو کہ اس کو ساری تسبیحات سے افضل ترین واجب کرتی ہیں اور علماء کرام نے ان کلمات کے معانی کو سمجھنے اور اس کے دلالت کا استحضار کرنے اور ذہن میں ڈالنے کی تاکید کی ہے، اور بتایا ہے کہ جس انسان کے قلب میں ان کلمات کے معانی اور اس دلالت کا استحضار ہو گا، وہ اس شخص سے افضل ہو گا جس کو یہ چیز نصیب نہیں ہوئی ہے۔ اور اس ذکر کی اس میں تاثیر دوسروں سے بڑھ کر ہو گی"۔ [1]

جو شخص اس ذکر کو یا دوسرے اذکار کو معنیٰ اور دلالت کو سمجھے بغیر ادا کرتا ہے۔ اس

---

[1] دیکھئے: المنار المنیف (ص/۲۷، ۳۰).

میں ان اذکار کی تاثیر کیسے ہوگی؟ بہر حال ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ہر روز صبح کو اس مبارک ذکر کو پابندی سے ادا کرے اور اس کے معنی اور دلالت کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ اللہ اکیلا ہی توفیق دینے والا، مددگار اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

صبح کے وقت کی فضیلت اور برکت کا بیان

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابو وائل شقیق بن سلمہ الاسدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ: ”ہم ایک دن فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان کے دروازے پر سلام کہا تو ہمیں (اندر آنے کی) اجازت ملی۔ لیکن ہم تھوڑی دیر کے لئے دروازے پر ہی انتظار کے لئے رک گئے۔ اتنے میں لونڈی باہر نکلی اور کہا: آپ اندر کیوں نہیں آتے ؟ پھر ہم اندر گئے اور وہ بیٹھے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ کہا، آپ کو جب اجازت مل گئی تھی تو اندر آنے سے کس چیز نے روکا؟ ہم نے کہا: نہیں (ایسی کوئی بات نہیں تھی) لیکن ہمیں گمان ہوا کہ گھر والوں میں سے کوئی سویا ہوا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم آل ابن ام عبد کے متعلق غفلت اور سستی کا گمان کرتے ہو؟ (آل ام عبد سے انہوں اپنی ذات ہی مراد لی ہے کیوں کہ ام عبد ان کی والدہ اور بنو ہذیل قبیلہ سے تھیں اور وہ صحابیہ تھیں)۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اے باندی دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ باندی نے دیکھا تو ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ ابن مسعود پھر تسبیح پڑھنے لگے، یہاں تک کہ جب انہیں یقین ہو گیا کہ اب سورج طلوع ہو چکا ہو گا، تو کہا باندی دیکھو آفتاب نکل چکا ہے؟ باندی نے دیکھا تو سورج نکل چکا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَقَالَنَا يَوْمَنَا هٰذَا وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا

”ہر تعریف اللہ کے لئے ہی ہے کہ جس نے آج ہم سے در گذر کیا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا“۔ [1]

اس اثر (روایت) پر غور کرنے والے کو سلف صالحین خاص طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سرگرم زندگی، بلند ہمت اور وقت سے فائدہ اٹھانے کی ایک واضح صورت دکھاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اوقات اور ان کی اقدار کو سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی جانتے تھے کہ فاضل وقت کون سا ہے۔ اسی طرح وہ ہر وقت کو اس کا حق دیتے تھے۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (١/٥٦٤).

یہ وقت جس میں ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے، بڑا برکت والا اور انتہائی قیمتی وقت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نیکی اور خیر کے لئے محنت اور ہمت دکھانے کا وقت ہے۔ مگر بہت سے لوگ اس کو بے فائدہ صرف کر دیتے ہیں، اور اس میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں، اور اس کا مقام وقدر نہیں جانتے۔

اس طرح یہ وقت نیند یا سستی اور بے فائدہ امور میں ضائع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دن کی ابتداء اس کے جوبن کی طرح ہے، اور اس کی انتہاء بڑھاپے کی طرح ہے، اور جو شخص کسی کام کی ابتداء میں جوانی دکھلاتا ہے وہ اس کام کے کرنے میں جوان ہی رہتا ہے اس لئے کہ جو کام انسان سے صبح سویرے ہوتا ہے وہ ہی باقی دن میں اس پر حاوی رہتا ہے۔

چستی تو چستی ہی رہتی ہے، اور اگر سستی تو سستی ہی رہتی ہے۔ اور جو شخص دن کی باگ کو پکڑتا ہے (اور باگ اس کی ابتداء ہے) تو باقی سارا دن اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سلامتی سے گذرتا ہے، اور اس کو سارا دن نیکی اور خیر کے لئے مدد ہوتی ہے۔ اور برکت حاصل ہوتی ہے۔[1]

مثال مشہور ہے۔ تیرا دن تیرے اونٹ کے مثل ہے۔ اگر تو اس کے اول حصے کو پکڑے گا تو بقیہ حصہ تیرے پیچھے پیچھے آئے گا۔ اور یہی معنی جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گذشتہ اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ جب انہوں نے دن کے ابتدائی حصے کی ذکر الٰہی کے ساتھ حفاظت کر لی تو کہا "الحمد للہ" اللہ نے آج ہماری کوتاہیاں در گذر کر دیں، اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا۔

بلکہ اس وقت ذکر الٰہی پر مداومت سے انسان کو سارا دن ہمت، قوت اور چستی حاصل ہوتی ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دفعہ آیا۔ آپ نے فجر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد نصف النہار تک بیٹھ کر ذکر الٰہی کرتے رہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "یہ میری صبح کی غذاء ہے۔ اگر میں صبح کو اپنی یہ غذاء

---

[1] دیکھئے: مفتاح دار السعادۃ لابن القیم (۲/۲۱۶)۔

استعمال نہ کروں تو میری قوت ختم ہو جائے گی"۔ (۱)

٭ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے وقت میں اپنی امت کے لئے اللہ سے برکت کی دعا فرمائی ہے۔ ابو داؤد، ترمذی اور دارمی وغیرہ نے صخر بن وداعہ الغامدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا،

"یا اللہ میری امت کے لئے اس کی صبح کے وقت میں برکت عطا فرما"۔

آپ ﷺ جب بھی کوئی سریہ (فوجی دستہ) یا لشکر بھیجتے تو انہیں صبح سویرے ارسال فرماتے اور جناب صخر رضی اللہ عنہ تاجر تھے، اور اپنی تجارت (کے قافلے وغیرہ) صبح سویرے بھیجتے تھے۔ اس لئے ان کی تجارت میں بڑی برکت ہوئی، اور مال بڑھ گیا۔ (۲)

اس حدیث کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ان میں علی بن ابی طالب، ابن عباس، ابن مسعود، ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن سلام، نواس بن سمعان، عمران بن حصین، جابر بن عبد اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ صحابی شامل ہیں۔

اور اس وقت کی اہمیت، عظیم برکت اور کثرت خیر کی وجہ سے سلف صالحین اس وقت میں سونے اور اس کو سستی وغیرہ سے ضائع کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

٭ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "سلف صالحین کے یہاں نمازِ فجر کے بعد طلوعِ شمس تک سونا مکروہ تھا کیوں کہ یہ بڑی غنیمت اور فائدے کا وقت ہے اور (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے) چلنے والوں کے ہاں اس وقت میں چلنے میں بڑی بھلائی اور فضیلت ہے۔ اگرچہ وہ ساری رات چلے ہوں تب بھی وہ اس وقت طلوع آفتاب تک سونا پسند نہیں کرتے تھے کیوں کہ یہ دن کی ابتداء ہے اور رزق کے نازل ہونے، تقسیم خیر و بھلائی کے حصول اور برکت عام ہونے کا وقت ہے اور اسی سے دن پیدا ہوتا ہے اور باقی دن کا حکم اس حصہ کے حکم پر انحصار کرتا ہے۔ لہٰذا اس وقت میں اضطراری حالت کے سوا سونا نہیں چاہیئے"۔ (۳)

---

(۱) دیکھئے: الوابل الصیب (ص/۸۵ ـــ ۸۶).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح سنن أبي داود (۲۶۰۶)، وسنن الترمذي (۱۲۱۲).

(۳) دیکھئے: مدارج السالکین (۱/۴۵۹).

٭ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو صبح کے وقت سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: "کھڑے ہو جاؤ، کیا تم اس وقت سو رہے ہو جب رزق تقسیم ہو رہا ہے"۔ (۱)

٭ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نیند کی تین اقسام ہیں (یعنی رات کی نیند کے علاوہ):

(۱) نوم الخرق (جاہلوں کی نیند)

(۲) نوم الخلق (اہل اخلاق کی نیند)

(۳) نوم الحمق (احمقوں والی نیند)"۔ (۲)

سو "نوم الخرق" چاشت کے وقت کی نیند ہے۔ جب لوگ اپنے کام کاج کر رہے ہوتے ہیں، اور یہ سو رہا ہوتا ہے، اور "نوم الخلق" دوپہر کا قیلولہ ہے، اور "نوم الحمق" نماز کے وقت سونے کا نام ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "زاد المعاد" میں لکھتے ہیں: "صبح کے وقت سونا رزق سے محروم کرتا ہے۔ کیوں کہ یہ وہ وقت ہے جب مخلوق اپنا رزق تلاش کرتی ہے اور یہ رزق تقسیم ہونے کا وقت ہے۔ اس لئے اس وقت سونا محرومی کا سبب ہے اور اس وقت کی نیند بدن کے لئے نہایت ضرر رساں ہے کیوں کہ یہ جسم کو سست اور ڈھیلا کر دیتی ہے اور ان فضلات کے فساد کا سبب بنتی ہے جن کو ریاضت سے تحلیل کرنا چاہیئے۔ اس طرح یہ جسم میں ٹوٹ پھوٹ، سستی اور کمزوری پیدا کرتی ہے۔ پھر اگر صبح کو پاخانے، حرکت اور ریاضت اور معدہ کو کسی چیز سے مشغول کرنے سے قبل نیند کی جائے تو اس سے عضال کی بیماری پیدا ہوتی ہے جس سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں"۔ (۳)

یہی بات علامہ ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "الآداب الشرعية" میں لکھی ہے۔ (۴)

ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے ہدایت کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خیر کی توفیق اور منہج سلف کی پیروی عطا فرمائے۔

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد لابن القیم (۴/۲۴۱).

(۲) دیکھئے: الشعب للبیهقي (۴/۱۸۲)، الآداب الشرعية لابن مفلح (۳/۱۶۲).

(۳) دیکھئے: زاد المعاد (۴/۲۴۲).

(۴) دیکھئے: الآداب الشرعية (۳/۱۶۲).

سوتے وقت کے اذکار

رسول اللہ ﷺ رات کو بستر پر سوتے وقت ہمیشہ درج ذیل اذکار پڑھا کرتے تھے۔

پہلی دعا

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: ”نبی کریم ﷺ ہر رات کو جب اپنے بستر پر آتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کرتے، پھر ان میں سورت قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر پھونکتے۔ پھر جتنا ہو سکتا اپنے بدن پر ہاتھ پھیرتے، اپنے سر اور چہرہ مبارک اور سامنے کے بدن سے ابتداء کرتے آپ اس کو تین مرتبہ دہراتے تھے“۔[1]

یہ عظیم تعوذ انسان کے لئے بچاؤ ہے۔ اور اس کو پڑھنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیند میں کوئی مکروہ چیز، یا کوئی شر اور ایذاء رساں چیز یا خونخوار حشرات نقصان نہیں دیں گے کیوں کہ نیند کے وقت انسان کی طرف آنے والی ہر چیز اور جو کچھ بھی اس سے ہوتا ہے اس سے غافل ہوتا ہے۔ جب انسان سوتے وقت اس عظیم ورد کو ادا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت، کفایت اور بچاؤ کا عمل ہوتا ہے۔ اور صبح ہونے تک اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے۔

اور اس سے اس بات کی بڑی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ مسلمان روزانہ رات کو بستر پر سوتے وقت اس ذکر کو ادا کرے تاکہ اس حفاظت کو حاصل کر سکے اور اس کی نگہبانی ہو۔

رسول ﷺ اس ورد کی نہایت سختی کے ساتھ پابندی فرماتے اور رات کو کبھی بھی

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٥٠١٧) وصحيح مسلم (٢١٩٢).

ترک نہیں کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ اس دعا پر ہمیشگی کے ساتھ عمل کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض روایات میں ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ بیمار ہو گئے تو مجھے حکم کرتے کہ میں آپ پر یہ دم کروں۔[1]

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ اپنی اس بیماری کے دوران جس میں آپ وفات پاگئے، معوذات (یعنی مذکورہ سورتیں) پڑھ کر خود پر دم کیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو میں ان معوذات سے آپ ﷺ پر دم کرتی تھی۔ لیکن خود آپ ﷺ کے ہاتھوں سے ہی۔ ان کی برکت کی وجہ سے آپ پر پھیرتی تھی۔[2]

اس طرح آپ ﷺ شدید مرض اور تکلیف کے باوجود ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دم کرواتے تھے۔

تشریح

* كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، یعنی جب بستر کی طرف آتے اور اس پر سوتے اور اسی سے "الماوی" ہے یعنی وہ جگہ جہاں انسان لوٹ کر آتا ہے اور ٹھہرتا ہے۔
* كُلَّ لَيْلَةٍ، اس میں دلیل ہے کہ آپ ﷺ اس ورد پر ہمیشگی کرتے تھے اور ہر رات ادا کرتے تھے۔
* جَمَعَ كَفَّيْهِ، یعنی دونوں ہاتھوں کو ملاتے اور ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتے اور ان کو چہرے کی طرف سے کھلا رکھتے تھے تاکہ سیدھا ان میں دم کر سکیں۔
* ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا، یعنی دونوں ہاتھوں کے اندرونی حصے میں پھونکتے تھے اور نَفَث، نَفَخ یعنی پھونک کے معنی میں ہے اور یہ تفل سے کم ہے، تھوڑی سی ریق کے ساتھ منہ سے ہوا نکالنے کو تفل کہتے ہیں۔

یہ بات خاص طور پر ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ چہرے اور بدن پر مسح کرنا اس

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٥٧٤٧).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٥٧٥١).

دعا اور اسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔ ہر ذکر اور دعا کے بعد جسم اور منہ کا مسح کرنا علی العموم ثابت نہیں ہے اور آپ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''آپ ﷺ کا چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرنا فقط ایک یا دو احادیث میں آیا ہے اس لئے (عموم کے لئے) کوئی دلیل نہیں ہے''۔ (1)

❁ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ، اپنے سر اور چہرۂ مبارک اور سامنے کے بدن سے ابتداء کرتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ مسلمان اپنے اوپر کے حصے سے شروعات کرے۔ اور اپنے سر اور چہرے اور جو اگلا حصہ ہے۔ اس کا مسح کرے، اور پھر پیچھے تک (اور نیچے تک) مسح کرے۔

مسنون عمل یہ ہے کہ ہر مسلمان اس کو رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے تین مرتبہ دہرائے اور ان تین سورتوں میں سے پہلی سورت ''سورۃ اخلاص'' اللہ تعالیٰ کی وصف کے متعلق ہے بلکہ رب ذوالجلال والاکرام کی صفت کے بیان کے لئے خالص کی گئی ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام ''سورۃ اخلاص'' رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ سورت توحیدِ ربوبیت اور الوہیت کو فقط اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنے پر مشتمل ہے۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کون ہے؟ اور وہ اس کے جواب میں فقط اس سورت کی تلاوت کرتا ہے۔ تب بھی جواب کافی اور وافی ہو گا۔

❁ ﴿ أَحَدٌ ﴾، کمال و جلال سے متفرد ذات سے عبارت ہے۔ جس کے نام بہت اچھے ہیں، صفات کاملہ اور عالیہ ہیں۔ افعال مقدس اور عظیم ہیں کہ جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں ہے۔

❁ ﴿ ٱلصَّمَدُ ﴾، وہ ذات ہے جس کا تمام حاجات میں قصد کیا جاتا ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی والے اس کے نہایت ہی محتاج ہیں۔ اسی سے اپنی حاجات کا سوال کرتے ہیں اور اپنی ضروریات کے بارے میں اس کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اپنی تمام اوصاف میں عظیم اور کامل ہے۔

---

(1) دیکھئے: الفتاوی (۱۲/۵۱۹)۔

- اس کے کمال سے یہ بھی ہے کہ﴿ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴾نہ اس نے کسی کو جنا ہے، اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے۔ کیوں کہ اس کو ذرہ برابر بھی کسی کی پرواہ اور ضرورت و محتاجی نہیں ہے۔
- ﴿ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ﴾ اور اس کے برابر کوئی بھی نہیں ہے۔ نہ اپنے ناموں میں اور نہ اوصاف اور افعال میں تبارک وتعالیٰ۔
- معوذتان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے تمام شرور اور آفات سے پناہ مانگی گئی ہے اور سورت فلق میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:﴿ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴾

یعنی "فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى وَفَالِقُ الاصباح" دانے اور گٹھلی اور صبح کو پھوڑنے والے کے توسل سے تعوذ کیا گیا ہے۔

- ﴿ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴾، یعنی ساری مخلوق جن، انسان، حیوان وغیرہ کے شر سے رب تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ اس عموم کے بعد رب تعالیٰ نے خاص ذکر فرمایا اور فرمایا:
- ﴿ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴾، یعنی جو بھی دورانِ رات ہوتا ہے اس کے شر سے بھی پناہ طلب کی گئی ہے، جب انسان سو جاتے ہیں اور اس دوران کئی شریر ارواح اور موذی حیوانات پھیل جاتے ہیں۔
- ﴿ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ ﴾، یعنی وہ جادوگرنیاں جو اپنے جادو کو چلانے کے لئے گرہوں میں پھونکتی ہیں۔
- ﴿ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾حاسد وہ ہے جو جس سے حسد کرتا ہے، اس کی نعمت کے زوال کی تمنا کرتا ہے اور اس میں نظر بد لگانے والے بھی آجاتے ہیں کیوں کہ نظر کسی حسد کی وجہ سے ہی لگتی ہے۔ لہٰذا یہ سورت سارے شرور سے عموماً و خصوصاً تعوذ حاصل کرنے پر مشتمل ہے۔

سورۃ الناس میں لوگوں کے رب، مالک، معبودِ حقیقی کی ذات سے اس شیطان مردود سے پناہ طلب کی گئی ہے جو کہ سارے شرور کی جڑ، مادہ اور ہر شر کے ابتدا اور پھیلنے کی اساس ہے۔[1]

---

[1] دیکھئے: تفسیر السعدي رحمه الله (ص/۹۳۷، ۹۳۸).

اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ وہ روزانہ ہر رات کو ان تینوں سورتوں کو اپنے بستر پر آتے وقت رسول ﷺ کے طریقہ کے مطابق پڑھے تاکہ اسے اللہ کی طرف سے حفاظت، رعایت (نگہبان) اور کفایت حاصل ہو۔ سکون کی نیند سو جائے اور اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے۔

دوسری دعا

آیت الکرسی ان عظیم اذکار میں سے ہے جن کو روزانہ رات کو سوتے وقت پڑھنا ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے۔ آیت الکرسی قرآن شریف میں سب سے عظیم آیت ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے اور جو بھی شخص بستر پر آتے وقت اس کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی صبح تک حفاظت کے لئے (فرشتے کو) محافظ مقرر فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب بھی نہیں آئے گا۔

صحیح بخاری میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان شریف کی زکاۃ (یعنی صدقۃ الفطر) کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا۔ پھر ایک شخص آیا اور طعام (یعنی کھانے کی اشیاء) سے ہتھیلیاں بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم میں ضرور تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں اور میرا اعیال بھی ہے اور مجھے شدید ضرورت بھی ہے۔ مجھے اس پر رحم آگیا۔ لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟"، میں نے کہا: "اللہ کے رسول اس نے سخت محتاجی اور عیال کی شکایت کی، اس لئے مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نے تیرے ساتھ جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ دوبارہ آئے گا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا تھا۔ میں اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ وہ پھر آیا اور اناج سے مٹھیاں بھرنے لگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آگے حدیث بیان کی اور کہا: میں نے اسے تیسری بار پکڑ لیا اور کہا: اللہ کی قسم میں ضرور تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ یہ تیسری بار ہے کہ تو کہہ رہا ہے کہ دوبارہ نہیں آئے گا اور تو ہر دفعہ پھر آجاتا ہے۔ اس نے کہا: "تو مجھے چھوڑ دے، میں تجھے ایسے کلمات سکھلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان سے نفع دے گا"۔

میں نے کہا وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا تو جب بھی اپنے بستر پر سونے کے لئے آئے تو آیت الکرسی ﴿ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ اَلْقَيُّوْمُ ﴾(البقرة: ٢٥٥) آخر تک پڑھا کر تو تیرے لئے اللہ کی طرف سے محافظ مقرر ہوگا۔ اور صبح تک کوئی بھی شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا: تمہارے قیدی نے رات کو کیا کیا؟ میں نے کہا: اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھلاتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا۔ اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا وہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے کہا: اس نے بتایا کہ تو جب بھی اپنے بستر پر سونے کو آئے تو آیت الکرسی اول سے آخر تک پڑھ۔ اور اس نے مجھے یہ بھی کہا کہ اللہ کی طرف سے مسلسل تجھ پر محافظ مقرر رہے گا اور صبح ہونے تک کوئی بھی شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر اور بھلائی کی بہت ہی زیادہ طمع کرنے والے تھے)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے، حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہیں معلوم ہے تم تین راتوں سے کس کے ساتھ مخاطب ہو رہے تھے؟ میں نے کہا: ''نہیں''، فرمایا: ''وہ شیطان تھا''۔ [1]

تشریح

* اس حدیث سے اس آیت کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شیطان سے بچنے کے لئے یہ انتہائی پُر اثر ہے۔ جو اس کو سوتے وقت پڑھے گا اس کی حفاظت اور کفایت کی جائے گی اور صبح ہونے تک شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا۔ یہ اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ کی توحید، تمجید اور تعظیم بیان ہوئی ہے اور اس کا کمال و جلال کے ساتھ متفرد ہونا بھی جو کہ اس کو پڑھنے والے کے لئے حفاظت اور کفایت کو واجب کرتا ہے۔ اور اس آیت عظیمہ کے سیاق و سباق میں پانچ اسماء حسنیٰ اور بیس سے زائد صفات کریمہ ہیں۔ اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ساتھ متفرد ہونے اور اس کے سوا ہر ایک کی الوہیت کے بطلان کے ساتھ ہوئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وہ کامل حیات بیان کی گئی ہے

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٢٣١١).

کہ جس کو کبھی زوال نہیں آئے گا اور یہ کہ رب تعالیٰ قیوم ہے، یعنی وہ بذات خود قائم ہے اور اپنی مخلوق کے امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ اس کے بعد اس کا صفات النقص والعیوب مثلاً اونگھ اور نیند سے منتزہ اور پاک ہونا بیان ہوا ہے۔ اور یہ کہ اس کی بادشاہی وسیع ہے، اور زمین و آسمان کے مابین جتنی مخلوقات ہیں وہ سب اس کے بندے اور غلام ہیں، اور اس کے کنٹرول اور سلطنت میں داخل ہیں۔ اس کے بعد رب تعالیٰ نے اپنی عظمت بیان کی ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔ اس میں رب تعالیٰ کی صفت علم بیان ہوئی ہے۔ اور اس کا علم ہر معلوم کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو ہو چکی ہے اور جو نہیں ہوئی۔ کہ اگر ہوتی تو کیسے ہوتی اور اس آیت میں رب تعالیٰ کی عظمت کا اس کی مخلوق کی عظمت کے ذریعے سے بیان ہوا ہے۔ کیوں کہ کرسی جو اس کی مخلوق ہے اور وہ آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ تو خالق جلیل اور رب عظیم کی کیا شان ہو سکتی ہے۔ اور اس میں رب تعالیٰ کی عظیم قدرت کا بیان ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں ہے۔ اور نہ اس کے لئے مشکل ہے، اور اس کے بعد آیت کا خاتمہ دو عظیم ناموں سے ہوا ہے اور وہ ہے "الْعَلِّي الْعَظِيْم"، ان اسماء میں رب تعالیٰ کے لئے علو کا اثبات ہے۔ یعنی علو ذاتی (ذات کے اعتبار سے)، قدری (قدر کے اعتبار سے) اور قہری عظمت (قہاریت کے اعتبار سے) کا اور اس بات کا بھی اثبات ہے کہ عظمت و جلال کے تمام معانی اس کے لئے ہیں اور اس کے سوا کوئی بھی تعظیم، تکبیر اور اجلال کا مستحق نہیں ہے۔

لہٰذا یہ عظیم آیت ہے جس میں جلیل القدر معانی، گہری اور پر اثر دلالات اور معارف ایمانیہ ہیں جو کہ اس آیت کی عظمت اور جلالت شان پر دلالت کرتے ہیں۔

❁ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ یہ آیت قرآن کی سب سے عظیم آیت ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ: "نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "اے ابو المنذر! کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟"، کہا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں"۔ پھر آپ ﷺ نے بار بار پوچھا؟، تو انہوں نے کہا: "یہ آیت الکرسی ہے: ﴿ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾، آپ ﷺ نے فرمایا: "ابو المنذر تمہارے لئے علم آسان ہو"۔[1]

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۸۱۰)۔

تیسری دعا

بستر پر لیٹتے وقت سورت کافرون پڑھنا بھی مستحب ہے اور اس کو آخر میں پڑھنا چاہیئے۔ کیوں کہ اس میں شرک سے براءت کا اظہار ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فروہ بن نوفل الاشجعی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ان کے والد نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "نبی علیہ السلام نے مجھے ام سلمہ کی بیٹی دی، اور فرمایا: "آپ نے اس کی پرورش کرنی ہے"، نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ٹھہر گیا جتنا اللہ نے چاہا، پھر میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا، تو آپ علیہ السلام نے پوچھا: "اس بچی کا کیا ہوا؟"، میں نے کہا: وہ اپنی ماں کے پاس ہے۔ فرمایا: "پھر کیسے آنا ہوا؟"، میں نے کہا: "مجھے ایسی دعا سکھائیں جو میں سوتے وقت پڑھوں"۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "سوتے وقت ﴿قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ پڑھا کرو اس کے بعد سو جایا کرو کیوں کہ اس میں شرک سے براءت ہے"۔[1]

اس حدیث نے اس سورت کی فضیلت اور سوتے وقت اس کی قرآت کی فضیلت واضح کی ہے اور اس میں اس سورت کے خاتمہ پر سو جانے کی ترغیب ہے۔ تاکہ سوتے وقت آخر میں توحید کا اعلان اور شرک سے برأت ہو۔ کوئی شک نہیں کہ جو شخص اس کو پڑھتا ہے اور اس کے مدلول ومفہوم کو سمجھتا ہے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرتا ہے تو وہ ظاہراً وباطناً شرک سے بری ہو جاتا ہے۔ سلف صالحین میں سے بعض اس سورت کو مقشقشہ کا نام دیتے تھے۔ کہا جاتا ہے قشقش فلان، یعنی فلاں بیماری سے صحت یاب ہو گیا۔ لہٰذا یہ سورت پڑھنے والے کو شرک سے سلامت وصحت یاب کرواتی ہے۔

اس سورت کو اور ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ کو سورت اخلاص کہا جاتا ہے کیوں کہ ان دونوں میں توحید کی دونوں اقسام یعنی توحید علمی اور توحید عملی کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیا گیا ہے۔

رسول اللہ علیہ السلام ان دونوں سورتوں کو فجر کی سنتوں میں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح ان دونوں کی قرآت سے دن کے عمل کا افتتاح کرتے تھے۔ اسی طرح مغرب کی

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے دیکھئے: صحیح الترغیب (٦٠٤) المسند (٥/٤٥٦)۔

سنتوں میں بھی پڑھتے تھے۔ اس طرح ان دونوں سے دن کے عمل کا اختتام کرتے تھے۔ وتر میں بھی یہی دونوں سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح رات کے عمل کا خاتمہ بھی ان کے ساتھ کرتے تھے۔ پیچھے حدیث گذری ہے کہ آپ ﷺ سوتے وقت سورت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ پڑھتے تھے اور نوفل اشجعی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں سورت کافرون کو سوتے وقت پڑھنے کی ترغیب ہے۔ اس طرح آپ ﷺ ان دونوں سورتوں کے خاتمے پر ہی سوتے تھے۔

تیسری دعا

سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات کو ہر رات پڑھنے کی ترغیب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ بِالآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ البَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ.

"جو بھی شخص سورت البقرہ کی آخری آیات کو رات کے وقت پڑھے گا تو اس کے لئے کافی ہوں گی"۔ (1)

حدیث نبوی میں جن دو آیات کو رات کے وقت پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی وہ یہ ہیں:

﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ﴿285﴾ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ۖ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿286﴾﴾ (البقرة)

"ایمان لائے رسول (ﷺ) اس (ہدایت) پر جو کہ اتاری گئی ان کی طرف، ان کے رب کی جانب سے، اور سارے مسلمان بھی، (یعنی وہ) سب بھی ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، (اس بنیاد پر کہ) ہم اس کے رسولوں میں کسی بھی طرح کی کوئی تفریق نہیں کرتے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا (اپنے رب کے

---

(1) دیکھئے صحيح البخاري (٥٠٠٩)، وصحيح مسلم (٨٠٨).

اوامر وارشادات کو) اور مان لیا (صدق دل سے اس کے فرامین کو)۔ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب، اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے (سب کو) اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی (طاقت و) گنجائش کے مطابق، ہر شخص کو پھل ملے گا اس کی اس نیکی کا جو اس نے کمائی، اور اسی پر پڑے گا وبال اس کی اس برائی کا جو اس نے سمیٹی، اے ہمارے رب، ہماری گرفت نہیں فرمانا اس بھول یا چوک پر، جو ہم سے سرزد ہو جائے، اے ہمارے رب، ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہیں ڈالنا، جیسا کہ تو نے ان لوگوں پر ڈالا ہے جو گزر چکے ہیں ہم سے پہلے (ان کے تمرد اور سرکشی کی بناء پر)۔ اے ہمارے رب ہم سے بوجھ نہیں اٹھوانا جس (کو اٹھانے) کی ہمیں طاقت نہیں، ہمیں معاف فرمادے، ہماری بخشش فرمادے، اور ہم پر رحم فرما، کہ تو ہی ہے ہمارا مالک (اور کارساز) پس مدد فرما ہماری کافر لوگوں کے مقابلے میں"۔

تشریح

٭ یہ دونوں عظیم آیات ہیں۔ پہلی آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور ہر اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جن پر ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان ساری باتوں میں فرماں برداری اور اطاعت کرتے ہیں جن کا وہ ان کو حکم کرتا ہے، اور یہاں رب تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتب و رسل پر ایمان لاتے ہیں اور یہ بات ان تمام مذکورہ باتوں پر ایمان لانے پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی بابت خبر دی ہے۔ اور جو اس کی صفاتِ کمال اس کے رسل علیہم السلام نے بتائی ہیں اور یہ کہ وہ تمثیل و تعطیل اور جمیع صفاتِ نقص سے پاک اور منزہ ہے۔ اور یہ ملائکہ کرام پر ایمان لانے اور اس سب پر ایمان رکھنے پر مشتمل ہے جو ان کے بابت وحی الٰہی میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ان کے اسماء، اوصاف، اعداد اور وظائف (یعنی ذمہ داریاں)۔ اور سارے پیغمبروں پر اور جو ان پر کتب نازل ہوئی ہیں۔ ان پر ایمان رکھنے کو لازم قرار دیتی ہے، اور اخبار، اور اوامر و نواہی وغیرہ جن پر وہ کتب مشتمل ہیں۔ ان پر ایمان لانے کو بھی ضروری قرار دیتی ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسل علیہم السلام کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ بلکہ سب پر ایمان لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یا اللہ جس بات کا تو نے حکم دیا ہے، اور جس سے روکا ہے اس کو ہم نے سنا اور اس میں تیری

اطاعت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی بخشش طلب کرتے ہیں، اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے، اور وہ ان کی نیکیوں اور برائیوں کا بدلہ دے گا۔ اور یہ پہلی آیت کے مدلول کا خلاصہ ہے۔

٭ دوسری آیت میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا اور سخت مشقت سے ادا ہونے والے فعل کا بھی حکم نہیں دیتا۔ بلکہ ان کو اس کام کی تکلیف دی ہے، جس میں ان کے ارواح کی غذا اور ان کے بدن کی دواء ہے۔ اور ان کے قلوب کی اصلاح اور ان کے دلوں کا تزکیہ ہے۔

٭ اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر انسان نے جو نیکی اور برائی کی ہے اس کا اسے بدلہ ملے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے ایمان کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سنتے اور عمل کرتے ہیں اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور انسان اپنی کوتاہی، خطا اور نسیان کا نشانہ بنتا ہے۔ تو یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

٭ اہل ایمان کے بارے میں بتایا کہ وہ یہ دعا مانگتے ہیں:

﴿... رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ...﴾ (البقرۃ)

"اے ہمارے رب اگر ہم خطاء کر جائیں یا بھول جائیں تو ہماری پکڑ نہ کرنا"۔

اس کے علاوہ اور بھی دعائیں قرآن مجید میں آئی ہیں۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "نعم"، یعنی: "ہاں میں نے دعا قبول کر لی"۔[1]

٭ اسی طرح دونوں آیات کریمہ اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ مومنین اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کی اطاعت اور بندگی میں داخل ہیں۔ اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہیں اور اس کی مغفرت کی طرف اضطرار اور عاجزی و گریہ وزاری کرتے ہیں۔ اس بات کا بھی

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۱۲۵)۔

اعتراف کرتے ہیں کہ ان سے باری تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی ہوئی ہے اور یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ وہ ایک دن اس کی طرف لوٹ کر آئیں گے، اور وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے عفو (معافی)، مغفرت، رحمت اور دشمنوں پر مدد کا سوال کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ عظیم صفات ہیں جو کہ ان افراد کے کامل ایمان، اور اللہ تعالیٰ کی سچی فرماں برداری پر دلالت کرتی ہیں۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ حدیث میں فرمایا کہ: ”جو بھی ان دونوں آیات کو پڑھے، اس کے لئے یہ کافی ہوں گی“۔

٭ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس کا مطلب ہے کہ یہ دونوں آیات انسان کے لئے اس رات کو تہجد سے کفایت کریں گی۔ یا اسے قرأت قرآن کے بجائے کافی ہوں گی، یا اعتقاد سے متعلق کفایت کریں گی کیوں کہ یہ دونوں آیات ایمان واعمال پر اجمالاً مشتمل ہیں یا اسے برائی اور ناپسندیدہ چیز سے بچائیں گی، یا شیاطین کے شر سے یا جن وانس کے شر سے کفایت کریں گی، یا جو اسے دیگر نیکیوں سے ثواب ملتا اس کے بجائے کافی ہوں گی“۔

ان سارے امور کو مراد لینے سے کوئی مانع نہیں ہے اور اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے جو علم المعانی والبیان میں مقرر ہے کہ متعلق کا حذف عموم کا فائدہ دیتا ہے گویا کہ فرمایا: ” اس کے لئے ہر شر سے اور ہر اس چیز سے کافی ہوں گی جس سے وہ ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بڑا وسیع ہے“۔[1]

٭ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی اختیار کیا ہے کہ موذی چیز کے شر سے بچنے کے لئے اس کو کفایت کریں گی۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ”الوابل الصیب“ میں لکھتے ہیں: ”الصحیح أن معناها،كفتاه من شرما يؤذيه، وقيل كفتاه من قيام الليل، و ليس بشيئ“، ”اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ یہ دونوں آیات اس کے لئے ایذاء رساں چیز کے شر سے کافی ہوں گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیام الیل (تہجد) کی بجائے کافی ہوں گی، لیکن یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے“۔

---

[1] دیکھئے: تحفة الذاكرين (ص/۹۹).

بہر حال ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان دونوں آیات کی قرأت ہر رات کرے تاکہ موذی چیزوں کے شر سے پناہ میں رہے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں کسی بھی عقلمند کو جس کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی ہو، درست نہیں سمجھتا کہ آیت الکرسی اور سورت البقرہ کی آخری دو آیات کو پڑھنے سے پہلے سو جائے کیوں کہ یہ عرش کے نیچے خزانہ سے ہیں"۔ (۱)

☆ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً کئی احادیث میں ثابت ہے کہ سورت البقرہ کی مذکورہ دو آیات عرش کے نیچے خزانے سے ہیں۔ مسند احمد میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُعْطِيتُ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ،

یعنی "یہ آیات مجھے عرش کے نیچے خزانے سے ملی ہیں"۔ (۲)

☆ ان آیات کی فضیلت میں صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: "جبریل علیہ السلام ایک دفعہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اوپر سے چرچراہٹ (چیخنے) کی آواز سنی تو اوپر سر اٹھایا اور فرمایا: "(آسمان کا) یہ دروازہ آج کھلا ہے اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا اور یہ کہ جو فرشتہ زمین پر اترا ہے وہ آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں اترا"۔ اس فرشتے نے سلام کیا اور عرض کی: "(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو دو نور کی بشارت ہو جو آپ کو عطا کئے جائیں گے اور یہ دونوں آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ یعنی سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات، آپ اس سے جو بھی حرف پڑھیں گے تو آپ کو اس کا مطلب دیا جائے گا"۔ (۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سورت البقرہ کی آخری دو آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی ہیں۔ جہاں سے اس سے پہلے کسی نبی کو کچھ نہیں ملا۔ جو شخص ان آیات میں تدبر و غور کرے گا اور ان میں موجود دین کے حقائق، ایمان کے پانچ بنیادی ارکان اور اہل باطل پر رد کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو اس کے لئے یہ

---

(۱) دیکھئے: الدعا للطبراني (۲۵۰) تفسير ابن كثير (۵۰۷/۱)، الأذكار للنووي (ص/۸۹) بلفظ آخر وقال: "إسناده صحيح على شرط البخاري ومسلم".

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (۱۰۶۰) المسند (۱۸۰/۵).

(۳) دیکھئے: صحيح مسلم (۸۰۶).

علم مبارک ہے"۔ (۱)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ان دونوں آیات کو حفظ کرنے، قراءت کرنے اور تدبر و تحقیق کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس عمل کی اور ہر نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

چوتھی دعا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے چند عظیم آداب اور اچھے کام بتائے ہیں۔ جن پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے کئی بہترین آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً میٹھی نیند، سکون، شرور اور آفات سے محفوظ رہنا، صبح کے وقت اچھی اور خوش طبیعت، بڑی ہمت اور خیر و نشاط کے ساتھ اٹھنا۔

ان آداب وافعال میں سے چند وہ بھی ہیں جو صحیحین میں منقول ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تم جب بھی اپنے بستر پر آو تو پہلے نماز کے وضو کی طرح وضو کرو، پھر اپنی دائیں کروٹ لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ،

[فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ وَأَنْتَ عَلَى الفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ مِنْ آخِرِ كَلَامِكَ، قال: فَرَدَدْتُهُنَّ لِأَسْتَذْكِرَهُنَّ فَقُلْتُ: آمَنْتُ بِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، قَالَ: لَا، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ].

"یا اللہ میں نے خود کو تیرے حوالے کیا اور اپنی توجہ تیری طرف کی اور اپنے معاملات کو تیرے سپرد کیا اور رغبت وخوف سے تیری طرف پناہ کے لئے مضطر ہوا، اور تیری پکڑ سے

---

(۱) دیکھئے: مجموع الفتاوی (۱۴/۱۲۹)۔

تیرے سوا نہ کوئی پناہ دے سکتا ہے اور نہ کوئی نجات دے سکتا، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی ہے۔ اور اس نبی پر بھی جس کو تو نے ارسال فرمایا ہے"۔

فرمایا: "پھر اسی رات اگر تمہیں موت آجائے تو تم فطرت پر مرو گے اور اس دعا کو آخر میں پڑھا کرو"۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اس کو یاد کرنے کے لئے کئی بار دوہرانے لگا اس دوران میں نے کہا: "آمَنْتُ بِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ"، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں! کہو وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ"۔[1]

اس عظیم حدیث میں چند آداب کا ذکر ہے۔ جن کی مسلمان کو سوتے وقت حفاظت کرنی چاہئے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "بستر پر آنے سے پہلے وضو کرلو تاکہ سوتے وقت کامل طہارت کی حالت میں ہو"۔ یعنی طہارت سے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی طہارت کی حالت میں کرو اور ذکر الٰہی کے لئے وضو سے ہونا مسلمان کی کامل حالت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ وہ اپنی دائیں کروٹ پر سوئے اور یہ نیند کے وقت مسلمان کی کامل حالت ہے۔ پھر فرمایا اسی حالت میں اپنے رب کے ساتھ اس دعا کے ساتھ سرگوشی (مناجات) کرے۔

مسلمان کو چاہئے کہ سوتے وقت کی دعاؤں اور اذکار کے معانی پر غور و فکر کرے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرے تاکہ اس کا اپنے رب کے ساتھ مناجات کرنا زیادہ کامل اور مفید ہو اور جب ہم اس عظیم دعا پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا جلیل القدر معانی اور عظیم مقاصد پر مشتمل ہے۔ جن کا مسلمان کو سوتے وقت ذہن میں لانا ضروری ہے۔

تشریح

❁ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، یعنی یا اللہ میں بہت ہی خوش ہوں کہ میرا نفس تیری مشیت کے تحت ہے، اور تو جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے یعنی چاہتا ہے تو اس کو قبض کرلیتا ہے اور چاہتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ کیوں کہ وہ تو ہی ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں۔ سارے بندوں کی پیشانیاں تیری قضاء و قدر کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ ان کے بارے میں تو جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور تیری

---

[1] دیکھئے: صحیح البخاري (٦٣١١)، وصحیح مسلم (٢٧١٠).

قضاء اور حکم کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

* وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، یعنی میں نے اپنے تمام کام تیرے سپرد کئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور مکمل توکل کا اظہار ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر بندے کے لئے کوئی حرکت وقوت نہیں ہے۔

* وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، یعنی میں نے اپنی پیٹھ کے لئے تیری حفاظت ورعایت کا سہارا لیا ہے۔ کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ تیرے سوا کوئی سہارا نہیں جس سے تقویت حاصل ہو اور کسی کو تیرے سوا کوئی بچا نہیں سکتا۔

اس میں اشارہ ہے کہ بندہ اپنے ہر کام میں، نیند میں، جاگنے میں، حرکت وسکون میں، اور اپنی ہر حالت میں، اپنے رب کا محتاج ہے۔

* رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، یعنی میں نے جو کچھ کہا ہے یہ امید اور خوف سے کہا ہے۔ تیرے وسیع فضل اور عظیم انعام کے لئے رغبت اور شوق رکھتے ہوئے، اور تیری ذات سے اور ہر اس کام سے ڈرتے ہوئے، جو مجھے تیرے غصہ کا شکار بنادے۔

اور یہی انداز انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کا ہے کہ وہ دعامیں امید وخوف دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿...إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾﴾ (الأنبياء)

”بے شک وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف سے پکارتے تھے، اور ہم سے ڈرنے والے تھے“۔

* لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، یعنی ”تیری عقوبت اور پکڑ سے پناہ اور بھاگنے کی جگہ اور چھٹکارا نہیں مل سکتا، سوائے تیری طرف جلدی سے لوٹ آنے، عاجزی کرنے اور تیرے اوپر ہی بھروسہ کرنے سے پناہ مل سکتی ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ...﴾ (الذاریات: ٥٠)

”پس تم اللہ کی طرف دوڑو بھاگو (یعنی رجوع) کرو“۔

اور فرمایا: ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿١١﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ﴿١٢﴾﴾ (القيامة)

"نہیں نہیں کوئی پناہ گاہ نہیں، آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرار گاہ ہے"۔

* آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، یعنی میں تیری نازل کردہ کتاب قرآن مجید پر ایمان لایا ہوں کہ جس کے نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے باطل آسکتا ہے۔ حکمت والے، حمد کئے ہوئے (رب العالمین) کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ میں یہ مانتا اور اقرار کرتا ہوں کہ یہ کتاب قرآن مجید تیری وحی ہے۔ اس کو تو نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور اسی طرح میں تیرے نبی محمد ﷺ کو مانتا ہوں جس کو تو نے ارسال فرمایا ہے۔ اور وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ میں ان پر ایمان لایا ہوں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر بھی، اور وہ محض خواہش سے نہیں بولتے، یہ فقط وحی ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو کچھ بھی آپ ﷺ لائے ہیں وہ سچ اور حق ہے۔

* الَّذِي أَرْسَلْتَ، "جس پیغمبر کو تو نے بھیجا ہے"، یعنی "ساری مخلوق کی طرف بشیر (خوشخبری دینے والا)، نذیر (ڈرانے والا) بنا کر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر، پھر آپ ﷺ نے پیغام رسالت پہنچایا اور امانت ادا کی اور امت کے ساتھ خیر خواہی کی اور وفات تک اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا"۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس دعا کی فضیلت، عظیم خیر و بھلائی اور اس سے حاصل ہونے والے فضل کو بیان فرمایا اور فرمایا: "اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو تمہاری وفات فطرت یعنی دین اسلام پر ہو گی"۔

کیوں کہ اسلام ہی دین فطرت ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ... ﴿٣٠﴾ ﴾ (الروم)

"پس یکسو ہو کر اپنی توجہ کو دین کی طرف کر، اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کی طرف جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا ہے"۔

* ایک روایت میں ہے: "وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا"، یعنی اگر تو اسی رات کو فوت نہیں ہوا تو صبح کے وقت تجھے خیر و بھلائی اور اسی عمل کا اہتمام کرنے کا ثواب ملے گا۔

ایک عظیم فائدہ: اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دعا کو آخر میں ادا کرے اور آپ ﷺ نے اپنے صحابی براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو جب وہ آپ ﷺ کے سامنے اس دعا کو دھراتے ہوئے نَبِيِّكَ کی جگہ بِرَسُولِكَ کہہ بیٹھے تو آپ نے فرمایا: ”وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ“ کہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اذکار کو ان الفاظ کے ساتھ ہی ادا کیا جائے۔ جس طرح احادیث صحیحہ میں وارد ہیں۔ کیوں کہ یہی الفاظ اپنی بناوٹ اور معانی کے اعتبار سے کمال کے ہیں۔

لٰہذا یہ عظیم دعا ہے۔ جس کو سوتے وقت ہمیشہ پڑھنا چاہئے اور اس کے عظیم معانی پر غور و فکر کرنا چاہئے تاکہ اللہ کا وہ عظیم وعدہ حاصل ہو جو اس نے اس کی مداومت کرنے والے کے ساتھ کیا ہے۔ اور اللہ کریم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور آپ کو اس دعا کی محافظت اور اہتمام کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں ہر اس خیر اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے جس کو وہ دنیا و آخرت میں پسند کرتا ہے۔ (آمین)

پانچویں دعا

صحیح بخاری میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونا چاہتے تو فرماتے:

بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ أَمُوتُ وَأَحْيَا.

”یا اللہ میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں“۔

اور جب نیند سے بیدار ہوتے تو کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُور.

”ہر تعریف اللہ کے لئے ہی ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے“۔[1]

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٣٢٤).

تشریح

* بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ، یعنی بِاسْمِكَ یَا اللّٰه، یا اللہ تیرے نام سے، بِاسْمِكَ میں باء برائے استعانت ہے اور معنی ہے میں تیری مدد چاہتے ہوئے تجھ سے حفاظت طلب کرتے ہوئے تجھ سے بچاؤ، سلامتی اور عافیت کی امید کرتے ہوئے سوتا ہوں۔
* أَمُوْتُ وَأَحْيَا، یعنی اسی حال پر، تیرے نام کا ذکر کرتے ہوئے ہی زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ جب تک میری زندگی ہے اور اس پر ہی مرنا چاہتا ہوں۔ اس میں اشارہ ہے کہ مسلمان کو پلک جھپکنے کے برابر بھی اپنے رب کے ذکر سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ سوتے وقت، جاگتے وقت اور اپنے تمام کاموں میں وہ اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔

دیکھیں! جب انسان نیند کے وقت اپنے تمام اعمال کا خاتمہ ذکر الٰہی سے کرتا ہے، اور بیدار ہوتے وقت اس کا سب سے پہلا کلام ذکر الٰہی ہوتا ہے تو اس کے بعد ہر وقت اسے رب تعالیٰ کے ذکر کی محافظت کرنی چاہئے۔ سو اسی طرح وہ ذکر الٰہی پر زندہ رہے، اسی پر اسے موت آئے اور ذکر الٰہی پر ہی اسے قیامت کے روز اٹھایا جائے۔

* بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَمُوْتُ، نیند کے ارادے کے وقت اس طرح کہنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نیند کا نام موت اور وفات بھی ہے۔ اگرچہ اس وقت زندگی موجود رہتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ... ﴾

"اللہ تعالیٰ نفسوں کو ان کے موت کے وقت وفات دیتا ہے، اور ان کو بھی نیند میں وفات دیتا ہے جو نہیں مرتے، پھر جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح قبض کر لیتا ہے اور دوسروں کو وقت مقررہ تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے"۔ (الزمر ۴۲)

* اسی لئے آپ ﷺ بیدار ہوتے وقت فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا، یہاں اس موت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جس میں انسان نیند میں ہوتا ہے اور سویا ہوا انسان مردہ کے مشابہ ہے۔ کیوں کہ اس کی حرکت ختم ہو جاتی ہے اور عقل و تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس پر بیدار ہونے تک تکلیف مرفوع ہوتی ہے یعنی اس کا نہ گناہ لکھا جاتا ہے نہ ثواب۔ نیند اللہ تعالیٰ کی ان عظیم نشانیوں میں سے ہے جو خالق کے کمال عظمت اور

اس کی عبادت کے لئے اکیلے ہی مستحق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے جس کو موت، اونگھ اور نیند نہیں آئے گی۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ مَنَامُكُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱبْتِغَآؤُكُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ ﴾ (الروم)

"تمہارا رات اور دن کو سونا اور اس کا فضل (رزق) تلاش کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں"۔

* اسی طرح نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر رحمت ہے کیوں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آرام اور استراحت کا وقت بنایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ ﴾ (القصص)

"اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے، تاکہ اس میں تم سکون و آرام حاصل کرو اور اس میں اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرو، تاکہ تم شکر ادا کرو"۔

* نیند کے عظیم فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو اپنی موت کی یاد دلاتی ہے۔ جو کہ ہر انسان کا خاتمہ ہے۔ اور جس سے ہر زندہ چیز کا اس الحیّ (ہمیشہ زندہ رہنے والے) کی طرف لوٹنا شروع ہوتا ہے، جس کو کبھی موت نہیں آتی۔ اور نیند سے بیدار ہونے میں اللہ تعالیٰ کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْر

"تعریف ـــــ اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا، اور بالآخر اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے"۔

* النُّشُور، قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنے کو کہتے ہیں۔ اس طرح نیند جو کہ ایک طرح سے موت ہے۔ اس سے بیدار ہونے سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا اثبات کیا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ جب نیند کرنا چاہتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور کہتے:

اَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ، (1)

"یا اللہ مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچانا جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا"۔

* أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا، اس میں رب تعالیٰ کی اس عظیم نعمت اور احسان (مرنے کے بعد زندہ ہونے) یعنی نیند سے بیدار ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی گئی ہے کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ انسان نیند کی حالت میں اس زندگی سے فائدہ اٹھانے اور عبادات کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر جب بیدار ہوتا ہے تو اس سے وہ رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر تعریف بیان کرتا ہے اور اس کی اس عطاء اور اکرام پر اس کا شکر ادا کرتا ہے۔

چھٹی دعا

صحیح بخاری و مسلم میں وارد درج ذیل حدیث گذشتہ دعا کے ساتھ کامل ربط و موافقت کرتی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: "جب بھی تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو بستر کو جھاڑے۔ کیوں کہ اسے پتہ نہیں کہ اس کے بستر پر اس کے بعد کیا چیز آگئی ہو۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ

"میرے رب تیرے نام سے اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیری توفیق سے ہی اس کو اٹھاؤں گا۔ پھر اگر تو پکڑے میرے نفس (روح و جان) کو تو اس پر رحم کرنا اور اگر چھوڑے تو اس کی حفاظت کرنا، جس سے تو اپنے صالح بندوں کی حفاظت فرماتا ہے"۔ (2)

اسی طرح صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کسی شخص کو کہا کہ جب وہ بستر پر سونے لگے تو کہے:

---

(1) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الأدب المفرد (٩٢١)، الأدب المفرد (١٢١٥).

(2) دیکھئے: صحيح البخاري (٦٣٢٠) وصحيح مسلم (٢٧١٤).

اللَّهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ

"یااللہ تو نے ہی میری جان کو پیدا کیا ہے اور تو ہی اس کو وفات دینے والا ہے۔ تیرے لئے ہی اس کا مرنا اور جینا ہے۔ اگر تو اس کو زندہ رکھے تو اس کی حفاظت فرما اور اگر اس کو موت دے تو اس کی مغفرت کرنا۔ یااللہ میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں"۔

اس پر ان کو ایک شخص نے کہا: "کیا تم نے یہ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟"، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: "میں نے یہ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل اور بھلے انسان یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے"۔[1]

تشریح

❁ ان احادیث میں اس بات پر واضح دلالت ہے کہ انسان کی روح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی نے ہی اس کو عدم سے وجود دیا اور اس کو پیدا فرمایا جبکہ وہ تھی ہی نہیں۔ وہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے تو نیند کی حالت میں روح قبض کر لیتا ہے، پھر صبح کو ایسا انسان مُردوں کی لسٹ میں شمار ہوتا ہے۔ اور چاہتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتا ہے اور انسان زندہ ہی رہتا ہے۔

❁ اسی وجہ سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا"، یعنی اس نفس کی موت وزندگی تیرے ہاتھ میں ہے اور تیرے تصرف اور تدبیر کے تحت ہے۔ تیرے سوا کوئی ایک بھی نہ موت دے سکتا ہے اور نہ زندگی۔ تو ہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی اور تو ہر چیز پر بہت قدرت رکھنے والا ہے۔

اسی وجہ سے مسلمان کے لئے اس مقام پر مشروع کیا گیا ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ سے حفاظت کا سوال کرے۔ اگر اس کے لئے مزید بقاء وزندگی لکھی گئی ہے اور اگر اس کے لئے موت لکھی گئی ہے تو اس پر رحمت ومغفرت کی جائے۔

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۱۲).

فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ.

"اگر تو میری روح قبض کرلے تو اس پر رحم فرما اور اگر اس کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کی ویسے حفاظت فرما جس طرح تو اپنے صالح بندوں کی حفاظت فرماتا ہے"۔

* عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا. وإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا. "اگر تو اسے زندہ رکھتا ہے تو اس کی حفاظت فرما، اور اگر اسے موت دیتا ہے تو اس کی بخشش فرما"۔

* جس طرح مسلمان کو سوتے وقت اپنی آخرت کو یاد کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اسے چاہیئے کہ وہ اپنی گذشتہ زندگی میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرے یعنی کھانا، پینا، رہائش، صحت وعافیت وغیرہ، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

* اس لئے صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اپنے بستر پر آتے تو کہتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا. وَكَفَانَا وَآوَانَا. فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِي.

"ہر تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور کفایت کی، اور ہمیں جائے سکونت دی، کتنے ایسے ہیں کہ ان کی کفایت کے لئے کوئی نہیں۔ اور نہ کوئی انہیں جائے سکونت دینے والا ہے"۔[1]

لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ سوتے وقت دو چیزوں کو یاد رکھے۔ اپنی گذشتہ زندگی کو یاد کرے، اور اس دوران اللہ تعالیٰ نے جو اسے صحت وعافیت، کھانے پینے اور جائے پناہ سے نوازا اس کا شکر ادا کرے۔ دوسرا یہ کہ وہ اپنے مستقبل کے ایام کو یاد کرے۔ مستقبل کے بارے میں وہ دو امور کے درمیان میں ہے۔ یا تو اس کی روح قبض کرلی جائے۔ لہٰذا اسے اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کا سوال کرنا چاہیئے یا یہ کہ اس کی عمر مزید لمبی ہو۔ اس حال میں

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۱۵).

اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیئے کہ وہ اس کی طرح حفاظت کرے جیسے اپنے صالحین بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

ساتویں دعا

ان عظیم دعاؤں میں سے جن کو نبی کریم ﷺ سوتے وقت ہمیشگی کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب دیتے تھے، ایک وہ دعا بھی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں سوتے وقت یہ دعا پڑھنے کا حکم دیتے تھے:

اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ، وَرَبَّ الأَرْضِ، وَرَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الحَبِّ وَالنَّوٰى، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَ الإِنْجِيلِ وَالفُرْقَانِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، اللّٰهُمَّ أَنْتَ الأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ البَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، وَأَغْنِنَا مِنَ الفَقْرِ.

"یا اللہ آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کے رب، ہمارے اور ہر چیز کے رب، دانے اور گٹھلی کو پھوڑنے والے، تورات، انجیل اور فرقان (یعنی قرآن مجید) کو نازل فرمانے والے میں تجھ سے ہر اس چلنے پھرنے والے کے شر سے پناہ چاہتا ہوں، جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ یا اللہ تو اول (سے) ہے، اور تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اور تو آخر ہے اور تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔ اور تو ظاہر ہے اور تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور تو باطن ہے، اور تجھ سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمارا قرض ادا فرما اور ہمیں تنگ دستی

اور محتاجی سے بچانا"۔ (1)

یہ عظیم دعا ہے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ ہر رات کو بستر پر آتے وقت اس کو ادا کرے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کے لئے کئی عظیم وسیلوں پر مشتمل ہے۔ یعنی ہر چیز ساتوں آسمانوں، ساتوں زمینوں اور عرش عظیم کے لئے، اس کی ربوبیت، اس کے کلام کو نازل کرنے اور وحی مبین کے توسل سے دعا مانگی گئی ہے کہ وہ انسان (یعنی دعا مانگنے والے) کی نگہبانی اور حفاظت و دفاع کرے۔ اور اسے جمیع شرور سے پناہ میں رکھے۔ اور یہ دعا اللہ تعالیٰ کے چند اسماء مبارکہ کے ساتھ توسل پر مشتمل ہے۔ جو کہ اس کے کمال، جلال، عظمت اور ہر چیز کو محیط ہونے پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ انسان کا قرض ادا کرے اور اسے تنگ دستی سے بچائے۔

تشریح

❁ اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ، وَرَبَّ الأَرْضِ، وَرَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ، یعنی اے اس کائنات کے خالق بے مثال بنانے والے، عدم سے وجود میں لانے والے ان مخلوقات کا خاص ذکر ان کے عظیم اور بڑے ہونے اور ان کے اندر ان کے خالق و موجد کے کمال و عظمت پر روشن اور واضح دلائل و آیات کے بکثرت ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔ ورنہ ہر چھوٹی و بڑی مخلوق میں خالق کے کمال پر واضح نشانی اور دلیل موجود ہے۔

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ آيَةٌ　　تَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ الْوَاحِدُ

"ہر شئی کے اندر اس کے لئے نشانی ہے جو کہ دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا ہے"۔

❁ اسی وجہ سے اس دعا کے آخر میں فرمایا: رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، "اے ہمارے اور ہر شئی کے رب"۔ یہ تخصیص کے بعد عموم ہے تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ خالق کائنات فقط مذکورہ مخلوق کا رب ہے۔

❁ وَرَبَّ العَرْشِ العَظِيمِ، اس میں عرش کی عظمت (یعنی بہت بڑے ہونے) کا ثبوت ہے اور وہ ساری مخلوقات سے بڑا ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ:

---

(1) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۱۳)

مَا الْكُرْسِيُّ فِي الْعَرْشِ إِلاَّ كَحَلْقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ أُلْقِيَتْ بَيْنَ ظَهْرَيْ فَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ.

"کرسی عرش کے اندر اس طرح ہے جیسے لوہے کا ایک حلقہ (کڑا) زمین کے کسی میدان میں پڑا ہو"۔[1]

غور کریں یہ مخلوق یعنی عرش اتنا بڑا اور کشادہ ہے تو اس کا خالق اور بنانے والا کتنا عظیم ہو سکتا ہے۔

* فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى: فالق، فلق سے ہے۔ جس کا معنی پھوڑنے اور چیرنے کا ہے یعنی وہ جو کہ اناج وغیرہ کے دانے اور گٹھلی کو پھوڑتا ہے۔ تاکہ ان سے درخت اور فصلیں اگیں۔ کیوں کہ نباتات یا تو ایسے درخت ہیں جن کی اصل گٹھلی ہوتی ہے، یا ایسی فصلیں ہیں جن کی اصل دانا ہے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی کمال قدرت اور بے مثال خلقت سے اس دانے اور پتھر کی طرح سخت گٹھلی کو جو کہ بڑھتی نہیں ہے۔ اس کو کھولتا ہے اور وہ کھل جاتی ہے تو اس سے بہترین فصلیں اور بڑے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس کے اندر بغیر مثال سابق کے ایجاد کرنے والے کے کمال اور عظمتِ خالق پر بہت ہی روشن دلیل ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾﴾ (الأنعام)

"بلاشک اللہ تعالیٰ دانے اور گٹھلی کو پھوڑنے والا ہے۔ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، یہی اللہ ہے۔ پھر تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو"۔

* وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ، اس میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ان عظیم کتب کو نازل کرنے (کی صفت کے) توسل سے دعا کی گئی ہے، جو کتب لوگوں کی ہدایت، فلاح اور دنیا و آخرت میں سعادت پر مشتمل ہیں۔ یہاں خاص ان تین کتب کا ذکر فرمایا ہے۔ کیوں کہ

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (١٠٩) بمجموع طرقه، الحلية لأبي نعيم (١٦٦/١)، العظمة لأبي الشيخ (٦٤٨/٢ ـــ ٦٤٩)، الأسماء والصفات للبيهقي (٣٠٠/٢ ـــ ٣٠١).

یہ وہ بڑی کتب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں اور یہاں ان کو ترتیب زمانی کے حساب سے ذکر کیا ہے۔ پہلے تورات کو ذکر فرمایا جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، پھر انجیل جو کہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اس کے بعد فرقان یعنی قرآن مجید جو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں دلیل ہے کہ یہ کتب منزلۃ کلام الٰہی میں سے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ یہ غیر مخلوق ہیں اس لئے اس دعا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم الگ الگ صفات لائے ہیں۔

* مخلوقات کے متعلق فرمایا "رب" اور "خالق" اور وحی اور کلام الٰہی کے لئے فرمایا "منزل" اور اسی میں ان اہل بدعت اور نفس پرستوں پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ کلام الٰہی مخلوق ہے۔

تَعَالَى اللهُ عَمَّا يَقُولُونَ وَسُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يَصِفُونَ.

"اللہ بہت بلند ہے، اس سے جو وہ کہتے ہیں، اور اس سے پاک ہے جو وہ اس کے لئے اوصاف بیان کرتے ہیں"۔

* أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، یہاں سے انسان کی حاجت ومطلوب کو باری تعالیٰ کے سامنے بیان کرنے کی ابتداء کی گئی ہے۔

* أَعُوذُ بِكَ، کا معنی ہے "مجھ سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرا سہارا لیتا ہوں"۔

* دَابَّةٍ، ہر وہ چیز ہے جو زمین پر چلتی پھرتی ہے، اس میں رینگنے والے، دو اور چار پاؤں پر چلنے والی مخلوقات بھی شامل ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٥﴾﴾ (النور)

"اور اللہ ہی نے ہر چلنے والا (جاندار) پانی سے پیدا کیا۔ پھر ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے، اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو چار (پاؤں) پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر بہت ہی قادر ہے"۔

* أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، اس میں واضح دلالت ہے کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے غلبہ اور کنٹرول میں ہے۔ اسی نے ان کی پیشانیاں پکڑ رکھی ہیں۔ ان پر اس کو قدرت ہے، ان کے بارے میں جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

رب تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى ٱللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ مَّا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ ءَاخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَآ ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ ﴾ (هود)

”میں نے اپنے رب اور تمہارے رب اللہ پر بھروسہ کیا ہے۔ اس نے ہر جاندار کی پیشانی کے بالوں کو پکڑ رکھا ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے“۔

نَاصِيَةٌ، سر کے اگلے حصے کو کہتے ہیں۔

* پھر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء حسنیٰ اور صفات عظیمہ کے توسل سے باری تعالیٰ سے اس طرح دعا کی ہے: اللّٰهُمَّ أَنْتَ الأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ البَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اس میں باری تعالیٰ کی اولیت (یعنی ہمیشہ سے ہونے) اور ابدیت (ہمیشہ باقی رہنے) اور اپنی مخلوق پر علو، اپنے عرش پر مستوی ہونے اور فوقیت (بلندی) پر دلالت ہے۔ اور یہ کہ وہ ایسا ظاہر ہے کہ اس سے اوپر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اس میں اس کے اپنی مخلوق کے قریب ہونے اور ان کا احاطہ کرنے پر بھی دلالت ہے۔

وہ ایسا باطن ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز قریب نہیں ہے یعنی اپنی صفات سمع وبصر، علم وغیرہ کے اعتبار سے اور رب ذوالجلال والاکرام کے ان چار اسماء کا مدار اس کے احاطہ پر ہے اور اس کا احاطہ دو قسم کا ہے: زمانی اور مکانی۔ احاطہ زمانی، جس پر اس کے اسماء ”الأَوَّلُ والآخِرُ“ دلالت کرتے ہیں۔ اور احاطہ مکانیہ پر اس کا اسم ”الظَّاهِرُ“ اور ”البَاطِنُ“ دلالت کرتے ہیں۔ یہی آپ ﷺ کی تفسیر کا مطلب ہے۔ اور آپ ﷺ کی تفسیر سے بڑھ کر کوئی بھی تفسیر کامل نہیں ہو سکتی۔

* اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ. وَأَغْنِنَا مِنَ الفَقْرِ، مذکورہ توسل کے بعد رب تعالیٰ سے یہ سوال کیا گیا ہے۔
* اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ، یعنی ہماری طرف سے تمام انواع کے حقوق العباد ادا کروا۔ اس میں انسان کی طرف سے ہمت و قوت سے برأت کا اظہار ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کوئی حرکت و قوت ممکن نہیں ہے۔
* وَأَغْنِنَا مِنَ الفَقْرِ، غنیٰ عدم حاجت یعنی بے نیازی کو کہتے ہیں۔ فقر ہاتھ میں کچھ نہ ہونے کو کہتے ہیں، اور فقیر وہ ہے جس کے پاس گذارے کے لئے تھوڑا سا ہو یا اصلاً کچھ بھی نہ ہو۔

یہ بات معلوم ہے کہ قرض اور تنگ دستی دونوں بہت بڑی پریشانیاں ہیں۔ کبھی تو یہ انسان کی نیند اڑا دیتی ہیں۔ اس لئے جب بندہ اللہ کی طرف لوٹتا ہے اور اس سے پناہ لیتا ہے اور اس سے ان عظیم وسیلوں کے ساتھ مدد طلب کرتا ہے تو اس کا قلب سکون اور اطمینان اور راحت و آرام محسوس کرتا ہے۔ کیوں کہ اس نے اپنے مسائل اس ذات کے سپرد کر دیئے ہیں جس کے ہاتھ میں تمام معاملات ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی چابیاں اسی کے پاس ہیں اور اس ذات کی طرف لوٹتا ہے، جو جب بھی کوئی چیز بنانا یا کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو کہتا ہے "كُنْ" (ہو جا) تو وہ ہو جاتی ہے۔

آٹھویں دعا

صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ دعا مروی ہے جو آپ علیہ السلام سوتے وقت پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ علیہ السلام جب بھی سونے کے لئے بستر پر آتے تو کہتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكَفَانَا وَآوَانَا،

فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ.

"ہر تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور کفایت کی اور ہمیں جائے سکونت عطا فرمائی۔ پس کتنے انسان ہیں جن کو نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ

جائے پناہ دینے والا ہے"۔[1]

اس دعا میں مسلمان کو سوتے وقت اس کے گذشتہ دنوں اور ماضی کے اوقات کی یاد دہانی کروائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو کھانا، پینا، کفایت اور جائے سکونت دی۔ ایسے کتنے ہی لوگ ہیں جن کو اتنا بھی کھانا نہیں ملتا جو ان کا پیٹ بھرے اور ان کے لئے غذاء بنے اور نہ پانی وغیرہ کہ ان کی پیاس کو بجھائے اور انہیں سیراب کرے اور نہ لباس کہ انہیں ڈھانپے، اور نہ ایسا گھر کہ جس میں وہ سکون و امن سے رہیں۔ بلکہ کتنے ہی ایسے ہیں کہ جن کو ہلاکت خیز بھوک اور دردناک قحط کی حالت میں ہی موت آجاتی ہے۔ لہٰذا جس کو اللہ تعالیٰ نے کھانے، پینے سے نوازا ہے اور اس پر کفایت اور جائے پناہ کی نوازش کی ہے اس کے لئے واجب ہے کہ خود پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور احسان کی قدر کرے کہ اس کو غذاء و پانی میسر کیا اور کفایت و جائے پناہ سے نوازا ہے۔ نعمت کا شکر ادا کرنے سے وہ ہمیشہ باقی رہتی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ ﴾ (ابراھیم)

"اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور بضرور تمہیں بڑھا کر دوں گا، اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشک میرا عذاب بہت ہی سخت ہے"۔

لہٰذا شکر سے مزید ملتا ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ: جب تم اپنے لئے برکت و زیادت نہ دیکھو تو شکر کی طرف متوجہ ہو اور جب تم شکر کی طرف متوجہ ہو گے تو برکت و بڑھوتری تمہارے ساتھ ہو گی۔

تشریح

* الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا... آخر تک، اس میں باری تعالیٰ کی ثناء ہے اور اس کی کشادہ نعمتوں اور متواتر فضل و عطاء اور بڑی دین اور وسیع احسان اور بہت ہی اچھی نعمتوں پر اس کی حمد کی گئی ہے اور وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ حمد و ثناء کا اہل ہے۔
* كَفَانَا، یہ کفایت سے ہے یعنی ہم سے ایذاء رساں اشیاء کے شر کو دور کیا اور ہمیں مصیبتوں

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۱۵).

اور نقصان سے بچایا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے "ہماری پریشانیوں میں ہماری کفایت کی اور ہماری حاجات کو پورا کیا" اور کوئی مانع نہیں کہ دونوں معانی مراد ہوں۔ کیوں کہ دونوں کفایت کے معنی میں داخل ہیں اور اس کے مدلول و مفہوم میں شامل ہیں۔

❁ آوَانَا، یعنی ہمارے لئے جائے پناہ تیار کی جہاں ہم سکونت اختیار کرتے ہیں۔ ہمیں منزل تک پہنچایا، تاکہ اس میں ہم آرام و استراحت حاصل کریں۔ اور ہمیں جانوروں کی طرح بلا مسکن منتشر نہیں چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اسی نعمت کو گنواتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۢ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا ...﴾ (النحل: ۸۰)

"اور اللہ نے ہی تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا ہے"۔

یعنی تم ان میں رہتے ہو اور یہ تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں اور تمہیں نظروں سے بچاتے ہیں اور پردے میں رکھتے ہیں اور ان میں تم اور تمہارے عیال جمع ہوتے ہو اور ان گھروں میں تمہارے لئے اتنے فوائد و منافع ہیں کہ شمار نہیں کئے جاسکتے۔

❁ بس ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے بہت بڑا احسان کیا ہے، اور بہت ہی زیادہ عطاء فرمایا ہے۔ اسی کے لئے بہت ہی زیادہ پاک اور بابرکت تعریف ہے۔ جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند کرتا ہے۔

نویں دعا

سوتے وقت ایک وہ دعا ہے جو جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادم (غلام) مانگنے کے لئے آئیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ: "کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو کہ تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ اچھی ہے؟، سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ، ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اَللّٰهُ أَكْبَرُ کہا کرو"۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اس کے بعد کبھی اس کو ترک نہیں کیا"۔ ان سے سوال کیا گیا کہ (جنگ) صفین کی رات کو بھی (ترک نہیں کیا)؟، کہا: "صفین کی رات کو بھی نہیں"۔[1]

---

[1] دیکھئے: صحیح البخاري (۵۳۶۲) وصحیح مسلم (۲۷۲۷).

دیکھیں یہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں جو کہ آپ ﷺ کے پاس چکی پینے اور کام کی تکلیف کی شکایت کرتی ہیں اور آپ ﷺ سے سوال کرتی ہیں کہ انہیں خادم (غلام یا باندی) دے دیں؟ (اور عربی لغت میں خادم کا مرد وعورت غلام دونوں پر اطلاق ہوتا ہے) تاکہ ان کو ان کاموں کی وجہ سے تھکاوٹ اور مشقت کم ہو۔

سنن ابی داؤد میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پینے کی وجہ سے ہاتھوں پر اور پانی کے مشکیزے اٹھانے کی وجہ سے گردن پر نشان پڑ گئے تھے۔ گھر کو جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے گرد آلود ہو گئے تھے''۔[1]

آپ ﷺ نے ان کو اس چیز کا بتایا جو کہ خادم سے بہتر تھی اور کہا: ''کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟''، اس انداز کلام میں وہ اچھی خیر خواہی اور بہترین ترغیب ہے جو مخفی نہیں ہے۔ پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل اس چیز کو جاننے کے لئے تیار ہو گیا جس کو آپ ﷺ نے ان کے لئے خادم کی بجائے اختیار کیا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہا کرو''۔ کل تعداد ایک سو ہو گئی۔

اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا اس عظیم خبر سے خوش ہو گئیں جس کا انہیں ناصح وامین ﷺ نے بتایا تھا اور ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ بھی خوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں: ''میں نے اس کو سننے کے بعد کبھی ترک نہیں کیا''۔ ایک روایت میں ہے کہ: ''میں نے جب سے یہ کلمات رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں ان کو نہیں چھوڑا''۔ تو ان سے پوچھا گیا: ''کیا جنگ صفین کی رات کو بھی؟''، تو کہا: ''جنگ صفین کی رات کو بھی''۔ صفین کی رات سے اس معروف اور مشہور جنگ کی رات مراد ہے جو کہ نہر فرات کے قریب صفین کے مقام پر ان کے اور شام والوں کے درمیان لڑی گئی تھی۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ سخت مصیبت اور تکلیف کے وقت میں انسان بعض ان کاموں سے غافل ہو جاتا ہے جن پر محافظت کا اہتمام کرتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود علی رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کو کبھی نہیں ترک کیا اور اس رات کو بھی نہیں چھوڑا۔ اس میں اس ذکر کی سخت محافظت، اہتمام اور حرص کی واضح دلیل ہے۔

---

[1] یہ حدیث (ضعیف) ہے، دیکھئے: سنن أبي داود (٥٠٦٣).

پھر اہل علم نے اس حدیث سے استدلال لیا ہے کہ ذکر کے فوائد وفضائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ذکر کرنے والے کو جسمانی قوت دیتا ہے اور اس کو صحت، نشاط اور ہمت ملتی ہے۔ اسی کے بارے میں امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”ذکر اس کے عامل (ذاکر) کو وہ قوت بخشتا ہے کہ وہ ذکر کی وجہ سے ایسے کام کر جاتا ہے جو کہ بغیر ذکر کے نہیں کر سکتا۔ اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے چلنے، بات کرنے، کام کرنے، اور لکھنے میں ان کی قوت کا عجیب مشاہدہ کیا، اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث لائے ہیں اور کہا: ”کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس ذکر کو ہمیشگی کے ساتھ ادا کرتا رہے گا، اسے بدن میں وہ قوت حاصل ہوگی کہ پھر خادم کی ضرورت نہیں رہے گی“۔ [1]

اور انہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جو شخص بھی ان کلمات کو ہمیشہ ادا کرتا رہے گا اس کو محنت و مشغولیت وغیرہ کی وجہ سے عاجزی، بے بسی اور تھکاوٹ نہیں آئے گی۔ [2]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ذکر الٰہی اور ہر نیکی اور خیر کی توفیق عطا فرمائے، وہ ہی بہت زیادہ سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

نیند سے بیدار ہوتے وقت کی دعائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی ایسے اذکار ثابت ہیں جو مسلمان کے لئے نیند سے بیدار ہوتے وقت پڑھنا مشروع ہیں۔ یہ اذکار فی الجملہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے، شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد پر مشتمل ہیں کہ جس نے اپنے بندے کی حفاظت فرمائی اور اس کی اطاعت اور ذکر کے لئے مدد فرمائی۔

پہلی دعا

ان احادیث میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جو کہ صحیح بخاری میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

---

[1] دیکھئے: الوابل الصیب (ص/۱۵۵ – ۱۵۶).

[2] دیکھئے: الوابل الصیب (ص/۲۰٦)

[عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ:]
لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ،
الْحَمْدُ للهِ، وسُبْحَانَ اللهِ، ولاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، ولاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ،
[ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ، فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلاَتُهُ".]

[عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جو شخص رات کو نیند سے جاگتا ہے۔پھر کہتا ہے:]

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ للهِ، وسُبْحَانَ اللهِ، ولاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، ولاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ.

"اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود (یعنی عبادت کا مستحق) نہیں۔وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے ہر تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر بہت قدرت رکھنے والا ہے،ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور وہ پاک ہے،اور اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں،اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی حرکت و قوت نہیں ہے"۔

پھر اگر وہ کہتا ہے:"یا اللہ!مجھے بخش دے یا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے گا تو نماز قبول ہو گی"۔[1]

اس حدیث میں نیند سے بیدار ہوتے وقت ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی طرف جلدی کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اور یہ کہ مومن کو بیدار ہوتے وقت پہلے یہی کام کرنا چاہیئے،اور یہ اس کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا دل ذکر کے ساتھ لگ جاتا ہے،اور وہ اس کا عادی بن جاتا ہے،اور اس سے مانوس ہو جاتا ہے،اور اس پر غالب ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ نیند اور بیداری میں اس کی سوچ بن جاتا ہے۔لہٰذا جب اس کا حال یہ ہو تو وہ نیند سے بیدار

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (١١٥٤).

ہوتے وقت ذکر الٰہی اور اس کی بزرگی بیان کرنے اور اس کی حمد و ثناء کرنے کی طرف جلدی کر سکتا ہے۔ ایسی حمد و ثناء جس کا رب ذوالجلال والاکرام اہل ہے۔ مذکورہ صفات کا حامل فرد ہی اس لائق ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، جو سوال کرے گا پورا کیا جائے گا اور دعا مانگے گا تو قبول کی جائے گی۔

ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نیند سے بیدار ہوتے وقت اپنے رب کی توحید کا زبانی اعلان کرے گا اور اس کی بادشاہی کا اقرار کرے گا اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد و ثناء کرے گا، اور اس کی ایسی چیز سے تنزیہ (پاکی) بیان کرے گا۔ جو اس کی شان کے لائق نہیں، اور تکبیر کے ذریعے سے اس کی فرماں برداری اور اس کی مدد کے بغیر کسی بھی قدرت و قوت سے عاجزی کو تسلیم کرے گا۔ تو ایسا شخص جب اس سے دعا مانگے گا تو وہ قبول فرمائے گا۔ اور نماز ادا کرے گا تو قبول کی جائے گی۔ اور جس کو بھی یہ حدیث پہنچے، اس کو چاہیئے کہ اس پر عمل کر کے غنیمت الٰہی حاصل کرے۔ اور رب تعالیٰ کے لئے اپنی نیت کو خالص کرے۔[1]

تشریح

- مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ ، یعنی رات کی نیند سے بیدار ہوتا ہے۔
- ان کلمات کو "لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" سے شروع کیا ہے اور اس کے معنی اور مدلول کی "وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ" سے تاکید فرمائی ہے۔ اس لئے کہ "لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" کے دو عظیم رکن ہیں۔ وہ ہیں نفی اور اثبات۔ نفی "لَآ إِلٰهَ" (کوئی بھی معبود نہیں ہے) میں ہے۔ یعنی اللہ کے سوا ہر چیز کی بندگی (کے استحقاق) کی نفی ہے۔ اور اثبات "إِلَّا اللهُ" میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے عبودیت (بندگی) کا اس کے تمام معانی کے ساتھ اثبات کیا گیا ہے۔
- ان دونوں باتوں کی "وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ" کے ساتھ تاکید کی گئی ہے۔ "وَحْدَهُ" میں اثبات کی تاکید ہے اور "لَا شَرِيكَ لَهُ" میں نفی کی تاکید ہے۔
- اس دعا میں توحید کی اہمیت اور اس سے ابتداء کرنے اور اس کو مقدم کرنے پر دلالت ہے

---

[1] دیکھئے: فتح الباري لابن حجر (۳/۴۱).

اور اس کے معنی کو سمجھنے اور اس کے مدلول و مفہوم پر عمل کرنے اور اس کے مقتضی کو نافذ کرنے کی تاکید ہے۔

❁ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، یہ توحید کے براہین اور دلائل ہیں۔ توحید خالص مالک الملک کے لئے ہی ہے۔ جو کہ اس کا مستحق اور ہر چیز پر قادر ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ عبادت سے کسی چیز کا بھی مستحق نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ ﴾ (سبأ)

"کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا گمان ہے (سب) کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرّے کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی ان کا مددگار ہے"۔

❁ الحَمْدُ لله، وسُبْحَانَ اللهِ، ولاَ إِلَهَ إِلاَّ الله، وَالله أَكْبَرُ، پھر چار کلمات ذکر فرمائے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔

صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے، کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب چار کلمے ہیں، ان میں جس سے بھی ابتداء کروگے تمہیں کوئی نقصان نہیں دے سکے گا۔

سُبْحَانَ اللهِ، والحَمْدُ لله، ولاَ إِلَهَ إِلاَّ الله، وَالله أَكْبَرُ.[1]

ایک اور حدیث میں ہے: لأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللهِ، والحَمْدُ لله، ولاَ إِلَهَ إِلاَّ الله، وَالله أَكْبَرُ. أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ.

یعنی یہ چار کلمے مجھے ہر اس چیز سے محبوب ہیں جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔[2]

❁ تسبیح یعنی "سُبْحَانَ اللهِ" میں اللہ تعالیٰ کی ہر اس چیز سے تنزیہ (پاکی) ہے۔ جو اس کے جلال و کمال کے لائق نہیں ہے۔

❁ "الحَمْدُ لله" میں اللہ تعالیٰ کے لئے کمال کے تمام انواع کا اثبات ہے۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٢١٣٧).

[2] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٦٩٥).

❁ تہلیل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ میں اس کی توحید اور عمل کو اس کے لئے خالص کرنے کا معنی ہے۔

❁ تکبیر اللهُ اَكْبَرُ میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے، اور یہ کہ اس سے کوئی بھی چیز بڑی نہیں ہے۔

❁ ولَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، یہ کلمہ استعانت ہے۔ اس کا اس وقت میں ادا کرنا نہایت ہی مناسب ہے۔ اس لئے کہ انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے، تو بہت ہی بڑی ہمت و نشاط اور کوشش و محنت کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے فقط اللہ تعالیٰ اکیلا ہی مدد کرنے والا ہے۔

❁ کلمہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ"، میں ہر کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا اظہار ہے اور اس کی توفیق کے بغیر کسی بھی حرکت و قوت سے برأت کا اعلان ہے اور یہ کہ انسان اپنے امور میں کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے، اور شر کو روکنے اور خیر کو حاصل کرنے میں رب ذوالجلال کی مشیّت کے بغیر اسے کوئی طاقت نہیں ہے۔

❁ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ أَوْ دَعَا اسْتُجِيبَ، اسی طرح شک کے ساتھ روایت آئی ہے، اور تنویع (اختیار) کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر مغفرت چاہے گا تو اللہ اسے بخش دے گا، اور دعا مانگے گا تو دعا قبول فرمائے گا۔

❁ پھر فرمایا: "فَإِنْ تَوَضَّأَ قُبِلَتْ صَلَاتُهُ"، یعنی وضو کر کے نماز پڑھے گا تو نماز قبول ہو گی۔ جس طرح صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے: "فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلّٰی قُبِلَتْ صَلَاتُهُ"، اس میں نیکی کے لئے محنت کرنے اور عبادت کو کرنے کے لئے چستی دکھانے اور کمزوری اور سستی کو چھوڑنے کی ترغیب ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں "کتاب التهجد" میں "باب فضل من تعار من الليل فصلى" میں لائے ہیں۔ یعنی جو شخص اس وقت نماز پڑھتا ہے اور اس حال میں نماز کی طرف جلدی کرتا ہے۔ تو اس کی نماز قابل قبول ہے۔ اور اس وقت نماز کے قبول ہونے کی دوسرے اوقات کی بنسبت زیادہ امید ہے۔

❁ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے امام ابو عبد اللہ الفربری رحمۃ اللہ علیہ سے اس ذکر کو ادا کرنے کا اہتمام کرنے کے بارے میں ایک عمدہ فائدے کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں: "ایک دفعہ میں نے بیدار ہوتے وقت یہ ذکر زبان سے ادا کیا، پھر سو گیا تو ایک شخص آیا (یعنی خواب میں) اور یہ آیت پڑھی:

﴿وَهُدُوٓا۟ إِلَى ٱلطَّيِّبِ مِنَ ٱلْقَوْلِ ...﴾ (الحج: ٢٤)

"ان کو پاکیزہ بات کی راہ نمائی کر دی گئی اور قابلِ صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی ہے"۔[1]

دوسری دعا

مسلمان کے لئے جو اذکار نیند سے بیدار ہوتے وقت مشروع کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ذکر بھی ہے جو سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی نیند سے بیدار ہو تو یوں کہے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي فِي جَسَدِي وَرَدَّ عَلَيَّ رُوحِي، وَأَذِنَ لِي بِذِكْرِهِ

"ہر تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے میرے بدن کو عافیت دی اور میری روح لوٹا دی، اور مجھے اپنے ذکر کی توفیق دی"۔[2]

اس دعا میں جسم کو عافیت دینے اور امراض سے سلامت رکھنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی گئی ہے اور اسی طرح بندے میں روح لوٹانے پر بھی اس کی حمد کی گئی ہے۔ تاکہ وہ مزید نیکی کر سکے اور عبادت بکثرت سے ادا کرے، اور ذکر الٰہی کا اہتمام کرے۔

تشریح

* وَأَذِنَ لِي بِذِكْرِهِ، یعنی مجھے اپنے ذکر کی توفیق اور مدد عطا فرمائی۔ یہاں پر "أَذِنَ" سے مراد، اذن کونی قدری ہے اور کبھی اس سے اذن شرعی بھی مراد لیا جاتا ہے کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے بندوں کو شرعاً اور دیناً اپنے ذکر اور نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن کوناً و قدراً فقط ان کو توفیق دی ہے۔ جن کو ایمان کی صفت سے نوازا ہے اور ان کو اسلام کی ہدایت دی ہے اور نیکی کے لئے توفیق دی ہے۔

اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کوناً و قدراً اپنے ذکر کی توفیق عطاء فرمائی۔ اس کی بہت بڑی کرامت وعزت فرمائی۔ اور اپنی توفیق سے ہدایت دی اور اسے نیکی کرنے کی مہربانی کی۔ یہ ان سب سے بڑے اسباب میں سے ہیں جو رب ذوالجلال کے لئے حمد کو واجب

---

[1] دیکھئے: فتح الباري (٣/٤١).

[2] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٣٢٩)، سنن الترمذي (٣٤٠١).

کرتے ہیں۔ اس لئے مسلمان کے لئے یہ مشروع کیا گیا ہے کہ وہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور اس دین اور فضل پر اس کا شکر ادا کرے۔

میرے بھائی! غور کریں ذکر کا حکم کرنے والا اور توفیق دینے والا رب تعالیٰ ہے۔ اور اس سے مستفید بندہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا ثواب دینے والا ہے۔ اس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل اور انعام سے خود اپنے بندوں کو نعمتیں عطا فرماتا ہے، اور پھر ان کی وجہ سے انہیں بڑا اجر عطاء فرماتا ہے۔ لہٰذا اس کے شکر کے لئے اس کی حمد کی جائے۔

نیند کے آداب

مسلمان کو نیند سے بیدار ہوتے وقت عام طور پر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور وضو اور نماز کی جلدی کرنی چاہیئے۔ تاکہ اس کے لئے دن میں برکت ہو اور وہ دن کے وقت چست، بلند ہمت اور نیکی کے لئے حرص کرنے والا بن جائے۔ اس کے ذریعے سے سستی اور بد دلی سے بچے۔

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انسان جب سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کے اوپر والے حصے پر تین گرہیں باندھ دیتا ہے۔ اور ہر گرہ پر اس طرح پھونک مارتا ہے، ”ابھی رات لمبی ہے، سو جا“۔ پھر اگر بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور نماز پڑھتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں، اور وہ صبح کو چست اور خوش طبیعت ہوتا ہے۔ ورنہ گراں طبیعت اور سست ہوتا ہے“۔ (۱)

❁ مسند احمد میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر مرد و عورت کو سوتے وقت (شیطان کی طرف سے) دھاگے کی تین گرہیں باندھی جاتی ہیں پھر اگر بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب اٹھ کر وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ اور جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں“۔ (۲)

---

۱ دیکھئے: صحیح البخاري (۱۱٤۲)، وصحیح مسلم (۷۷٦).

۲ [illegible] صحیح الترغیب (٦١٤)، المسند للإمام أحمد [illegible]

ان دونوں احادیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ شیطان انسان کو سوتے وقت اس کے سر کے آخری حصے پر تین گرہیں باندھتا ہے اور ہر گرہ پر "عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ" "ابھی رات کافی لمبی ہے، سو جا" پڑھ کر پھونک مارتا ہے۔ تاکہ انسان کو بے ہمت اور سست بنائے اور اس کے عزم و ارادے کو ختم کرے۔ پھر جب انسان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ وضو کرنے سے دوسری اور نماز پڑھنے سے تیسری اور آخری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اس کی سستی ختم ہو جاتی ہے۔ اور ہمت بندھ جاتی ہے، اور طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور صبح سے چست، نیکی کی حرص کرنے والا اور نیکی کرنے والا بن جاتا ہے کیوں کہ وہ شیطانی گرہوں سے آزاد ہو چکا ہوتا ہے۔ اور غفلت و نسیان کے بار اتر چکے ہوتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

✿ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے فرمایا: "میری امت میں سے ایک شخص رات کو اٹھ کر وضو کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو اس سے ایک گرہ کھل جائے گی۔ پھر اپنے ہاتھ دھوئے گا تو گرہ کھل جائے گی اور جب اپنا چہرہ دھوئے گا تب بھی ایک گرہ کھل جائے گی اور جب سر کا مسح کرے گا تو بھی ایک گرہ کھل جائے گی، اور جب اپنے پاؤں دھوئے گا تو بھی ایک گرہ کھل جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو فرمائے گا جو کہ پردے کے پیچھے ہے: "دیکھو میرے اس بندے کو تکلیف کے ساتھ وضو کرتا ہے، تاکہ مجھ سے مانگے۔ اس بندے نے جو بھی مجھ سے مانگا وہ اسے ملے گا، اس نے جو بھی مانگا وہ اسے ملے گا"۔ (۱)

یہ چار گرہیں ہیں جو مسلمان سے وضو کرنے کے ساتھ کھل جاتی ہیں۔ ہاتھ اور چہرہ دھونے سے اور سر کا مسح کرنے اور پاؤں دھونے سے۔ ایک ایک گرہ کھلتی ہے۔ اور یہ گرہیں حقیقی ہیں۔ جن کو شیطان، انسان کو نیکی اور اطاعت الٰہی سے روکنے کے لئے باندھتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی نیند سے اٹھے تو اسے چاہیئے کہ وضو کرے اور اپنی ناک کو تین مرتبہ جھاڑے

---

(۱) یہ حدیث (حسن لغیرہ) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب والترهيب (٦٣١)، مسند أحمد (٤/٢٠١).

کیوں کہ شیطان اس کی خیشوم (ناک کے اندر کی رگوں) میں رات گذارتا ہے"۔[1]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جو شخص سوتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور مسنون اذکار پڑھتا ہے اور تعوذات کو بھی ادا کرتا ہے۔ تو ایسا شخص ان احادیث (کے حکم میں) داخل نہیں ہو گا اور مذکورہ گرہوں سے سلامت رہے گا۔ کیوں کہ سوتے وقت کے کچھ اذکار میں واضح آیا ہے کہ جو بھی یہ اذکار پڑھے گا اس پر مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف سے محافظ مقرر ہو گا اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا۔[2]

❁ پھر وہ شخص جو مسلسل سوتا رہتا ہے اور بڑی سستی سے کام لیتا ہے یہاں تک کہ اس سے صبح کی نماز فوت ہو جاتی ہے تو ایسے شخص کے کان میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ کیوں کہ صحیحین میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو کہ صبح ہونے تک سویا رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے کانوں میں یا فرمایا اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا تھا"۔

ایسا شخص صبح کرتا ہے تو ساری گرہیں اسی حال پر ہوتی ہیں۔ مزید براں یہ کہ شیطان اس کے کان میں پیشاب بھی کر دیتا ہے اور ایسے شخص کو رسوائی، خسارہ اور شر ہی نصیب ہو گا۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہا: "کسی آدمی کی رسوائی اور برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ صبح تک سوتا رہے، اور شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہو۔ پھر رات کو صبح ہونے تک اللہ کو یاد نہ کرے"۔[3]

ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

نیند میں ڈر و پریشانی ہو تو کیا کہنا چاہیے

وہ شخص جو نیند میں ڈرتا ہے یا وحشت اور پریشانی محسوس کرتا ہے یا اسے نیند میں خوف و وحشت پیدا ہوتی ہے۔ تو ایسی صورت میں ایسا شخص اس حدیث مبارکہ کے مطابق عمل

ع ۱ دیکھئے: صحيح البخاري (۳۲۹۵)، وصحيح مسلم (۲۳۸).

ع ۲ دیکھئے: الاستعاذة لابن مفلح المطبوع بعنوان: مصائب الإنسان من مكائد الشيطان (ص/۷۵).

ع ۳ دیکھئے: قيام الليل لمحمد بن نصر (ص/۱۰۳ ـ مختصر المقريزي)، وقال الحافظ ابن حجر في الفتح (۲۹/۳): "وهو موقوف صحيح الإسناد".

کرے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی نیند کے اندر خوف زدہ ہو تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ.

"میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے واسطے سے پناہ مانگتا ہوں، اس کے غضب و سزا اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں اور خیالات سے، اور اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں"۔

فرمایا: "یہ دعا پڑھنے سے شیاطین اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے"۔ (۱)

ولید بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا، میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ میں وحشت محسوس کرتا ہوں"۔ فرمایا: "جب تم اپنے بستر پر آؤ تو یہ دعا پڑھو (یعنی جو اوپر ذکر ہوئی ہے)، فرمایا: پھر شیطان تمہیں کوئی تکلیف نہیں دے گا اور تمہارے قریب نہیں آئے گا"۔ (۲)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں یحیی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، کہا مجھے خبر ملی ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے نیند میں ڈر لگتا ہے"۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی یہی دعا پڑھنے کا حکم دیا۔ (۳)

ابن سنی نے "عَمَلَ الیوم وَاللَّیْلَة" میں محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اسے نیند میں ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم اپنے بستر پر آؤ تو یہ دعا پڑھو (أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ)"۔ (۴)

---

(۱) یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (۷۰۱)، سنن أبي داود (۳۸۹۳)، الترمذي (۳۵۲۸).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الكلم الطيب (ص/٤١)، المسند (٥٧/٤).

(۳) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: الصحيحة (٢٦٤)، الموطأ (٢٧٣٧)،

(۴) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (٢٦٤)، عمل اليوم والليلة لابن السني (٧٤٢).

لہٰذا یہ عظیم دعا ہے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جنہیں نیند میں ڈر اور خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہ دعا سوتے وقت پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یہ ڈر کسی وجہ سے بھی ہو۔ کبھی وہ خواب میں ڈراؤنی چیزیں دیکھتا ہے۔ تو یہ دعا پڑھنے سے اس کی پریشانی اور ڈر ختم ہو جائے گا۔ اور دل مطمئن ہو گا، اور نیند کے دوران سکون اور آرام محسوس کرے گا۔

اس عظیم دعا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے اور اسی سے بچاؤ لینے کا اعلان کرتا ہے۔ اور اس کے غضب اور سزا سے بچنے کے لئے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وساوس اور خیالات سے پناہ کے لئے اللہ کی طرف واپس پلٹنے کا اعلان کرتا ہے اور اس سے بھی کہ شیاطین نیند یا بیداری، ہر حال میں اس کے یہاں حاضر ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ ذکر ادا کرے گا اس کو شیطان نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت ہی عافیت وسلامتی میں ہو گا۔

تشریح

* أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، یعنی پناہ مانگتا ہوں۔ استعاذہ، اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے اور اس کا سہارا حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ کا سوال کرنے والا ہر اس چیز سے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے جو اسے نقصان و تکلیف پہنچائے۔
* بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، سے مراد ایسے کلمات جن میں نہ کوئی نقص ہو اور نہ عیب۔ جس طرح انسان کے کلام میں ہوتا ہے۔
* مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، غضب اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت ہے۔ اس نے خود کو اس کے ساتھ اپنی کتاب میں موصوف فرمایا ہے۔ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے اپنی سنت میں اس صفت کے ساتھ موصوف کیا ہے اور رب ذوالجلال غضب کرتا ہے اور راضی بھی ہوتا ہے اور محبت بھی کرتا ہے، تو ناپسند بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات بہت ہیں جو کہ قرآن و سنت میں وارد ہوئی ہیں۔ اہل سنت کا منہج جو کہ حق ہے اور ہر مسلمان کو اس پر چلنا چاہیئے۔ ان صفات کے متعلق یہ ہے کہ وہ ان صفات کا اللہ تعالیٰ کے لئے اس طرح اثبات کرتے ہیں، جس طرح رب ذوالجلال نے خود اپنے لئے اثبات فرمایا ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے

اللہ تعالیٰ کے لئے ان کا اثبات کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان صفات میں سے کسی میں بھی تحریف، تعطیل، تکییف یا تمثیل سے کام لیں۔ لہذا وہ ایمان لاتے ہیں کہ رب تعالیٰ غضب (غصہ) کرتا ہے، اور (اہل سنت) رب تعالیٰ کے غضب سے اور ہر اس چیز سے اس کی پناہ چاہتے ہیں جو اس کو ناراض کر دے اور خود کو سختی کے ساتھ ہر اس چیز سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اس کو غضبناک کر دے اور اس کے عذاب و سزا کو واجب کر دے۔

❁ اللہ تعالیٰ کو غصہ دلانے والی چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان مصیبتوں اور خوف و پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف التجاء کرے۔ یعنی ان سے پناہ و سہارا طلب کرے۔ اور ایک کمزور بندے کو کیسے لائق ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے جیسے کمزور انسان کو پناہ کے لئے پکارے۔ اور مخلوق رب العالمین کو چھوڑ کر اپنی جیسی مخلوق کو پکارے۔

یہاں ہم ان لوگوں کی کم عقلی اور کج فکری سمجھ سکتے ہیں۔ جو اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں میں کاہنوں، عرافین (یعنی گم شدہ اشیاء یا چوری ظاہر کرنے کا دعویٰ کرنے والے یا پیش گوئی کرنے والے وغیرہ) دجالوں، نظر بندی کرنے والے اور جادوگروں اور نجومیوں اور دیگر شیاطین کے برادران کے پاس جاتے ہیں۔ ان سے اپنے حال کا شکوہ کرتے ہیں اور اپنی حاجات ان کی چوکھٹوں پر لے جاتے ہیں۔ ان سے اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کے سوا وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو فقط اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئیں۔ ان کے بارے میں فقط اللہ اکیلے کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اس سے ہی التجاء کرنی چاہیئے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ ﴾ (النمل)

"بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو"۔

لہٰذا ایسے بے بس کو جس کو درد و تکالیف نے پریشان کر دیا ہو اور اپنے مطلوب (یعنی

ضروریات حیات) کا حصول اس کے لئے مشکل ہو گیا، اور اپنے مصائب سے نجات و خلاصی کے لئے بے بس ہو گیا ہو، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں سن سکتا۔ کیا اللہ تعالیٰ اکیلے کے سوا کوئی اور تکلیف کو دور کر سکتا ہے جو انسان کو پہنچتی ہے؟، لیکن لوگ اس مسئلے کے بارے میں بہت کم سوچتے ہیں اور ان کا اس کے متعلق تدبر کمزور ہے۔ ورنہ وہ غیر اللہ کے دروازے پر نہ آتے اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور کے یہاں التجاء کرتے۔

❁ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ، اس کے اندر صفت اور اس کے اثر کو جمع کیا گیا ہے۔ صفت غضب ہے، اور اس کا اثر عذاب کا واقع ہونا ہے۔ ہم اللہ کے غضب اور عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

❁ وَشَرِّ عِبَادِهٖ، یعنی تیرے بندوں کے ہر شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

یہاں عبودیت[1] سے عام عبودیت مراد ہے (یعنی مومن و کافر سارے بندے مراد ہیں) کیوں کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس کے لئے چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے جھکے ہوئے اور سرنگوں کئے ہوئے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ إِن كُلُّ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ إِلَّآ ءَاتِى ٱلرَّحْمَٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ ﴾ (مریم)

جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سارے کے سارے رحمٰن کے پاس بندے ہو کر آئیں گے۔

❁ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ، هَمَزَاتِ — هَمَزَة — کی جمع ہے اور هَمَزَة اکسانے کو کہتے ہیں اور اس سے شیاطین کی طرف سے ورغلا کر فساد ڈالنا اور ان کے وساوس اور وہ ساری مصیبتیں اور ایذاء مراد ہیں جو ان کی طرف سے انسانوں کو پہنچتے ہیں۔

❁ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ، یعنی اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ شیطان ہر حال میں میرے پاس حاضر ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے شیاطین کے نزغات و وساوس سے اور اس سے کہ وہ کبھی اس کے پاس آئیں اور اس کے ارد گرد منڈلائیں۔ اس طرح یہ آیت اس بات سے استعاذہ کو متضمن ہے کہ اس کو شیاطین مس کریں اور کبھی قریب آئیں۔

کتنی عظیم دعا ہے، کتنا اس کا زبردست اثر ہے، کتنی جامع ہے ہر اس چیز سے بچاؤ کے

---

[1] عبودیت دو اقسام کی ہوتی ہے: (۱) عام، (۲) خاص۔

لئے جو کہ انسان کے لئے پریشانی اور دہشت و گھبراہٹ کا سبب بن سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

خواب میں پسندیدہ اور ناپسند چیز دیکھ کر کیا کہنا چاہیئے؟

نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں کئی احادیث ثابت ہیں کہ مسلمان کو خواب میں محبوب یا مکروہ چیز دیکھ کر کیا کہنا اور کرنا چاہیئے۔

ان احادیث میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو وہ پسند کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور اس کو بیان کرے اور ناپسند خواب دیکھے تو وہ خواب شیطان کی طرف سے ہے، اور اس کے شر سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ مانگے اور وہ کسی کو نہ بتائے تو اس کو نقصان نہیں دے گا"۔ (۱)

صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور تین مرتبہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے یعنی "أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم" کہے اور اپنی کروٹ بدل لے"۔ (۲)

❁ ان احادیث میں خواب کے متعلق چند بہت اہم نکات ذکر کئے گئے ہیں:

اول: مسلمان کے اچھے خواب کی بڑی شان ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی زندگی میں بشارت اور قلب کی انسیت اور اطمینان کے لئے دکھاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ... ﴾ (یونس: ٦٤)

"ان کے لئے دنیا اور آخرت میں خوش خبری ہے"۔

---

۱ دیکھئے: صحيح البخاري (٦٩٨٥).

۲ دیکھئے: صحيح مسلم (٢٢٦٢).

سلف صالحین میں سے کئی علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد نیک و صالح انسان کا خواب ہے جو وہ دیکھتا ہے یا اس کے متعلق دکھایا جاتا ہے۔

دوم: مومن خواب میں جو ناپسند چیز دیکھتا ہے، وہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

* انسان کے خواب کی تین اقسام ہیں:

① اچھے خواب: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہیں، اس شخص کے لئے جو خواب دیکھتا ہے یا جس کے بارے میں دکھایا گیا ہے۔

② وہ خواب جو شیطان کی طرف سے ہے۔ اس سے مراد وہ ہولناکی اور دہشت ہے جو کہ شیطان، انسان کو نیند میں دکھلاتا ہے، یا وہ ناپسند مثالیں جو کہ انسان کو تشویش، غم اور بے قراری میں مبتلا کرنے کے لئے لاتا ہے۔

③ وہ نفسیاتی خواب ہیں جو انسان دیکھتا ہے۔ جن کے بارے میں وہ دن کو سوچتا ہے جیسے دن کو سوچتا ہے ویسے ہی نیند میں دیکھتا ہے۔

سوم: جب مسلمان ایسا خواب دیکھے جو اسے پسند آتا ہے (یعنی دنیا و آخرت کے اعتبار سے اچھا خواب ہے) تو وہ کیا کرے؟ اس کا خلاصہ کئی امور پر مشتمل ہے۔

① مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اچھا خواب دیکھ کر خوش ہو اور اسے بشارت سمجھے اور اگر اس کے بارے میں ایسا خواب دیکھا گیا ہے تو بھی خوش ہو اور بشارت سمجھے۔ بعض سلف صالحین کا کہنا ہے کہ (اچھا) خواب مومن کو خوش کرتا ہے اور اسے دھوکے میں نہیں ڈالتا۔

② اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے کہ اس نے اسے یہ خبر پہنچائی، اور اس پر بڑا فضل بھی کیا ہے۔ کیوں کہ اس نے اس کی بشارت کے خواب کے ساتھ عزت و تکریم کی ہے۔

③ یہ کہ اس (خواب) کی خبر اپنے ان بھائیوں اور اہل مجلس کو دے جن کے ساتھ یہ محبت کرتا ہے۔ اور جو اس کے ساتھ خیر و نیکی (کے امور میں) تعاون کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو نیکی اور احسان (اچھائی) کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔ تا کہ یہ خواب ان کے

اندر خیر و بھلائی کی زیادتی کا سبب بنے۔

④ اور جس کو ناپسند کرتا ہے اسے یہ خواب نہ بتائے۔ تاکہ اس سے کسی بھی ایذاء رسانی کے خطرے یا حسد وغیرہ سے بچ سکے۔

چہارم: جن فوائد پر گذشتہ (دو) احادیث مشتمل ہیں ان میں سے اس چیز کا بیان بھی ہے ، جو اسے مکروہ اور ناپسند خواب دیکھتے وقت کرنا چاہیئے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

① اسے یقین کرنا چاہیئے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے، اس سے وہ مومن کو دکھ دینا، پریشان کرنا اور غم اور دہشت دلانا چاہتا ہے۔ لہٰذا اسے شیطان کے مکر کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیئے، اور اس پر دھیان نہیں دینا چاہیئے۔

② اس خواب کے شر اور شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور تعوذ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اس سے بچاؤ اور سہارا حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ ... وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ ﴾ (آل عمران)

"جو اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق جوڑ لے تو اسے صراط مستقیم کی ہدایت مل گئی"۔

③ اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے، کیوں کہ شیطان انسان کو اس کے بائیں جانب سے آتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے دل میں وسوسہ ڈالے۔ اور دل بائیں طرف کے قریب ہی ہے۔ اس لئے شیطان اس کے قریبی جہت سے آتا ہے۔ واللہ اعلم

④ جس کروٹ پر سویا ہوا ہے اس سے پھر کر دوسری کروٹ سو جائے۔ کہا گیا ہے کہ اس تبدیلی میں برے اور غمگین حال کا خوش کن حال سے تبدیل ہونے کی طرف اشارہ ہے

⑤ برا خواب کسی کو نہ بتائے۔ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹا گیا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، اور فرمایا: "جب شیطان تم میں سے کسی کے ساتھ نیند (خواب) میں کھیلے تو لوگوں کو نہ بتائے"۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: "اللہ کے

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٢٦٨).

رسول ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے سر پر چوٹ لگی ہے اور میں نے اس نشان پر کپڑا باندھ دیا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے اعرابی کو فرمایا: "خواب میں شیطان جو تمہارے ساتھ کھیلتا ہے اسے لوگوں سے نہ بیان کرو"۔ (۱)

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص مذکورہ ہدایات پر عمل کرے گا اسے یہ خواب نقصان نہیں دے گا۔ بلکہ اس کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم سے خواب اور شیاطین کے شر سے بچاؤ کا سبب بن جائے گا"۔

اس کے باوجود انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس کی فرمانبرداری کرے اور اس کی نافرمانی سے دور بھاگے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے اور اس کی نگہبانی اور عنایت کے احاطے میں رہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کا سوال ہے، اور اس پر توکل ہے، اور اس کی توفیق کے بغیر کوئی حرکت و قوت نہیں ہے۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۲۶۸).

گھر سے باہر نکلتے وقت کے اذکار

گھر سے باہر نکلتے وقت کے کئی بابرکت اذکار اور مفید دعائیں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔ یہ دعائیں پڑھنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے حکم سے محفوظ رہے گا اور پریشانیوں سے اس کے لئے کفایت ہوگی اور شر ور وآفات سے بچاؤ ہوگا، اسے درست اور راہِ حق کی ہدایت ملے گی۔

پہلی دعا

[عن أنس بن مالك رضي الله عنه أنّ النّبيّ ﷺ قال: "إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ، فَقَالَ:] بِسْمِ اللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ، [قَالَ: يُقَالُ حِينَئِذٍ: هُدِيتَ وَكُفِيتَ وَوُقِيتَ، فَيَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ شَيْطَانٌ آخَرُ: كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَكُفِيَ وَوُقِيَ.]

[انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”آدمی جب اپنے گھر سے نکلے تو کہے:]

بِسْمِ اللهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ.

”اللہ تعالیٰ کے نام سے (نکلتا ہوں) اللہ پر ہی توکل اور بھروسہ کرتا ہوں، اور اس کی توفیق کے بغیر کوئی ہمت اور قوت نہیں ہے“۔

فرمایا: ”جب یہ دعا پڑھتا ہے، تو اسے کہا جاتا ہے: تجھے ہدایت مل گئی، کفایت ہوگئی، اور تیرا بچاؤ ہوگیا“۔ اس پر شیطان اس سے ایک طرف ہوجاتا ہے۔ تو دوسرا شیطان کہتا ہے: ”تو ایسے آدمی کو کیا کرسکتا ہے جسے ہدایت ملی، اس کے لئے کفایت ہوئی اور بچاؤ ہوگیا“۔[1]

یہ مبارک ذکر مسلمان کے لئے اتنا مفید ہے کہ جب بھی وہ اپنے گھر یا رہنے کی جگہ سے اپنے دینی یا دنیوی معاملات کی غرض سے نکلے تو اسے ادا کرے۔ تاکہ وہ دورانِ سفر محفوظ رہے اور قضائے امور میں اس کی مدد کی جائے اور اس کی حاجت روائی کی جائے اور بندہ اپنے رب کی حفاظت، تائید اور ہدایت سے ایک لمحے کے لئے بھی بے پرواہ نہیں ہوسکتا۔ اور بندہ یہ سب کچھ اس وقت حاصل کرسکتا ہے جب اس کو حاصل کرنے

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٩٩)، سنن أبي داود (٥٠٩٥)، الترمذي (٣٤٢٦).

میں اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف مذکور کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلنے والے کو حکم فرمایا ہے کہ وہ یہ بابرکت ذکر ادا کرے۔ تاکہ راستہ میں اس کو ہدایت حاصل ہو، اور اس کی پریشانی اور محتاجی میں اس کے لئے کفایت ہو، اور شرور و آفات سے اس کا بچاؤ ہو۔

تشریح

* إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ، یعنی گھر سے نکلتے وقت اور اسی طرح مسافر اپنی منزل (یعنی پڑاؤ کی جگہ) سے جہاں سے آگے وہ سفر شروع کرتا ہے۔
* بِسْمِ اللهِ، یعنی اللہ کے نام سے نکلتا ہوں۔ اور ہر فاعل اپنے حال کی مناسبت سے فعل مقدر کرے گا۔ بِسْمِ اللهِ کے جملہ میں صرف "باء" استعانہ کے لئے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد، حفاظت اور تسدید طلب کرتے ہوئے نکلتا ہوں۔
* تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، یعنی اس پر اعتماد کیا۔ اور اپنے تمام معاملات اسی کو سپرد کئے، اور توکل، اعتماد اور تفویض (یعنی معاملات و امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے) کا نام ہے۔ اور توکل اعمال قلوب میں سے ہے۔ اور اس کو غیر اللہ کے لئے انجام دینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ہر موحد کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کردے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿...وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾﴾ (المائدۃ)

"اگر تم مومن ہو تو اکیلے اللہ پر توکل کرو"۔

یعنی اکیلے اس پر کسی دوسرے پر نہیں۔ اس طرح توکل کو ایمان کے لئے شرط بنایا ہے اور توکل انواع عبادت کو سب سے زیادہ جمع کرنے والا عمل ہے، اور توحید کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ اس لئے کہ اس سے اعمال صالحہ اور کئی قسم کی نیکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کیوں کہ بندہ فقط اللہ اکیلے پر اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں اعتماد کرے گا تو اس کا اخلاص صحیح ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھے گی، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی میں اس کے لئے کافی ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿..وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ....﴾ (الطلاق: ۳)

"جو اللہ پر بھروسہ کرے گا اس کے لئے اللہ ہی کافی ہوگا"۔

جس کو اللہ کافی ہو گا اس کا دشمن کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اگرچہ اس کے لئے آسمان اور زمین اور جو ان کے مابین ہے۔ سازش کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اسی کے لئے تنگی سے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنائے گا۔ اور اس کو وہاں سے دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہو گا اور اس حدیث میں توکل کی عظیم فضیلت کی بھی دلیل ہے اور توکل منافع کو حاصل کرنے اور مفاسد کو دور کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔

* لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، یہ کلمہ فرمانبردار ہونے، سر جھکانے اور معاملات اللہ کے سپرد کرنے اور اس کی توفیق کے بغیر کسی بھی حیلے و قوت کا انکار کرنے پر مشتمل ہے۔ انسان اپنے معاملے میں سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ اسے اللہ کی مشیّت کے بغیر شر کو دفع کرنے کی طاقت ہے، اور نہ خیر کو حاصل کرنے کی قوت۔ کلمہ "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" سے مدد الٰہی حاصل کی جاتی ہے۔

* اگر مسلمان اس ذکر پر غور کرے گا تو اول تا آخر اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء کرنے اور اس سے مضبوط سہارہ لینے اور اسی پر بھروسہ کرنے اور تمام معاملات کو اسی کے سپرد کرنے پر مشتمل یہ ایک مکمل دعا ہے۔ جس کی یہ صفات ہوں گی اسے ہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت، مدد، توفیق اور تسدید حاصل ہو گی۔

* يُقَالُ حِينَئِذٍ، اس وقت کہا جاتا ہے، ایک روایت میں ہے: "يُقَالُ لَهُ: هُدِيتَ وَكُفِيتَ وَوُقِيتَ"، یعنی اسے کہا جاتا ہے، تجھے ہدایت ملی، کفایت ہوئی، اور بچا لیا گیا۔ ہو سکتا ہے یہ کہنے والا رب ذوالجلال ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی فرشتہ ہو۔

* هُدِيتَ، یعنی راہ حق و صواب کی تجھے ہدایت ملی، یعنی اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے پر چلنے کے لئے مدد طلب کرنے کی وجہ سے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء کرے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

* كُفِيتَ، یعنی ہر دنیوی اور اخروی پریشانی سے اللہ تعالیٰ تیرے لئے کافی ہو گیا۔

* وُقِيتَ، یعنی تیری شیاطین اور دشمنوں وغیرہ سے حفاظت ہو گئی۔

* فَيَتَنَحَّى عَنْهُ الشَّيْطَانُ، یعنی شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے کیوں کہ جس شخص کا یہ

حال ہو تو شیطان کو اس پر (حملہ کرنے کے لئے) کوئی راستہ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ وہ مضبوط قلعہ اور محفوظ دفاع میں آگیا ہے۔ جس میں وہ شیطان سے محفوظ ہو گیا ہے۔

❁ فَيَقُولُ شَيْطَانٌ آخَرُ، یعنی شیاطین میں سے کوئی ایک شیطان اس شیطان سے کہتا ہے، جو اس شخص کو گمراہ کرنا اور تکلیف دینا چاہتا تھا۔ تو اس شخص کو کیسے ایذاء دے سکتا ہے اور کیسے گمراہ کر سکتا ہے جس نے یہ بلند خصال حاصل کی ہوں؟ یعنی ہدایت، کفایت اور بچاؤ۔

یہ سب ہمیں اس مبارک ذکر کی عظمت، شان اور گھر سے باہر نکلتے وقت اس کی پابندی کرنے کی اہمیت بتاتا ہے تاکہ یہ مبارک اوصاف اور حدیث میں مذکور عظیم فوائد حاصل کئے جا سکیں۔

دوسری دعا

ان عظیم ونافع اذکار میں سے جو گھر سے نکلتے وقت ادا کئے جائیں ایک یہ بھی ہے، جو سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

[عن أمِّ سلمة رضي الله عنها قالت: مَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ بَيْتِي قَطُّ إِلاَّ رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ:]

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

[ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی میرے گھر سے نکلتے تو اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور فرماتے:]

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ، أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ، أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ، أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ

"یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں۔ پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں۔ ظلم کروں یا مجھ پر ظلم ہو، جہالت کا کام کروں یا مجھ پر جہالت کا کام ہو"۔ (۱)

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجه (٣١٣٤)، أبي داود (٥٠٩٤)، ابن ماجه (٣٨٨٤).

یہ عظیم حدیث اور مبارک دعا ہے۔ مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے گھروں سے نکلتے وقت اس دعا کو لازم کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ آپ ﷺ جب بھی اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے تھے جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

تشریح

❁ اگر آپ اس دعا پر غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ حدیث سابقہ حدیث سے غایت ومقصود میں موافق ہے۔ گذشتہ حدیث میں لفظ "هُدِيتَ" اس حدیث کے الفاظ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ" یا اللہ میں گمراہ ہونے اور گمراہ کئے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور گذشتہ حدیث کے لفظ "كُفِيتَ" اس حدیث کے لفظ "أَظْلِمَ" اور "أُظْلَمَ" یعنی میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم ہو، کے موافق ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کا ظلم روکنے کے لئے کافی ہوگا۔

❁ گذشتہ حدیث میں "وُقِيتَ" اس حدیث میں لفظ "أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ" اور "أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ" پھسل جاؤں یا مجھے پھسلایا جائے، جہالت کروں یا مجھ پر جہالت ہو، کے موافق ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اسے ان اشیاء سے بچاتا ہے) اس طرح بندہ اس دعا کو ادا کر کے ان اشیاء سے پناہ مانگتا ہے جو اسے ہدایت کفایت اور وقایت سے دور کرتی ہیں۔ کوئی حرج نہیں کہ بندہ دونوں دعائیں ایک ساتھ پڑھے۔

❁ اس حدیث کی ابتداء (مَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ بَيْتِي قَطُّ... یعنی جب بھی آپ ﷺ گھر سے نکلتے تو کہتے) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ اور ہر دفعہ گھر سے نکلتے وقت یہ دعا ادا فرماتے اور اس میں اس دعا کو ہر دفعہ گھر سے نکلتے وقت ادا کرنے کی اہمیت پر بھی دلالت ہے اور اس میں خیر، برکت اور سلامتی اور غنیمت ہے۔

❁ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قول "إِلَّا رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ" (ضرور اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اٹھاتے) اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق سے بلند ہے۔ وہ رب تعالیٰ جس کو ہم پکارتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ اپنی خلق سے بائن (جدا) ہے۔ جس طرح فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ

خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٖ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۚ ٱلرَّحۡمَٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهِۦ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ (الفرقان)

''اور اس زندہ پر توکل کر جو کبھی نہیں مرتا، اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے میں کافی ہے۔ وہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے، پھر عرش پر بلند ہوا (یعنی) رحمٰن (بہتر رحم کرنے والا ہے) اس کے بارے میں بہت باخبر سے پوچھ''۔

لٰہذا آسمان کی طرف نظر اٹھانے میں رب ذوالجلال کے علو پر ایمان ہے۔ جس طرح آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے میں اللہ تعالیٰ کے علو (بلندی) پر ایمان لانے پر دلالت ہے۔

❁ حافظ المغرب ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التمہید'' میں رب تعالیٰ کے علو پر دلائل ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: ''اور رب کریم کے ساتوں آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہونے کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ عرب و عجم کے تمام اہل توحید کرب و تکلیف میں اپنے چہرے آسمان کی طرف کر کے اپنے رب تعالیٰ سے استغاثہ طلب کرتے ہیں۔ (یعنی مدد کے لئے پکارتے ہیں) یہ بات ہر عام و خاص کے ہاں مشہور و معروف ہے اور کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ اضطرار و گریہ زاری ہے جس کا نہ کسی نے نقد کیا ہے نہ انکار''۔ [1]

❁ رب تعالیٰ کے اپنے خلق سے بلند ہونے پر بے شمار دلائل ہیں۔ علو باری تعالیٰ پر کتاب و سنت، اجماع، فطرت اور عقل سلیم دلالت کرتے ہیں لیکن یہاں ان ادلہ کی تفصیل کا مقام نہیں ہے۔

❁ آسمان کی طرف نظر اٹھانے میں رب تعالیٰ کی نگہبانی کے احساس کی اہمیت پر اور اس بات پر دلالت ہے کہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے، اسے ان کا خوب علم ہے۔ اور ان میں سے کوئی ایک اس سے چھپ نہیں سکتا۔ اور یہ کہ (کائنات کے) امور کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

❁ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ... سے آخر تک میں استعاذہ ہے۔ استعاذہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کو

---

۱ دیکھئے: التمهيد (۱۳٤/۷).

مضبوط کرنے اوراس کی پناہ میں آنے کا نام ہے۔اوراس دعا میں رب تعالیٰ سے التجاء کی گئی ہے کہ وہ بندے کو مذکورہ امور میں مبتلا ہونے سے بچائے اوروہ امور یہ ہیں:

"گمراہ ہونا، گمراہ کیا جانا، پھسلنا، پھسلایا جانا، ظلم کرنا، ظلم کا شکار ہونا، جہالت کے کام کرنا یااس کے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جانا"۔

٭ یہ بات معلوم ہے کہ جو بھی شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے۔وہ لامحالہ لوگوں سے ملے گا اور ان سے لین دین، میل جول رکھے گا اور خود کے ساتھ خیر خواہی کرنے والا اپنے متعلق اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس میل جول اور معاشرت کی وجہ سے صحیح راہ اور صراط مستقیم پر سے ہٹ نہ جائے کہ جس پر چلنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔اور یہ بات کبھی دین سے تعلق رکھتی ہے۔یعنی گمراہ ہو یا گمراہ کیا جائے اور کبھی دنیا کے مسائل سے تعلق رکھتی ہے یعنی ظلم کرے یا خود ظلم کا شکار ہو اور کبھی ان لوگوں سے متعلق ہوتی ہے جن سے یہ اختلاط و معاشرت کرتا ہے یعنی: "پھسل جائے یا پھسلایا جائے، یا جہالت کرے یا اس پر جہالت کی جائے"۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ان تمام احوال سے ان بلیغ الفاظ اور کامل معانی اور دقیق کلمات کے ساتھ استعاذہ کیا ہے۔

٭ اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ، اس میں گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے جو کہ ہدایت کی ضد ہے اور گمراہی سے استعاذہ ہدایت کی توفیق کے لئے بھی سوال کیا گیا ہے۔

٭ أَنْ أَضِلَّ، یعنی میں بذات خود گمراہ ہو جاؤں۔ اس طرح کہ ایسا کام کروں جو مجھے گمراہی تک پہنچائے یا ایسا گناہ مجھے راہ ہدایت سے ایک طرف کر دے۔

٭ أَوْ أُضَلَّ، گمراہ کیا جاؤں، یعنی مجھے انسان و جن میں سے شیاطین گمراہ کریں۔ جن کا کام ہی لوگوں کو گمراہ کرنا اور راہ ہدایت سے روکنا ہے۔

٭ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ، "زلة" سے ہے اس کا معنی پھسل جانا ہے، یعنی انسان راہ ہدایت سے روگردانی کرے اور ایک طرف ہو جائے مثلاً کہتے ہیں "زلت قدم فلان"، یعنی اس کا پاؤں پھسل گیا اور "طریق مزلة"، ایسا راستہ جہاں پاؤں پھسل جائیں اور ٹِک نہ سکیں۔ یہاں پر لاشعوری طور پر گناہ میں مبتلا ہو جانا مراد ہے۔ جس طرح انسان لاشعوری طو...

اچانک پھسل جاتا ہے۔

* أَزِلَّ ،یعنی میں خود پھسل جاؤں۔ " أُزَلَّ"، یعنی کوئی دوسرا مجھے پھسلا دے۔
* أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ ، کسی چیز کو اس کے مطلوبہ اور مستحق مقام سے ہٹا کر کہیں اور رکھنے کو " ظلم" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
* "أَظْلِمَ"، یعنی میں خود پر ظلم کروں۔ اس طرح کہ خود کو گناہ میں ڈال دوں یا دوسرے کے ساتھ ظلم کروں یعنی اس پر سرکشی کروں اور اس کی ملکیت میں غلط اور ناحق تصرف کروں یا اسے ایذاء اور تکلیف دوں۔
* "أَوْ أُظْلَمَ "، یعنی لوگوں میں سے کوئی میری جان، مال اور عزت میں ظلم کرے۔
* "أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عليَّ"، جہل سے ہے جو کہ علم کی ضد ہے۔
* أَجْهَلَ ،یعنی جاہلوں کا سا فعل کروں یا لایعنی کام کروں، یا اس حق کو بھول جاؤں جو مجھ پر واجب ہے۔
* يُجْهَلَ عليَّ، یعنی کوئی دوسرا مجھ پر جہالت کا کام کرے، اس طرح کہ میرے ساتھ جہلاء کی طرح بے وقوفی، بے حیائی اور گالی گلوچ وغیرہ کے ساتھ پیش آئے۔

جو شخص دوسروں کے ساتھ ان مذکورہ خصال کے ساتھ پیش نہیں آتا اور نہ دوسرے اس کے ساتھ اس طرح پیش آتے ہیں۔ تو وہ خود بھی عافیت میں ہوگا اور لوگ بھی اس سے عافیت میں ہوں گے۔

* لہٰذا احدیث میں ان مذکورہ امور سے طرفین سے استعاذہ کیا گیا ہے۔ استعاذہ کرنے والے خود سے اور ان لوگوں سے بھی جن کے ساتھ یہ ملتا ہے (یعنی دونوں کے شر سے) بعض سلف صالحین اپنی دعا میں کہتے تھے: "اَللّٰهُمَّ سَلِّمْنِيْ وَسَلِّمْ مِنِّيْ"،[1]

"یا اللہ مجھے (دوسروں سے) سلامتی میں رکھ اور مجھ سے بھی (دوسروں کو) سلامت رکھ"۔

اس طرح کا انسان لوگوں کے شر سے محفوظ رہے گا اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے اور وہ عظیم خیر پر ہوگا۔

---

[1] یہ اثر (ضعیف) ہے، دیکھئے: ضعيف الأدب المفرد (۱۱۹٦)، شرح لبيك اللهمّ لبيك (ص۱۰۲)

لہٰذا یہ عظیم دعا ہے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ جب بھی اپنے گھر سے نکلے تو اس کی محافظت کرے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء کرنے والا اور اس کی پناہ لینے والا بن جائے، اس سے کہ اسے (اس حدیث میں) مذکورہ امور میں سے کوئی امر (یعنی نقصان دہ چیز) پہنچے۔

* اس کے بعد اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اسباب کو بھی لے اور گمراہی، لاشعوری کی غلطی اور جہل سے بہت زیادہ بچنے کی کوشش کرے، اس طرح وہ اسباب اور رب تعالیٰ سے استعانت دونوں کو جمع کرلے گا۔

گھر میں داخل ہونے کے اذکار

گھر میں داخل ہوتے وقت کی احادیث میں کئی عظیم اذکار مروی ہیں۔

پہلی دعا

ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے گھر یا منزل میں (جہاں وہ رہ رہا ہے) داخل ہوتے وقت "بِسْمِ اللهِ" پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرے اور سلام کرے، گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کو یاد کرتا ہے اور کھانا کھاتے وقت بھی بسم اللہ کہتا ہے، تو شیطان (دوسرے شیطان کو) کہتا ہے آج تمہارے لئے نہ یہاں رہنے کی جگہ ہے اور نہ کھانا۔ اور جب وہ داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان (اپنے دوسرے شیاطین کو) کہتا ہے، آج تمہیں رات گذارنے کی جگہ مل گئی، اور پھر کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتا تو کہتا ہے آج تمہیں رہنے کی جگہ اور رات کا کھانا بھی مل گیا"۔ (1)

تشریح

* اس حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ مسلمان کا اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اپنے رب تعالیٰ کو یاد کرنا شیطان سے حفاظت اور بچاؤ کا سبب ہے۔ کیوں کہ

---

(1) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۰۱۸)۔

شیطان ہر حال میں مسلمان کے پیچھے پڑا ہوتا ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت، کھانا کھاتے اور پانی پیتے وقت، ہر حال میں۔ پھر جب مسلمان اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور مایوس ہو کر اس کے قریب نہیں آتا۔ اور مسلمان شیطان سے، اس کے مکر اور سازش سے حفظ وامان میں رہتا ہے۔

❁ جب مسلمان ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے، تو شیطان اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور اس کے کھانے، پینے اور رات گذارنے میں اس کا شریک بن جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾ (الزخرف)

”اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے، اور یہ (شیطان) ان کو (سیدھے) راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے راستے پر ہیں“۔

❁ ذکر الٰہی شیطان کو دفع کرنے اور انسان کی حفاظت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا اللہ کی حفاظت میں شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ شیطان اس سے ناامید ہو جاتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا اس شخص پر کوئی بس نہیں چلے گا۔ اس لئے گذشتہ حدیث میں آیا ہے کہ شیطان جب انسان کو گھر میں داخل ہوتے اور کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سنتا ہے تو (اپنے ساتھیوں کو اور معاونین کو) کہتا ہے یہاں نہ تمہیں رات گذارنے کی جگہ ملے گی اور نہ کھانا۔ پھر وہ اور اس کے ساتھی اور مددگار، اس ذکر الٰہی کرنے والے کے ساتھ رات گذارنے اور رات کا کھانا کھانے میں شراکت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اس ذکر سے غافل انسان اس شراکت سے بالکل نہیں بچ سکتا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَٱسْتَفْزِزْ مَنِ ٱسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَٰدِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ ﴾ (الاسراء)

”ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے پیادے اور سوار چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں جھوٹے وعدے دے لے ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں“۔

٭ یہ غافلوں کے متعلق ہے، جبکہ ذکر الٰہی کرنے والوں کے بارے میں آیا ہے: ﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴾ (الإسراء: ٦٥)

"میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں، تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے"۔

شیخ عبدالرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: "کتنے ہی مفسرین نے کہا ہے کہ شیطان کے مال و اولاد میں شراکت کرنے کی وجوہات میں کھانے، پینے اور جماع کے وقت بسم اللہ ترک کر دینا بھی شامل ہے اور جب انسان ان مواقع پر "بِسْمِ اللهِ" کہنا چھوڑ دے گا تو شیطان اس کے ساتھ شریک ہو جائے گا"۔

جس طرح گزشتہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔

دوسری دعا

جب مسلمان گھر میں داخل ہو تو سلام کرنا مستحب ہے۔ اگرچہ گھر میں کوئی بھی نہ ہو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ ... فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا ... ﴾ (النور: ٦١)

"پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کر لیا کرو"۔

تشریح

٭ شیخ عبدالرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "﴿ ... فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا ... ﴾، یہاں پر لفظ ﴿ بُيُوتًا ﴾ نکرہ اور شرط کے سیاق میں ہے۔ جس میں اپنے اور دوسروں کے گھر بھی شامل ہیں۔ اگرچہ اس میں کوئی رہتا ہو یا نہ ہو۔

﴿ ... فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ ... ﴾ یعنی ایک دوسرے کو سلام کیا کرو کیوں کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ محبت، رحم دلی، نرمی وغیرہ میں ایک شخص کی طرح ہیں۔

لہٰذا یہ عمل مشروع ہے کہ انسان گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرے۔ سلام کرنے کے معاملے میں اپنے یا کسی اور کے گھر میں کوئی فرق محسوس نہ کرے۔ چاہے اس گھر میں کوئی رہتا ہو یا نہ رہتا ہو۔

اس کے بعد رب تعالیٰ نے سلام کی مدح کی ہے اور فرمایا ہے:

﴿ ... تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ... ﴾ (النور: ٦١)

"بابرکت اور پاکیزہ دعائے خیر جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے"۔

یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا پھر اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلَی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِینَ کے الفاظ کا استعمال کرکے سلامتی بھیجی جائے۔

﴿ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ ﴾ یعنی اس نے تمہارے لئے اسی کو مشروع بنایا ہے اور تمہیں اپنی طرف سے تحفہ دیا ہے۔

﴿ مُبَٰرَكَةً ﴾ کیوں کہ یہ نقص سے سلامتی، حصول رحمت، برکت اور بڑھوتری پر مشتمل ہے۔

﴿ طَيِّبَةً ﴾ کیوں کہ یہ ان کلمات طیبہ میں سے ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اس سے اس شخص کا دل خوش ہوتا ہے جس کو سلام کیا جائے۔ اور محبت بڑھتی ہے"۔[1]

❁ شیخ عبدالرحمن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ ایسے گھر میں داخل ہوتے وقت جہاں کوئی بھی نہ رہتا ہو وہاں سلام کیا جائے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلَی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِینَ کا صیغہ استعمال کیا جائے، رسول اللہ ﷺ سے باسندِ صحیح ثابت نہیں ہے اس کے بارے میں موطا امام مالک میں ایک حدیث مروی ہے کہ انہیں روایت پہنچی ہے کہ "جب ایسے گھر میں داخل ہو جہاں کوئی بھی نہ رہتا ہو تو یہ کہنا مستحب ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلَی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِینَ کہا جائے"۔[2]، اور اس بارے میں کچھ آثار قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے مروی ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جو بات سنت سے ثابت ہے اسی پر اکتفا کیا جائے یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا چاہیے اگرچہ گھر میں کوئی رہتا ہو یا نہ رہتا ہو۔

اس اثر کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کہا ہے[3]، اور فرمایا: قُلت: فَفِي هَذِهِ الآثَارِ مَشرُوعِيَة السَّلَام مِمَن دَخَل بَيْتاً لَيسَ فِيْه أَحدٌ ؛ وَهُوَ مِن إِفْشَاء السَّلَام المَأمُور بِه فِي بَعضِ الأَحَادِيث الصَحِيْحَة، وَلِظَاهِر قَولِه تَعَالَى:﴿...

---

[1] دیکھئے: تفسير السعدي (۱ / ۵۷۵).

[2] دیکھئے: الموطا (۲۰۲٦ — رواية أبي مصعب).

[3] دیکھئے: صحيح الأدب المفرد (۱۰۵۵) باب إذا دخل بيتاً غير مسكون

فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ...﴾ (النور: ٦١)، وَقَد استَدَلَ الحَافِظ بِهَا وَبِأَثَرِ ابْنِ عُمَرَ عَلَى مَا ذَكرت، فَقَالَ عقبهما : فَيُسْتَحَبُّ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ فِي البَيْتِ؛ أَنْ يَقُوْلَ: السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ.

"ان آثار میں اس شخص کے لئے سلام کرنا جائز ثابت ہوتا ہے جو کسی ویران گھر میں داخل ہو اور یہ عمل سلام کو عام کرنے کا حصہ ہے جس کا ہمیں صحیح احادیث میں حکم دیا گیا ہے جو قرآن مجید کی اس آیت سے بھی واضح ہوتا ہے:

﴿...فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ...﴾ (النور: ٦١)

"پس جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے گھر والوں کو سلام کر لیا کرو"۔

اور اسی سے امام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال لیا ہے اور ابن عمر کے اثر سے کہ سلام کرنا جائز ہے پھر فرماتے ہیں: "ہر شخص پر مستحب ہے کہ وہ جب ویران گھر میں داخل ہو تو یہ الفاظ ادا کرے: السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ"۔]

* گھر میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہنے سے خود انسان کو اور گھر والوں کو برکت حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح گزشتہ حدیث واضح کر رہی ہے۔ (یعنی شیاطین کھانے پینے میں شریک نہیں ہوتے لہٰذا برکت ہوئی)۔

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بھی تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو۔ اس سے تمہارے گھر والوں کے لئے برکت حاصل ہوگی"۔ (۱)

* جو شخص گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کہے، اسے اللہ تعالیٰ کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین اشخاص کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت حاصل ہے، وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے۔ یہاں تک کہ اسے وفات دے کر جنت میں داخل کرے یا اس کو اجر و غنیمت کے ساتھ لوٹائے۔ اور دوسرا وہ شخص جو کہ مسجد کی طرف نکلتا ہے۔ وہ بھی اللہ

---

(۱) یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (١٦٠٨)، سنن الترمذي (٢٦٩٨).

تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے وفات دے کر جنت میں داخل فرمائے یا اجر وغنیمت کے ساتھ لوٹائے۔ اور جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرتا ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی ضمانت حاصل ہوتی ہے"۔ (۱)

صحیح ابن حبان میں اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: " تین اشخاص کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ اگر وہ زندہ رہے تو انہیں رزق ملے گا اور کفایت ہوگی۔ اور اگر فوت ہوئے تو جنت میں داخل ہوں گے۔ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت حاصل ہے اور جو مسجد کی طرف آتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے"۔ (۲)

پس وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت، نگہبانی اور توفیق میں ہوتا ہے۔ کتنی بڑی عطاء ہے، کتنا بڑا فضل ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے ہیں۔

بیت الخلاء میں داخل ہونے کے آداب واذکار

سنت میں ان آداب کا بیان آیا ہے جن کو بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور قضاء حاجت کے وقت اور نکلتے وقت اختیار کرنا چاہیئے۔ اور یہ کئی آداب ہیں ۔ جو کہ شریعتِ اسلامیہ کے کمال و تمام پر دلالت کرتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ ان آداب کو اپنا کر ایک مسلمان کو بہت ہی خوشی ہوگی۔ کیوں کہ ان اذکار وآداب میں طہارت، نظافت اور پاکی حاصل کرنے کا نہایت ہی کامل اور اچھا طریقہ ہے۔ بلکہ یہ آداب ایک مسلمان کے لئے قابل فخر ہیں، اور کتنے ہی عظیم آداب ہیں۔

❁ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں کہا گیا (یعنی کفار نے کہا) کہ " آپ کے نبی (علیہ السلام) نے آپ کو ہر چیز سکھلائی ہے۔ یہاں تک کہ قضاءِ حاجت کا طریقہ بھی"۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہاں کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبلہ رخ ہو کر پاخانہ اور پیشاب کرنے سے اور گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا ہے"۔ (۳)

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب (۱۶۰۹)، سنن أبي داود (۲٤۹٤).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب (۳۲۱)، الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان (٤۹۹).

(۳) دیکھئے: صحیح مسلم (۲٦۲).

مسلم کی دوسری روایت کے الفاظ ہیں: "مشرکین نے کہا: "ہم آپ کے پیغمبر (ﷺ) کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کو (ہر چیز) سکھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ قضاءِ حاجت کے آداب بھی"، تو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہاں، کیوں نہیں، آپ ﷺ نے ہمیں دائیں ہاتھ کے ساتھ استنجاء کرنے، قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے اور گوبر و ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے روکا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی شخص تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجاء نہ کرے"۔[1]

بہر حال ان مشرکین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے دین کی تعلیمات میں قضاء حاجت کے متعلق تعلیم کی وجہ سے عیب دینا چاہا اور تمسخرانہ انداز سے کہا کہ تمہارا نبی ﷺ تو تمہیں ہر چیز سکھا رہا ہے۔ یہاں تک کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی سکھاتا ہے۔ اس پر جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان کی تنقید کا ابطال کرتے ہوئے ان کے غرور واستہزاء کو توڑتے ہوئے، پورے فخر اور اعزاز کے ساتھ فرمایا: "ہاں کیوں نہیں، آپ ﷺ نے ہمیں یہ چیز سکھلائی اور ہم اس پر فخر کرتے ہیں"۔ اس کے بعد وہ فخر کے ساتھ ان کو قضاء حاجت کے متعلق آدابِ کریمہ اور بابرکت تعلیمات گنوانے لگے۔ بلاشک یہ تعلیم بابرکت ہے۔ جن کو چوپایوں جیسے یہ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ ان کو وہ سمجھ سکتا ہے جس کو رب تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ اور اس دین حنیف کی ہدایت دے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس دین اسلام کی ہدایت دی اور اس نے ہمیں اس دین حنیف کا وارث بنایا ہے۔ اس پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

❁ قضاء حاجت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان جب سفر میں ہو (اور بیت الخلاء نہ ہو) اور قضاء حاجت کے لئے باہر جائے تو اتنا دور جائے کہ اپنے ساتھیوں کو نظر نہ آئے۔

ابوداؤد میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب قضاء حاجت کے ارادے سے نکلتے تو اتنا دور جاتے کہ انہیں کوئی بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔[2]

❁ قضاء حاجت کرتے وقت یہ بھی مسنون ہے کہ زمین سے قریب ہونے سے پہلے اپنا کپڑا

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۶۲).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود (۲)، سنن أبي داود (۲).

نہ اٹھائے۔ ابوداؤد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "نبی کریم ﷺ جب قضاء حاجت کرنا چاہتے تو اپنا کپڑا نہ اٹھاتے، یہاں تک کہ زمین کے قریب ہو جاتے"۔[1]

٭ یہ بھی سنت ہے کہ قضاء حاجت کے وقت لوگوں سے چھپ کر بیٹھے۔

عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کرتے وقت بلند دیوار، ریت کے ٹیلے اور کھجور کے باغ کے ساتھ چھپنے کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔[2]

٭ قضاء حاجت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں کے راستے میں پیشاب نہ کرے۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دو لعنت کے موجب کاموں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ وہ دو لعنت کے موجب کام کون سے ہیں؟ فرمایا: "لوگوں کے راستے اور سائے میں پاخانہ کرنا"۔[3]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین لعنت کے موجب کاموں سے پرہیز کرو۔ پانی کی جگہ پر (یعنی کنویں، تالاب وغیرہ کے پاس جہاں لوگ پانی بھرتے ہیں یا چوپائے اور جانور پانی پیتے ہیں) عام راستے پر اور سائے میں (یعنی جس کو لوگ استعمال کرتے ہیں) قضاء حاجت کرنا"۔[4]

٭ یہ بھی قضاء حاجت کے آداب میں سے ہے کہ پاخانہ و پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف رخ کرے اور نہ پیٹھ۔ اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں والد کی طرح سکھلاتا (اور تربیت کرتا) ہوں۔ لہٰذا تم میں جب کوئی قضاء حاجت کرے تو قبلہ کی طرف رخ اور پیٹھ نہ کرے، نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور آپ ﷺ تین ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا حکم کرتے اور لید و گوبر سے منع فرماتے"۔[5]

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (١٠٧١)، سنن أبي داود (١٤).

[2] دیکھئے: صحيح مسلم (٣٤٢).

[3] دیکھئے: صحيح مسلم (٢٦٩).

[4] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (٢١)، سنن أبي داود (٢٦).

[5] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٢٣٤٦)، سنن أبي داود (٨).

آپ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان "میں تمہیں والد کی طرح سکھلاتا (اور تربیت کرتا) ہوں"، پر غور کریں۔ یہ بات کامل نگہبانی، حسنِ عنایت اور کمال خیر خواہی کی دلیل ہے۔

* آداب قضاء حاجت میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمان اگر ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنا چاہے تو تین ڈھیلوں سے کم استعمال نہ کرے۔ کیوں کہ اس طرح صحیح صفائی ہوگی۔ اور کوئی حرج نہیں کہ جو چیز ڈھیلوں کے قائم مقام ہے مثلاً ٹوائلٹ پیپر وغیرہ کو استعمال کرے اور پانی کے ساتھ استنجا کرنا افضل ہے۔

صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے نکلتے تو میں اور ایک دوسرا لڑکا پانی کا برتن لاتے۔ تاکہ آپ ﷺ اس سے استنجا کریں۔[1]

* مسلمان کو قضا حاجت کرتے وقت پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا چاہیئے کہ کہیں اس کے جسم یا کپڑوں کو نہ لگ جائیں کیوں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں سے گذرے تو فرمایا: "ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی (مشکل اور) بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ ان دونوں میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا"۔

دوسری روایت میں ہے "کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا یا پاکی حاصل نہیں کرتا تھا"۔[2]

* مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ قضاء حاجت کے وقت بات کرے۔ یا ذکر و دعا میں مشغول ہو۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: "ایک شخص (آپ ﷺ کے پاس سے) گذرا اور رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے۔ اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا"۔[3]

اس حدیث میں دلیل ہے کہ مسلمان کو قضاء حاجت کرتے وقت بات نہیں کرنی

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (١٥٠)، صحيح مسلم (٢٧١).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (١٣٦١)، صحيح مسلم (٢٩٢).

[3] دیکھئے: صحيح مسلم (٣٧٠).

چاہیئے۔ کیوں کہ نبی ﷺ نے اس صحابی کو جواب نہیں دیا۔ اور نہ ہی اسے ذکر و دعا میں مشغول ہونا چاہیئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو سلام کا بھی جواب نہیں دیا۔

سو یہ قضاء حاجت کے کچھ مسنون آداب ہیں۔ جن کی اسلام نے ترغیب دی ہے، اور یہ آداب اس دین کے مکمل ہونے، اور حسن و جمال پر دلالت کرتے ہیں۔

پہلی دعا

مسلمان کے لئے یہ مستحب ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

"اللہ کے نام سے، اے اللہ میں مذکر و مونث (شیاطین) سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

کیوں کہ صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔[1]

تشریح

❁ الْخُبُثِ، خبیث کی جمع ہے اور خَبَائِثِ، خَبِیْثَۃ کی جمع ہے۔

❁ اس حدیث کی بعض روایات کے شروع میں 'بِسْمِ اللهِ' کا لفظ آیا ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "عمری نے یہ حدیث عبد العزیز بن المختار عن عبد العزیز بن صہیب کی سند سے روایت کی ہے اس میں امر کا لفظ ہے۔ یعنی جب بھی تم بیت الخلاء میں جاؤ تو "بِسْمِ اللهِ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" کہو اور اس کی سند مسلم کی شرط پر (یعنی صحیح) ہے"۔[2]

❁ اس کی شاہد وہ روایت ہے جس کو ابن ماجہ وغیرہ نے علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے:

سِتْرُ مَا بَيْنَ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلاءَ أَنْ يَقُولَ: بِسْمِ اللهِ

"بیت الخلاء میں انسان کی شرم گاہ اور جن کے درمیان پردہ یہ ہے کہ وہ اس میں داخل ہوتے وقت "بِسْمِ اللهِ" کہے"۔ یہ حدیث اپنے مجموعی طرق کے اعتبار سے صحیح ہے۔[3]

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (١٤٢)، وصحيح مسلم (٣٧٥).

[2] دیکھئے: فتح الباري (١/٢٤٤).

[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: إرواء الغليل للألباني (١/٨٧ — ٩٠)، سنن ابن ماجه (٢٩٧).

دوسری دعا

مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ جب بیت الخلاء سے باہر آئے تو "غُفْرَانَكَ" کہے کیوں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام بیت الخلاء سے نکلتے وقت "غُفْرَانَكَ" یعنی (یا اللہ میں تیری بخشش چاہتا ہوں) کہا کرتے تھے۔[1]

اس وقت "غُفْرَانَكَ" کہنے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے "یا اللہ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں کہ اس عظیم و جلیل نعمت کا شکر ادا کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہو"۔ یعنی رب تعالیٰ نے اسے کھلایا، اس کھانے کو ہضم کرایا، پھر اس کو خارج ہونے کے لئے آسان بنایا۔ لہٰذا بندہ دیکھتا ہے کہ اس کا شکر بجالانا اس عظیم نعمت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کا تدارک استغفار کے ساتھ کیا ہے۔[2]

یا اللہ ہمارے گناہوں کی بخشش فرما اور اپنی اطاعت کے لئے ہماری مدد فرما۔

وضو کے اذکار

پہلی دعا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ.

"اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہیں اور اس کا وضو بھی نہیں جس نے اس پر بسم اللہ نہیں پڑھی"۔[3]

یہ حدیث اپنے شواہد کے اعتبار سے حسن ہے۔ اس کو کئی علماء نے حسن کہا ہے۔ اور یہ حدیث وضو کے شروع میں "بِسْمِ اللهِ" پڑھنے کی مشروعیت پر دلیل ہے۔ اور وضو کے شروع میں "بِسْمِ اللهِ" پڑھنے کے حکم میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ جمہور اہل علم اس کو

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع(٤٧٠٧)، المسند(٦/١٥٥)، أبي داود(٣٠)، الترمذي(٧).

[2] دیکھئے: الفتوحات الربانية لابن علان (١/٤٠١).

[3] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: الإرواء(١/١٢٢)، المسند(٢/٤١٨)، أبي داود(١٠١)، ابن ماجه(٣٩٩)

مستحب کہتے ہیں اور بعض علماء نے اس کو واجب بھی کہا ہے۔ جب وضو کرنے والا اس کے وجوب سے باخبر ہو اور یاد بھی ہو۔ اور اگر اس کے وجوب کا علم نہ ہو یا بھول جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور وضو لوٹانا لازم نہیں ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا ہے کہ: "جو شخص وضو کرتے وقت بھول کر "بِسْمِ اللّٰه" پڑھنا چھوڑ دیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو کہا جمہور اہل علم "بِسْمِ اللّٰه" کے بغیر ہی وضو کے ہو جانے کے قائل ہیں۔ جبکہ بعض اہل علم اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ جب علم ہو اور یاد آئے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: وَلاَ وضوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ. لیکن جو بھول کر "بِسْمِ اللّٰه" نہ پڑھے یا اسے اس کا علم نہ ہو تو اس کا وضو صحیح ہے اور لوٹانا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ ہم "بِسْمِ اللّٰه" کو واجب ہی کہیں۔ کیوں کہ ایسا شخص لاعلمی اور نسیان کی وجہ سے معذور ہے۔ اور اس بات کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿...رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ...﴾(البقرۃ: ۲۸۶)

"اے ہمارے رب ہم اگر بھول جائیں یا خطا ہو جائے تو ہمیں نہ پکڑنا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ یہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اس سے آپ جان سکتے ہیں کہ اگر آپ وضو کے شروع میں "بِسْمِ اللّٰه" کہنا بھول جائیں اور اثناء وضو یاد آجائے تو درمیان میں بھی "بِسْمِ اللّٰه" کہہ دیں، اور آپ پر لازم نہیں کہ دوبارہ شروع سے وضو کریں کیوں کہ آپ نسیان کی وجہ سے معذور ہیں۔[1]

وضو کی غیر ثابت دعائیں

وضو کے دوران اعضاء وضو میں سے ہر عضو کے لئے مخصوص دعا یعنی ہاتھوں کے لئے الگ دعا، چہرے کے لئے علیحدہ دعا وغیرہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ کسی مسلمان کو اس طرح نہیں کرنا چاہیئے۔

بعض لوگ کلی کرتے وقت کہتے ہیں:

---

[1] دیکھئے: مجموع فتاوہ ومقالاتہ رحمہ اللہ (۷/۱۰۰).

"اَللّٰهُمَّ اسْقِنِي مِنْ حَوْضِ نَبِيِّكَ كَأْسًا لَا أَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَدًا"،

"یااللہ مجھے تیرے نبی علیہ السلام کے حوض سے پیالا پلانا کہ اس کے بعد کبھی مجھے پیاس نہ لگے"۔

اور ناک کو پانی دیتے وقت یہ دعا پڑھنا کہ: "اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِي رَائِحَةَ جَنَّاتِكَ"،

"یااللہ مجھے تیری نعمتوں اور جنت کی خوشبو سے محروم نہ کرنا"۔

اور چہرہ دھوتے وقت کہنا کہ: "اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ"،

"یااللہ میرے چہرے کو روشن و منور بنانا جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے تو کچھ سیاہ ہوں گے"۔

اور ہاتھ دھوتے وقت کہنا کہ:

"اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِيْنِي اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي"،

"یااللہ مجھے میرا اعمال نامہ میرے داہنے ہاتھ میں دینا، اور بائیں ہاتھ میں نہ دینا"۔

اور سر کا مسح کرتے وقت کہنا کہ: "اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ"،

"یااللہ میرے بال اور جلد کو جہنم پر حرام کردے"۔

اور کانوں کا مسح کرتے وقت کہنا:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَه"

"یااللہ مجھے ان میں سے بنا جو کہ بات کو سنتے ہیں، اور پھر اس پر اچھے طریقے سے عمل کرتے ہیں"

اور پاؤں دھوتے وقت کہنا کہ: "اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلَى الصِّرَاطِ"،

"یااللہ میرے قدم کو پل صراط پر ثابت رکھنا"۔

ان دعاؤں میں سے کوئی بھی نبی کریم علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے۔

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ سنت سے ثابت دعاؤں پر اکتفاء کرے۔ لوگوں نے جو دعائیں گھڑی ہیں ان سے دور رہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: "جبکہ وہ اذکار جو عام لوگ وضو کرتے وقت ہر عضو پر کہتے رہتے ہیں، ان کا نبی کریم علیہ السلام سے کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام و تابعین کرام سے اور نہ ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) سے۔ اس بارے میں ایک حدیث نبی کریم علیہ السلام

کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو کہ جھوٹ اور گھڑی ہوئی ہے"۔ (۱)

وضو کے بعد کی دعائیں

پہلی دعا

مسلمان کے لئے یہ مستحب ہے کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ کلمات ادا کرے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

کیوں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم لوگوں پر اونٹوں کو چرانے کی ذمہ داری تھی۔ ایک دن میری باری آئی تو میں شام کے وقت ان کو واپس ان کے مقام میں لایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے پایا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات سنی، فرمایا:" جو بھی مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے، پھر اٹھ کر اپنے قلبی لگاؤ اور پوری توجہ سے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے، تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے"۔

عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کتنی اچھی بات ہے، تو ایک شخص نے میرے سامنے آکر کہا:" جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے فرمائی تھی وہ اس سے بھی اچھی تھی"۔ پھر میں نے دیکھا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے کہا:"میں نے تمہیں ابھی آتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو بھی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر یہ کلمات ادا کرے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جس دروازے سے چاہے داخل ہو"۔ (۲)

---

(۱) دیکھئے: الوابل الصیب (ص/۳۱۶).

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۳۴).

دوسری دعا

ترمذی کی روایت میں گذشتہ دعا میں یہ الفاظ مزید ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ واجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ.

''یا اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور طہارت حاصل کرنے والوں میں سے بنادے''۔[1]

تشریح

* گذشتہ احادیث میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی اپنے اوقات کے لئے حرص اور قدر ذکر کی ہے اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسا تعاون ذکر کیا ہے کہ جس سے سب کو فائدہ ہو، مثلاً یہ کہ وہ اپنے اونٹ باری باری چراتے تھے۔ یعنی ان کی ایک جماعت اپنے اونٹوں کو جمع کرتی تھی، پھر ان میں سے روزانہ کوئی ایک شخص ان اونٹوں کو چراتا تھا۔ تاکہ اس سے سب کو آسانی ہو اور دوسرے لوگ اپنے دیگر کام اور ضروریات کو ادا کرنے کے لئے جائیں، اور اس طرح ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کرنے کے لئے اور آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کے لئے ایک بڑی فرصت میسر آئے۔

اور جب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی (اونٹ چرانے) کی باری تھی اور جب وہ شام کے وقت اونٹوں کو ان کے باڑے میں واپس لے آئے اور ان کے معاملے سے فارغ ہو چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ فوائد حاصل کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و شیریں چشمے سے سیرابی حاصل کی لہٰذا انہوں نے ایک عظیم فائدہ پایا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان تھا کہ ''جو بھی مسلمان اچھی طرح سے وضو کرکے دل و توجہ کو نماز میں لگا کر دو رکعت نماز ادا کرے گا۔ تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔ اس پر جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس عظیم فائدے کو پسند کرنے کا اظہار فرمایا اور کہا ''ما أجود هذه'' (کتنی اچھی بات ہے)۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو سن لیا اور انہیں آتے ہوئے دیکھا تھا۔ تو کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے اس سے بھی زیادہ اچھی بات فرمائی تھی۔ یعنی عمر

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترمذي (٤٨)، سنن الترمذي (٥٥).

رضی اللہ عنہ نے ان کے فائدے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر و

- نیکی اور علم وایمان کے مسائل میں ایک دوسرے کو آگاہ کر کے تعاون کرتے تھے۔

❁ اس لئے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو بھی شخص اچھی طرح سے وضو کرے اور پھر یہ کلمات ادا کرے: أَشْهَدُ أَن لاَّ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

یعنی: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں"، تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس دروازے سے چاہے داخل ہو"۔

❁ اس کے ساتھ "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ" والی دعا ملانا بھی مستحب ہے۔ کیوں کہ یہ زیادتی ترمذی میں ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

تیسری دعا

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمل اليوم والليلة" میں اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص وضو کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے گا:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ،
أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

"یا اللہ تو پاک ہے۔ اپنی حمد کے ساتھ، تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔
میں تجھ سے ہی بخشش چاہتا ہوں، اور تیری طرف لوٹتا ہوں"۔

تو یہ ذکر ایک ورقے میں لکھا جائے گا۔ پھر اس پر مہر لگا دی جائے گی جو کہ قیامت تک نہیں توڑی جائے گی"۔[1]

سو یہ وضو کے متعلق نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ چند اذکار ہیں۔

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۲۳۳۳)، المستدرك (۱/ ۵۶۴).

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ آپ وضو کرتے وقت "بسم اللہ" کے علاوہ بھی کچھ کہتے تھے اور اس طرح کی ساری احادیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا ہے، سوائے "بسم اللہ" کے اور عمر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی حدیث کے"۔[1]

اور اللہ تعالیٰ اکیلا ہی توفیق دینے والا ہے، اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

مسجد کی طرف نکلنے، مسجد میں داخل ہونے اور نکلتے وقت کے اذکار

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے نکلتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوراً، وَفِي لِسَانِي نُوراً، وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُوراً، وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُوراً، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُوراً، وَمِنْ أَمَامِي نُوراً، وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُوراً، وَمِنْ تَحْتِي نُوراً، اَللّٰهُمَّ اعْطِنِي نُوراً.

"یا اللہ میرے دل میں نور بھر دے، اور میری زبان میں نور بھر دے اور میرے کانوں میں اور میری آنکھوں میں اور میرے پیچھے اور میرے آگے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور بھر دے۔ یا اللہ مجھے نور عطاء فرما"۔[2]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مذکورہ دعا مسجد کی طرف جاتے وقت پڑھنا مشروع ہے۔ اس پوری دعا میں اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ ذاکر کے ظاہری اور باطنی ذرات میں نور بھر دے اور اس کی جمیع جوانب سے نور کو محیط کر دے، اور اس کی ذات کو اور کُل کو نور بنا دے۔

اور یہ حدیث صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث سے انتہائی مشابہ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلصَّلَاةُ نُوْرٌ"، یعنی نماز نور (یا منور وروشن کرنے والی) ہے۔[3] لہٰذا نماز مومن کے

---

[1] دیکھئے: زاد المعاد (۱/۱۹۵).

[2] دیکھئے: صحیح مسلم (۷۶۳).

[3] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۲۳).

لئے دنیا، قبر اور آخرت میں نور ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

"جو شخص نماز کی حفاظت کرے گا، تو اس کے لئے یہ نور اور برہان اور قیامت کے دن نجات کا باعث بنے گی۔ اور جو اس کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے لئے نہ نور ہو گا اور نہ برہان، نہ اسے نجات ملے گی"۔ [1]

اور جو مسلمان اس نماز کو ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف جا رہا ہے۔ جو نماز مومن کے لئے نور ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیئے کہ اس کے سارے جسم میں نور بڑھا دے، اور اس کو اس کی جمیع جہات سے محیط بنا دے۔

اس کے بعد مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ وہ جب مسجد میں داخل ہو تو کہے:

بِسْمِ اللهِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ، اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

"اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں اور صلاۃ و سلام اللہ کے رسول (ﷺ) پر ہوں یا اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

اور یہ بھی کہے:

أَعُوذُ بِاللهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

"اللہ عظیم کی پناہ چاہتا ہوں، اس کے وجہ کریم کے واسطے سے اور اس کے سلطان قدیم کے واسطے سے، شیطان مردود سے"۔

اور جب باہر نکلے تو کہے:

---

[1] دیکھئے: مشکاۃ المصابیح (۵۷۸) الترغیب والترھیب (۳۱۲) مسند أحمد (۶۲۸۸)

بِسْمِ اللهِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللهِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ، اللَّهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

"اللہ کے نام سے باہر نکلتا ہوں اور صلاۃ وسلام اللہ کے رسول (ﷺ) پر ہو۔ یا اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔ یا اللہ مجھے شیطان مردود سے بچا"۔

ان اذکار کی دلیل درج ذیل مجموعہ احادیث میں ہے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے:

بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ،

یعنی اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں یا اللہ محمد (ﷺ) پر رحمت وبرکات نازل کر آپ کے درجات بلند فرما، اور جب باہر نکلتے تو کہتے: بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ اس کو ابن سنی نے "عَمَلَ الیوم وَاللَّيْلَة" میں روایت کیا ہے۔[1]

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اللہ کے نبی ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے:

اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ،

اور جب باہر نکلے تو اللہ کے نبی ﷺ پر سلام کہے اور کہے:

اللَّهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ.[2]

اور ایک روایت میں ہے:

اللَّهُمَّ بَاعِدْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ،

یا اللہ مجھے شیطان سے دور کر دے۔

اور ابو حمید اور ابو اسید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بھی تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو کہے:

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: جامع الصغير (٨٨٤٦) عمل اليوم والليلة (٨٩).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع ٥١٤) السنن الكبرى (٢٧/٦)، وسنن ابن ماجه (٧٧٣).

اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

اور جب باہر نکلے تو کہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ.[1]

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے:

أَعُوذُ بِاللهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ،
وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ،

جو دعا اوپر گزری ہے۔ اور فرمایا: "جب یہ دعا پڑھو گے تو شیطان کہے گا آج یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہو گیا"۔[2]

یہ مجموعہ اوراد ہیں۔ مسجد میں داخلے اور باہر نکلتے وقت ان کا ادا کرنا مستحب ہے اور اگر یہ دعائیں کسی کے لئے لمبی ہوں تو مسلمان اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، کہہ کر مسجد میں داخل ہو اور نکلتے وقت اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ کہنے پر اکتفا کرے۔

تشریح

- "إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ" یعنی داخل ہونے کے دوران کہے "وَإِذَا خَرَجَ" یعنی نکلتے وقت۔
- "بِسْمِ اللهِ" یعنی داخل ہوتے اور نکلتے وقت، باء استعانت کے لئے ہے۔ اور ہر فاعل ایسا فعل مقدر کرے گا جو "بِسْمِ اللهِ" کہتے وقت اس کے حال سے مناسب و موافق ہو اور یہاں تقدیر ہو گی۔ "بِسْمِ اللهِ أَدْخُلُ"، یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے داخل ہوتا ہوں۔ اسی طرح نکلتے وقت کا معنی ہے۔
- "وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ رَسُولِ اللهِ"، اس سے مسجد میں داخل ہونے اور باہر نکلتے وقت درود شریف اور سلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور یہ ان مواقع میں سے

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٧١٣).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب (١٦٠٦) سنن أبي داود (٤٦٦)

ہے جہاں نبی کریم ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے۔ ان مواضع کو امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جَلَاءُ الأَفْهَامِ فِي الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى خَيْرِ الأَنَامِ" میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

✿ آپ ﷺ کے مسجد میں داخل ہوتے وقت "اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" کہنے اور باہر نکلتے وقت "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" کہنے میں بھی حکمت ہے۔ کہا گیا ہے کہ چوں کہ مسجد میں داخل ہونے والا آخرت کا طالب ہوتا ہے، اور رحمت الٰہی اس کا خاص مطلوب ہوتا ہے، اور باہر نکلنے والا معاشِ دنیا کو طلب کرتا ہے۔ لہٰذا فضل سے مراد یہی ہے۔ اور اسی کی طرف اس فرمان الٰہی میں اشارہ ہے:

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ ... ﴾ (الجمعة:۱۰)

"جب نماز ادا کی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرو"۔

✿ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا وہ کام کرتا ہے جس سے وہ تقرب الٰہی، ثواب اور جنت حاصل کرتا ہے۔ اس لئے یہاں رحمت کا ذکر کرنا مناسب تھا۔ اور باہر نکلنے والا اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی حلال وطیب رزق طلب کرتا ہے۔ اس لئے فضل کا لفظ مناسب تھا۔[1]

✿ گذشتہ احادیث مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلتے وقت شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی گذشتہ حدیث کے مطابق "أَعُوذُ بِاللهِ العَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ القَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" کہنا چاہیئے۔ اور باہر نکلتے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق اللَّهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ کہنا چاہیئے۔

✿ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان انسان کو مسجد میں داخل ہوتے وقت روکنے کی ہر کوشش کرتا ہے۔ تاکہ اس سے خیر فوت ہو جائے اور وہ اس کا اس رحمت سے بھی حظ ونصیب کم کر دے جو کہ نماز سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے مسجد سے باہر نکلتے وقت شیطان سخت کوشش کرتا ہے کہ اسے حرام کے مواضع کی طرف لے جائے تاکہ اسے گناہ میں مبتلا کر دے۔

---

[1] دیکھئے: شرح الأذکار لابن علان (۴۲/۲).

نبی کریم ﷺ سے حدیث ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَاعِدٌ لِإِبْنِ آدَمَ بِأَطْرِقِهِ، یعنی "شیطان ہر اس راستے پر بیٹھتا ہے جس کو انسان اختیار کرتا ہے اگرچہ نیکی کا راستہ ہو یا برائی کا"۔[1]

پھر اگر نیکی کا راستہ ہو گا تو شیطان وہاں بیٹھ کر اس کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرے گا اور اس پر عمل کرنے سے اسے روکے گا اور اگر برائی کا راستہ ہو گا تو شیطان وہاں بیٹھ کر انسان کو برائی کرنے کے لئے جوش دلائے گا اور برائی پر قائم رکھنے کے لئے اسے آگے دھکیلے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور آپ کو اور سارے مسلمانوں کو پناہ میں رکھے۔

* أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ:
اس میں اللہ تعالیٰ (کی ذات) سے اور اس کے اسماء وصفات کے واسطے سے تعوذ واستعاذہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے اس کا چہرہ بھی ہے۔ جو کہ کرم کے ساتھ موصوف ہے اور یہ حسن وخوبصورتی (جمال) سے عبارت ہے۔

* اس کی صفات میں سے سلطان بھی ہے جو کہ قِدم (قدامت و تقدم) سے موصوف ہے۔ اس سے مراد اولیت ہے، جس سے قبل کوئی چیز نہیں ہے۔

* اس میں رب تعالیٰ کے جلال و کمال اور اس کی کمال قدرت اور اپنے اس بندہ کے لئے کفایت پر دلالت ہے جو کہ اپنے رب سے پناہ چاہتا ہے۔ اور اس کی طرف التجاء کرتا ہے۔

آذان سن کر کیا کہنا چاہیئے؟

اذان کی شان کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ جو کہ اس کی فضیلت اور عظمتِ شان اور کثرتِ منافع وفوائد پر دلالت کرتی ہیں۔

فضائلِ آذان

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ: "جو بھی جن وانسان یا دوسری چیز موذن کی آواز سنتے ہیں وہ قیامت کے دن اس

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۱۶۵۲) سنن النسائی (۲۱/۶)، والمسند (۴۸۳/۳).

کے لئے گواہی دیں گے"۔ (۱)

اس حدیث میں لفظ "مَدَیٰ صَوتِہ" ہے۔ جس کا معنی ہے "غَایَتہ وَمُنْتَھَاہ"، یعنی اس کی آواز کی انتہا۔

اس حدیث میں دلیل ہے کہ جس نے بھی اس کی اذان سنی، یعنی جن، انسان، درخت، پتھر، حیوان سب کے سب اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ اور اس میں بلند آواز کے ساتھ اذان کہنے کے استحباب کی دلیل ہے۔ تاکہ اس کے لئے گواہی دینے والے زیادہ ہوں۔ جہاں تک اسے آواز بلند کرتے ہوئے مشقت و تکلیف نہ ہو (آواز کو بلند کرے)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ اذان اور پہلی صف میں کیا (اجر) ہے تو اس کے لئے قرعہ اندازی کے بغیر کوئی چارہ نہ پاتے، اور اگر انہیں پتہ ہو تا کہ (نماز کے لئے) جلد اور سویرے آنے میں کیا اجر ہے؟ تو ضرور اس کے لئے سبقت کرتے اور اگر انہیں معلوم ہو تا کہ عشاء اور فجر کی نماز میں کیا ثواب ہے؟ تو اس کے لئے ضرور آتے اگرچہ انہیں کولہوں کے بل آنا پڑے"۔ (۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: "جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے، تو شیطان آواز نکال کر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ تاکہ اذان نہ سن سکے۔ پھر جب آذان ہو جاتی ہے تو واپس آتا ہے۔ پھر جب اقامت کہی جاتی ہے، تو بھی بھاگتا ہے اور اقامت پوری ہونے کے بعد واپس آتا ہے اور (نمازی) انسان کے درمیان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ یعنی خیالات ڈالتا ہے، اور کہتا ہے: یہ بات یاد کر، وہ بات یاد کر، یعنی جن کے بارے میں اسے خیال نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے"۔ (۳)

اس حدیث میں دلیل ہے کہ آذان شیطان کو بھگا دیتی ہے، اور وہ آذان سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ تاکہ آذان نہ سن سکے۔ اس لئے جب سنتا ہے تو نفرت سے بھاگتا ہے اور

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاري (٦٠٩).
(۲) دیکھئے: صحیح البخاري (٦١٥)، وصحیح مسلم (٤٢٧).
(۳) دیکھئے: صحیح البخاري (٦٠٨)، وصحیح مسلم (٣٨٩).

آذان ختم ہونے پر واپس آکر وسوسہ ڈالتا ہے۔ تاکہ نمازی کی نماز کو برباد کرے۔

اس کے علاوہ آذان کی فضیلت میں اور کئی احادیث مروی ہیں۔

اذان کا جواب کس طرح دیا جائے؟

مسلمان جب آذان سنے تو جس طرح موذن کہتا ہے ویسے ہی کہنا چاہیے۔ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُم النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ المُؤَذِّنُ.

''جب تم موذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو، تو جس طرح وہ کہتا ہے ویسا ہی کہو''۔

صحیح مسلم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب موذن اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہے اور تم میں سے کوئی شخص اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہے، اور جب أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، کہے تو وہ بھی أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ، کہے، اور جب أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ کہے، تو وہ بھی أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ کہے، اور جب حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ کہے تو وہ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ کہے، اور جب حَيَّ عَلَى الفَلاَحِ کہے تو وہ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ کہے، اور پھر اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہے تو وہ بھی اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہے، اور جب لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ کہے وہ بھی لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ کہے۔ یعنی اپنے دل سے، تو جنت میں داخل ہوگا''۔ (۱)

اس حدیث میں اذان کو سننے اور موذن کے ساتھ اس کے کلمات کو دہرانے کی فضیلت ہے یعنی جس طرح مؤذن کہتا ہے ویسے ہی کہے، سوائے حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ اور حَيَّ عَلَى الفَلاَحِ کے۔ ان کے جواب میں لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ کہے گا۔ کیوں کہ لفظ حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ میں لوگوں کو نماز کے لئے آنے کی دعوت ہے، اور حَيَّ عَلَى الفَلاَحِ میں ان کو نماز کا ثواب حاصل کرنے کے لئے آنے کی دعوت ہے اور اس کے جواب میں لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۳۸۵)

اس کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد و اعانت کی درخواست ہے۔

❁ حدیث کے الفاظ "وہ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ کہے یعنی اپنے دل سے"، اخلاص کے شرط ہونے پر دلالت ہے۔ کیوں کہ یہ اصل (و بنیادی شرط) ہے۔ اور اعمال و اقوال کی قبولیت کے لئے اخلاص کا ہونا نہایت ضروری ہے، اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

اذان کے اختتام پر کیا کہا جائے؟

یہ بھی سنت ہے کہ کلمات شہادتین سن کر جواب میں کہے:

وأنا أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولاً، وَبِالإِسْلاَمِ دِيناً،

"میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور بلا شک محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے سچے دین ہونے پر راضی ہوں (یعنی ان کو پسند اور اختیار کر لیا ہے)"۔

❁ صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "جو شخص یہ کلمات کہتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔ [1]

❁ ابو عوانہ نے صحیح مسلم کی مستخرج میں ان الفاظ سے روایت بیان کی ہے: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ. قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ رَضِيتُ بِاللهِ...الحديث، یعنی جو شخص موذن کو سنتا ہے کہ وہ "أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ"، کہتا ہے تو دہراتا ہے "أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ رَضِيتُ بِاللهِ..."، یہ حدیث صراحت کے ساتھ بتاتی ہے کہ سننے والا موذن کے کلمات الشہادتین کا جواب دینے کے بعد یہ الفاظ کہے گا اور ایک دفعہ ہی کہے گا۔ [2]

---

[1] دیکھئے: صحيح مسلم (٣٨٦).

[2] دیکھئے: مستخرج أبي عوانة (٧٧٠) تصحيح الدعا للشيخ بكر أبو زيد (ص/٣٧١).

اختتامِ اذان پر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اور وسیلے کا سوال

آذان ختم ہونے پر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا اور آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کا سوال کرنا بھی مستحب ہے اور جو شخص آپ ﷺ کے لئے وسیلہ کا سوال کرے گا اس کے لئے آپ ﷺ کی شفاعت ثابت ہو جائے گی۔

✿ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم موذن کو سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے ویسے ہی کہو، پھر میرے اوپر درود پڑھو کیوں کہ جو بھی میرے اوپر ایک دفعہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر اس درود کی وجہ سے دس بار صلاۃ (یعنی رحمت) بھیجے گا۔ پھر میرے لئے اللہ سے وسیلے کا سوال کرو اور یہ جنت میں ایک منزل ہے جو اللہ کے بندوں میں سے فقط ایک بندے کے لئے جائز ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ لہٰذا جو شخص میرے لئے وسیلہ مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت جائز ہو جائے گی"۔ (۱)

✿ درود کے افضل الفاظ وہ ہیں جو درودِ ابراہیمی کے ہیں۔ جو کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو سکھایا ہے۔ یعنی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

"یا اللہ تو محمد ﷺ کے درجات بلند کر اور آپ کی آل پر رحمت فرما۔ جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت فرمائی اور درجات بلند فرمائے۔ بے شک تو حمد کیا ہوا بڑائی والا ہے۔ یا اللہ تو محمد ﷺ اور آپ کی آل پر برکات نازل فرما۔ جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکات نازل فرمائیں۔ بلا شک تو حمد کیا ہوا اور بڑائی والا ہے"۔

✿ صحیح بخاری میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اذان سن کر کہتا ہے:

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۳۴۸)۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ،

"یااللہ اس دعوت کاملہ اور قائم ہونے والی نماز کے رب، محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطاء فرمااور انہیں مقام محمود پر فائز کر۔ جس کا تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے"
تو اس شخص کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت (سفارش) جائز ہو جائے گی"۔ (۱)

اس کے بعد مسلمان کو چاہیئے کہ دنیا اور آخرت کی خیر و بھلائی کا سوال کرے کیوں کہ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ کیا موذن ہم سے فضیلت لے گئے ہیں؟"، آپ ﷺ نے فرمایا: "جس طرح وہ کہتے ہیں ویسا ہی کہو اور پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تمہیں دیا جائے گا"۔ (۲)

اور اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی"۔ (۳)

یہ وہ چند اذکار تھے جو اس مسئلے میں وارد ہوئے ہیں اور مسلمان کو ان اذکار سے سختی کے ساتھ بچنا چاہیئے جو لوگوں نے گھڑ رکھے ہیں، اور نہ تو وہ سنت سے ثابت ہیں، اور نہ ان کی کوئی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز شروع کرنے کے اذکار

نبی کریم ﷺ سے بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔ جن سے مسلمان اپنی فرض و نفل نماز کا افتتاح کرے۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ ایک ہی دعا افتتاح نہیں پڑھتے تھے بلکہ کئی قسم کی دعائیں پڑھتے تھے اور یہ دعائیں فی الجملہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم، تمجید اور اس کی بہترین ثناء پر مشتمل ہیں۔ جس کا وہ اہل ہے اور اس سے گناہوں کی بخشش کے سوال پر بھی مشتمل ہیں۔ مسلمان پر ان ساری انواع ادعیہ میں سے کوئی بھی معین دعا لازم نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی

ع۱ دیکھئے: صحيح البخاري (٦١٤).

ع۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٤٠٣) سنن أبي داود (٥٢٤).

ع۳ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٣٤٠٨) سنن أبي داود (٥٢١).

دعا پڑھے اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ افضل یہی ہے کہ کبھی ایک پڑھے تو کبھی دوسری کیوں کہ یہ طریقہ اتباع سنت کے لئے زیادہ اکمل ہے۔

پہلی دعا

٭ان دعاؤں میں سے ایک صحیحین میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتے۔ قبل اس سے کہ قرأت فرمائیں۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں اور باپ آپ پر فداء ہوں، آپ تکبیر اور قرأت کے درمیان چپ رہتے ہیں، اس دوران میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟"، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ.

"یا اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان میں اتنی دوری کر دے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان میں کی ہے۔ یا اللہ مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک کر جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ یا اللہ مجھے میرے گناہوں سے برف، پانی اور اولوں کے ساتھ دھو دے"۔ (۱)

اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ بندہ اور اس کے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری اس نے مشرق و مغرب کے درمیان کی ہے۔ اور یہ گناہ مٹانے، اور ان پر مواخذہ نہ کرنے اور گناہوں سے دور رہنے کی توفیق سے ہی ہوگا۔ اور یہ بھی سوال کیا گیا ہے کہ اسے اپنے گناہوں سے صاف کر دے۔ جس طرح سفید کپڑے کو پاک کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی نشان باقی نہیں رہتا اور یہ کہ اسے گناہوں سے برف، پانی اور اولوں کے ساتھ دھو دے۔ اس میں اشارہ ہے کہ قلب و بدن ایسی چیز کے شدید محتاج ہیں جو ان کو پاک کرے، اور ٹھنڈا کرے، اور قوی بنائے۔

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (٧٤٤)، وصحيح مسلم (٥٩٨).

دوسری دعا

❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو فرماتے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ.

"یا اللہ تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔"[1]

یہ دعا افتتاح خالص باری تعالیٰ کی ثناء اور اس کو ہر اس چیز سے منزہ (پاک) کرنے کے لئے ہے، جو اس کے لائق نہیں ہے۔ اور باری تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور پاک ہے اور نقص سے سلامت ہے، اور ہر حمد کے ساتھ اس کی تعریف کی گئی ہے۔

تشریح

❁ "تَعَالَى جَدُّكَ"، یعنی تیری عظمت بلند اور ہر عظمت سے بڑھ کر ہے اور تیری شان ہر (چیز کی) شان سے بلند ہے اور تیرا غلبہ ہر صاحب سلطان پر ہے۔ لہٰذا تیری شان اس سے بلند ہے کہ تیری بادشاہی اور ربوبیت والوہیت اور تیرے اسماء وصفات میں کوئی تیرا شریک ہو۔ جس طرح جنوں میں سے اہل ایمان نے کہا تھا:

﴿وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝٣﴾ (الجن)

"اور یہ کہ بڑی بلند شان ہے ہمارے رب کی (سبحانہ وتعالیٰ) اس نے نہ تو کسی کو بیوی بنایا ہے اور نہ ہی کسی کو اولاد ٹھہرایا ہے"۔

یعنی اس کی عظمت وقدوسیت اسماء اس سے بلند ہے کہ اس کی بیوی یا اولاد ہو۔

❁ "وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ"، یعنی تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

❁ اسی طرح یہ دعا افتتاح توحید کی اقسام ثلاثہ، یعنی توحید ربوبیت، توحید الوہیت، اور توحید اسماء وصفات پر مشتمل ہے۔

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح سنن أبي داود (٧٧٥)، و (٧٧٦)، ورواه مسلم (٣٩٩) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ موقوفاً عليه.

تیسری دعا

٭عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ: ایک دفعہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: اللهُ أَكْبَرُ كَبِيْراً، وَالْحَمْدُ للهِ كَثِيْراً، وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيلاً. نماز ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "یہ کلمات کون کہہ رہا تھا؟"، لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے کہے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے ان کلمات سے حیرت ہوئی، ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے"۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں: "جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات کہتے ہوئے سنا پھر میں نے کبھی ان کلمات کو نہیں چھوڑا"۔ [1]

اور یہ ساری دعا ان عظیم کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور ثناء پر مشتمل ہے۔ یعنی:

اَللهُ أَكْبَرُ كَبِيْراً، وَالْحَمْدُ للهِ كَثِيْراً، وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيلاً

"اللہ بہت ہی بڑا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بہت ہی زیادہ تعریف ہے، اور اسی کی صبح وشام تسبیح بیان کرتے ہیں"۔

چوتھی دعا

نماز شروع کرنے کی ان ابتدائی دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی ہے جو صحیح مسلم میں جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تو فرماتے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِيفاً وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لاَ شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي، وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۶۰۱)

نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعاً، إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ، وَاهْدِنِي لأَحْسَنِ الأَخْلاَقِ، لاَ يَهْدِي لأَحْسَنِهَا إِلاَّ أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لاَ يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلاَّ أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ، أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ.

"میں نے اپنے چہرے (اور توجہ) کو اس ذات کی طرف متوجہ کیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے، یکسو ہو کر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ اکیلے کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم کیا گیا ہے، اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یا اللہ تو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ تو ہی میرا رب ہے، اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے خود پر ظلم کیا ہے، اور میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرے سارے گناہ بخش دے۔ بلاشک تیرے سوا کوئی بھی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے۔ اور مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور تیرے سوا کوئی بھی اچھے اخلاق کی ہدایت دینے والا نہیں ہے اور برے اخلاق کو مجھ سے دور کر اور ان کو تیرے سوا کوئی بھی دور نہیں کر سکتا اور میں حاضر ہوں اور ساری بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو بڑی برکت والا اور بلند ہے۔ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں، اور تیری طرف لوٹتا ہوں (یعنی توبہ کرتا ہوں)"۔[1]

یہ ساری دعا بندے کے رب تعالیٰ کے سامنے خضوع وانکساری کے بارے میں ہے۔

تشریح

✿ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ: یعنی میں نے اپنا دین و عمل اللہ تعالیٰ اکیلے کے لئے خالص کیا، اور یا اللہ میں اپنی عبادت اور توجہ میں فقط تیرا ہی ارادہ کرتا ہوں۔

✿ حَنِيفاً یعنی شرک کو چھوڑ کر توحید کی طرف ہو کر۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۷۷۱).

❁ إِنَّ صَلاَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، یہاں خاص طور پر ان دو عبادتوں، یعنی نماز اور قربانی کا، ان کے شرف و عظمت کی وجہ سے ذکر کیا ہے۔ اور جو اپنی نماز اور قربانی کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے، تو لازماً اس کے دوسرے سارے اعمال میں بھی اخلاص ہو گا۔

❁ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي: یعنی جو عمل میں اپنی زندگی میں کرتا ہوں، اور جس پر مرنا چاہتا ہوں۔ یعنی عمل صالح اور ایمان سب کا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ اس میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔

❁ اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ. أَنْتَ رَبِّي. وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعاً. إِنَّهُ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ، اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی صفت ملک اور الوہیت و ربوبیت سے توسل لیا گیا ہے۔ اور بندہ اعتراف کرتا ہے کہ وہ خود پر ظلم کرنے والا ہے۔ اور گناہ کا اعتراف کرتا ہے، اور رب ذوالجلال گناہ معاف کرنے والا ہے۔ اور اس کے سوا کوئی بھی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔ اور اسی طرح بندہ امید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔

❁ وَاهْدِنِي لأَحْسَنِ الأَخْلاَقِ... اس میں اللہ تعالیٰ سے اخلاق فاضلہ کی توفیق کا سوال کیا گیا ہے اور اعتراف کیا گیا ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی اخلاق فاضلہ کے لئے توفیق نہیں دے سکتا اور برے اخلاق کو دور کرنے کا سوال ہے۔ یہ بھی اعتراف کیا گیا ہے کہ رب ذوالجلال کے سوا کوئی بھی ان کو دور نہیں کر سکتا۔

❁ لَبَّيْكَ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی پکار کا جواب دینا اور اس کے اوامر پر عمل کرنا ہے۔

❁ وَسَعْدَيْكَ، کا معنی ہے بار بار اطاعت کرتا ہوں، یا بہت اطاعت کرتا ہوں۔

❁ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ: یعنی خیر کے خزانے تیرے پاس ہیں، اور تو ہی اکیلا فضل و احسان کرنے والا اور ان خزانوں سے دینے والا ہے۔

❁ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ. اس میں اللہ تعالیٰ کی شر سے تنزیہ کی گئی ہے۔ یعنی اس کی طرف کسی وجہ سے بھی شر کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔ نہ اس کی ذات میں نہ اسماء میں اور نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ بلکہ شر صرف اس کی مخلوق میں ہوتا ہے۔ لہٰذا شر مقتضی (یعنی مخلوق) میں ہوتا

ہے۔ قضاء الٰہی میں نہیں ہوتا۔ لہٰذا رب تعالیٰ شر کی نسبت سے پاک ہے۔ بلکہ جو بھی اس کی طرف منسوب ہے وہ خیر ہے۔

* أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، یعنی تیری پناہ مانگتا ہوں، اور یا یہ معنیٰ ہو سکتا ہے کہ تیرے نام سے ہی جیتا اور مرتا ہوں اور تیری طرف ہی لوٹ کر آنے کی جگہ ہے۔

* تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اس میں رب تعالیٰ کے ثناء و تعظیم کے استحقاق کا اثبات ہے۔

اور پھر اس دعا کا خاتمہ استغفار اور توبہ سے کیا ہے۔

دعا افتتاح الصلاۃ کی مزید انواع

نماز شروع کرنے کی کچھ دعاؤں کا ذکر گذرا اور ان کے کچھ معانی اور دلالت کا بیان بھی کیا گیا اور یہ بھی بیان ہوا کہ نبی کریم ﷺ ان ادعیہ میں سے کسی بھی ایک نوع پر مداومت اور ہیشگی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ کبھی ایک دعا پڑھتے تھے تو کبھی دوسری۔ اور جو شخص افتتاح صلاۃ کی مذکورہ دعاؤں میں غور کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ یہ تین طرح کی ہیں:

① ایک قسم وہ ہے جس میں رب تعالیٰ کی ثناء ہے۔

② دوسری قسم وہ ہے جس میں بندے کی طرف سے عبادت کے بارے میں خبر ہے۔

③ اور تیسری قسم وہ ہے جس میں دعا اور طلب ہے۔

* شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ایک عظیم اصول مقرر کیا ہے اور اس کے بہت سے شواہد و دلائل ذکر کیے ہیں، وہ یہ کہ اعلیٰ قسم ان دعاؤں میں سے وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء کی گئی ہو، اور اس کے بعد وہ ہے جس میں بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کی خبر ہو۔ اور اس کے بعد وہ دعا ہے جس میں طلب و درخواست ہو۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد فرمایا: ”جب یہ واضح ہو گیا تو (معلوم ہونا چاہیے کہ) نماز شروع کرنے کی دعاؤں میں سب سے افضل قسم وہ ہے جس میں فقط ثناء ہو، مثلاً: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَىٰ جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ، اور: اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، دعا میں جو ثناء ہے وہ اس میں نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ ان باقیات صالحات کو بھی متضمن کرتی ہے۔ جو کہ قرآن کے بعد افضل کلام ہیں۔ اور ”تبارك اسمك وتعالى جدك“، کے کلمات قرآن سے ہیں۔ اس وجہ

سے اکثر سلف صالحین اسی دعا کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفۂ دوم اس دعا کو جہراً پڑھ کر لوگوں کو سکھلاتے تھے۔ اس کے بعد وہ نوع ہے جس میں بندے کی طرف سے عبادت کا ذکر ہے، مثلاً: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ... یہ دعا پر مشتمل ہے اور "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ" کے بعد اس دعا کو پڑھے گا تو اس نے تینوں انواع کو جمع کر لیا۔ یہ افضل افتتاح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں تصریح آئی ہے۔ اور اس کو ابو یوسف اور ابن ہبیرہ الوزیر اور اصحاب امام احمد بن حنبل میں سے صاحب کتاب "الافصاح" نے اختیار کیا ہے۔ اور میں بھی اسی کے ساتھ نماز شروع کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد نوع ثالث یعنی تیسری نوع ہے، مثلاً: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ... الخ)"[1]۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیفات میں کئی مواضع پر ایک مفید قاعدہ بھی مقرر کیا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں عبادات کے جو مختلف طریقے آئے ہیں، تو وہ عبادات ان تمام طریقوں پر ادا کی جا سکتی ہیں، فرمایا: "یہ بات گذر چکی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے جو عبادات مختلف انواع اور طریقوں سے کی ہیں۔ ان کو ان تمام طریقوں سے ادا کرنا مشروع ہے، اور ان میں سے کوئی بھی نوع مکروہ نہیں ہے۔ مثلاً تشہد، نماز کا افتتاح کرنے کی مختلف دعائیں، وتر کو اول و آخر رات میں ادا کرنا، قیام اللیل (تہجد) میں قرأت بلند آواز سے اور آہستہ کرنا، اور وہ قرائتیں جن پر قرآن نازل ہوا ہے۔ عید کے دن تکبیر ترجیع اور بغیر ترجیع کے اذان کہنا، اقامت اکہری اور دوہری کہنا وغیرہ۔ اس مسئلہ میں دو باتیں محتاج بحث ہیں:

① ان ساری انواع کے بلا کراہت جائز ہونے کے بارے میں۔

② دوسری بات یہ کہ جو مختلف طریقوں سے آپ علیہ السلام نے کام کیا ہے اور اگرچہ یہ کہا جائے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک افضل ہے۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام کی اقتداء کرتے ہوئے کبھی ایک نوع کو اختیار کیا جائے اور کبھی دوسری کو، یہ کسی ایک نوع کو لازم کرنے اور دوسری کو بالکل چھوڑ دینے سے افضل ہے۔ کیوں کہ افضل طریقہ رسول اللہ علیہ السلام کا طریقہ

---

[1] دیکھئے: مجموع الفتاوی (۳۹۴/۲۲، ۳۹۵)۔

ہے اور نبی کریم ﷺ کبھی ایک طریقے پر مداومت اور ہمیشگی نہیں کی۔

اور فرمایا: "جب ہم کہتے ہیں کہ ان اذکار کو باری باری ادا کرنا خود تنوع کی جنس کو افضل کہنا ہے۔ جبکہ مفضول اپنی مناسبت کے اعتبار سے بعض لوگوں کے لئے زیادہ نافع ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے پورا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی اکثر لوگوں کا حال ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے ناقص حال کی وجہ سے مفضول سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو فائدہ افضل نوع سے نہیں اٹھا سکتے۔ اسی لئے وہ عبادت جس سے انسان انتفاع کر سکے اور اس میں حاضر قلبی اور رغبت ہو اس عبادت سے افضل ہے جس کو انسان غفلت اور عدم رغبت کے ساتھ ادا کرے۔ لہٰذا انسان کا غیر افضل پر ہمیشگی کرنا، اس کے ساتھ محبت، حاضر قلبی اور سمجھنے کی وجہ سے زیادہ نافع ہوتا ہے"۔ (۱)

❁ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو نمازِ تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو کہتے:

اللّٰهُمَّ لَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمْدُ، لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، وَلَكَ الحَمْدُ، أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ، وَلَكَ الحَمْدُ أَنْتَ الحَقُّ، وَوَعْدُكَ الحَقُّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ، وَالجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ،

۱۔ دیکھئے: مجموع الفتاوی (۳۴۸/۲۲).

وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

"یا اللہ تیرے لئے ہر تعریف ہے، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے۔ سب کی بادشاہی تیری ہی ہے۔ اور تیری ہی تعریف کی جائے کہ تو آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا ہے اور تو ہی تعریف وحمد کا مستحق ہے کہ تو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اور تو ہی حمد کا مستحق ہے، تو ہی حق ہے، اور انبیاء حق ہیں، اور محمد ﷺ حق ہیں، اور قیامت حق ہے۔ یا اللہ میں تیرا فرمانبردار ہوا، اور تیرے اوپر ایمان لایا، اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا، اور تیری طرف فیصلہ لایا ہوں، لہٰذا میرے گناہ بخش دے۔ جو میں نے آگے بھیجے ہیں، اور جو پیچھے چھوڑے ہیں، اور جو چھپا کر کئے ہیں، اور جو ظاہر کئے ہیں۔ تو ہی آگے کرنے والا ہے اور پیچھے کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے"۔[1]

❁ یہ دعاء افتتاح مذکورہ تینوں اقسام پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ثناء، اپنی عبادت کا ذکر اور سوال وطلب، اور اس میں اس چیز کو مقدم کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ، قیامت اور انبیاء کرام اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق خبر ہے۔ پھر اس کو ذکر کیا ہے جو بندے کی توحید اور ایمان کے متعلق ہے۔ پھر سوال وطلب سے خاتمہ کیا ہے۔[2]

❁ یہ فی الجملہ ایک عظیم ذکر اور مبارک دعا ہے۔ جو کہ ایمان کے اصول اور دین کی اساس اور اسلام کے حقائق پر مشتمل ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، عبودیت کے اقرار سے توسل کیا گیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی بخشش کا سوال کیا گیا ہے۔

❁ اسی طرح صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو جب نماز شروع کرتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ

---

[1] دیکھئے: صحیح البخاري (۱۱۲۰)، وصحیح مسلم (۷۶۹).

[2] دیکھئے: مجموع الفتاوی (۲۲/۳۹۰).

وَالأَرْضِ، عَالِمَ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ[1]

"یا اللہ! جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، غیب اور ظاہر کو جاننے والے۔ تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کے بارے میں فیصلہ کرے گا، جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ مجھے اپنے حکم سے اس چیز میں ہدایت دے، جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ تو ہی جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے"۔

اس دعا میں رب ذوالجلال کی ربوبیت عامہ اور مذکورہ تینوں فرشتوں کے ساتھ ربوبیت خاصہ سے توسل لیا گیا ہے۔ جو فرشتے زندگی (کے امور کے) موکل و ذمے دار ہیں۔ جبرئیل اس وحی (کو لانے) کے ذمے دار ہیں جو کہ قلوب وارواح کی زندگی ہے۔ اور میکائیل بارش برسانے کے ذمے دار ہیں۔ جس سے زمین، نباتات اور حیوان کی زندگی قائم ہے اور اسرافیل صور پھونکنے کے ذمے دار ہیں، جس سے موت کے بعد دوبارہ زندگی شروع ہوگی۔[2]

اور اسی طرح اس دعا میں یہ الفاظ رب تعالیٰ کے "فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ"، یعنی آسمانوں اور زمین کے خالق ہونے کے واسطہ سے اور اس کے غیب وظاہر کو جاننے کا توسل لیا گیا ہے۔ اور اس بات سے بھی کہ وہ ہی قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان اس بات کے بارے میں فیصلہ کرنے والا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اسے اپنی جناب سے اس اختلاف میں حق کی ہدایت فرمائے اور ہدایت کا مطلب ہے کہ حق کا علم ہو اور اس پر عمل کیا جائے، باطل کو ترک کر کے اسی کو ترجیح دی جائے۔ اور مہتدی وہ ہے جو حق پر عمل کرنے والا اور اسی کو چاہنے والا ہے۔ اور ہدایت اللہ تعالیٰ کی بندے پر سب سے بڑی نعمت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دے اور ہمیں ہر بھلائی کی توفیق عطاء فرمائے۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۷۷۰).

[2] دیکھئے: إغاثة اللهفان لابن القيم (۱۷۲/۲).

رکوع، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت،

سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھتے وقت کے اذکار

اس باب میں کئی اذکار و دعائیں اور احادیث موجود ہیں۔ ذیل میں اذکار ذکر کرتے ہیں اور ان کے معانی اور دلالت کی کچھ وضاحت بھی کرتے ہیں۔

اول: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ کی قرأت شروع کی، میں نے کہا ایک سو آیات پڑھ کر رکوع کریں گے۔ لیکن آپ ﷺ آگے چلے، میں نے کہا آپ ایک ہی رکعت میں مکمل سورت پڑھیں گے اور آپ ﷺ آگے پڑھنے لگے میں نے کہا آپ ﷺ اس کو پڑھ کر رکوع کریں گے پھر آپ ﷺ نے سورۃ النساء شروع کی، آپ ﷺ نے اس کو پڑھا پھر سورۃ آل عمران شروع کی اس کو بھی پڑھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ جب بھی ایسی آیت سے گذرتے تھے جس میں تسبیح ہوتی تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان فرماتے اور جب ایسی آیت سے گذرتے جس میں سوال ہوتا تو آپ سوال کرتے اور جب تعوذ سے گذرتے تو تعوذ کرتے۔ پھر رکوع کیا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ (یعنی میرا عظیم رب پاک ہے) کہنے لگے اور آپ ﷺ کا رکوع تقریباً قیام کے برابر تھا اور پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا اور بہت دیر تک کھڑے رہے، اور تقریباً رکوع کے برابر قیام کیا۔ پھر سجدہ کیا، اور سجدے میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى“ کہنے لگے اور یہ سجدہ رکوع کے بعد قیام کے برابر تھا“۔ (۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رکوع میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ اور سجدے میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى“ کہنا مشروع ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”رکوع کرنے والے کے لئے مشروع کیا گیا ہے کہ بندہ جھکنے اور اطمینان و خضوع کے دوران اپنے رب کی عظمت بیان کرے اور رب تعالیٰ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر اس چیز سے عظیم و بڑا ہے جو اس کی کبریائی، جلال اور عظمت

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۷۷۲).

سے متضاد ہے۔ اس لئے رکوع کرنے والے کے لئے یہ دعا (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ) علی الاطلاق افضل ہے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے بندوں کو اسی کا حکم فرمایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم کا یہی محل متعین فرمایا ہے۔ جب یہ آیت ﴿ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ ﴾ (الواقعۃ) نازل ہوئی تو فرمایا: "اس آیت پر رکوع میں عمل کرو"۔

سجدے کے متعلق ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "سجدے میں رب تعالیٰ کی وہ ثناء کی جائے جو اس کے لئے مناسب ہے اور وہ ہے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الأَعْلَى" اور یہ سب سے افضل ہے اور نبی کریم ﷺ کا سجدے کے بارے میں اس کے علاوہ کسی دوسری دعا کے متعلق حکم وارد نہیں ہوا۔ جبکہ اس آیت ﴿ سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى ﴾ کے نازل ہونے پر فرمایا: "اس پر سجدے میں عمل کرو"۔ اور اس حال میں رب تعالیٰ کو علو (بلندی) سے موصوف کرنا سجدہ کرنے والے کی حالت کے لئے نہایت ہی مناسب ہے۔ کیوں کہ وہ اس وقت اپنی پیشانی کی بل نیچے جھکا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اسی جھکنے کے دوران رب تعالیٰ کا علو (بلند ہونا) بیان فرمایا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نے رکوع میں جھکتے وقت رب تعالیٰ کی عظمت بیان فرمائی ہے اور رب تعالیٰ کی ہر اس چیز سے تنزیہ اور پاکی بیان فرمائی ہے، جو اس کی عظمت اور علو سے متضاد ہو"۔[1]

دوم: صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں اکثر کہا کرتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي.

"یا اللہ تو پاک ہے، اے ہمارے رب اپنی حمد کے ساتھ، یا اللہ مجھے بخش دے"۔

آپ ﷺ قرآن کی عملی تفسیر فرماتے تھے۔ قرآن کی تفسیر سے "سورۃ النصر" میں اس فرمان الٰہی پر عمل کرنا مراد ہے:

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ﴿٣﴾ ﴾

"اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور اس سے بخشش طلب کرو بلاشک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

---

[1] دیکھئے: کتاب الصلاۃ لابن القیم (ص/۱۸۱).

اسی وجہ سے آپ ﷺ رکوع و سجدے میں "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي" کہتے تھے۔

سوم: صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے:

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ.

"(اللہ تعالیٰ) پاک، مقدس اور فرشتوں اور جبریل کا رب ہے"۔[1]

تشریح

* سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی ہر اس چیز سے تنزیہ اور پاکی پر دلالت کرتے ہیں، جو اس کے لائق نہیں ہے یعنی نقص اور عیوب۔ یہ دونوں اسماء اس پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس ذات کے مشابہ نہیں ہے۔ نہ خصائص میں اور نہ صفات کمال میں۔

* رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ: اس میں پہلے فرشتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو عام ذکر کیا ہے، اور پھر جبرئیل روح الامین علیہ السلام کا خاص ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ فرشتوں میں سب سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔ اور وہی رسول اللہ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آتے تھے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ ﴾ (الشعراء)

"اور بے شک یہ (قرآن مجید) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ اس کو روح الامین (جیسا عظیم الشان فرشتہ) لے کر اترا ہے، آپ (ﷺ) کے قلب پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں۔ واضح عربی زبان میں"۔

اور جبریل علیہ السلام کو "اَلرُّوحُ" کہا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ وحی لے کر آتے تھے جس پر دلوں کی زندگی کا دارومدار ہے۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٤٨٧).

چہارم: عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "میں ایک رات کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہوا۔ آپ نے سورۃ البقرۃ پڑھی اور جب بھی رحمت کی آیت سے گذرتے تھے تو رک کر سوال کرتے تھے۔ اور جب بھی کسی عذاب کی آیت سے گذرتے تھے تو رک کر پناہ مانگتے تھے۔ پھر قیام کے برابر رکوع کیا، اور رکوع میں کہنے لگے:

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

یعنی: "پاک ہے صاحب جبر اور بادشاہی والا اور بڑائی اور عظمت والا"۔[1]

تشریح

* سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ یعنی منزہ اور مقدس ہے۔ الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ فعلوت کے وزن پر "الجبر والملك" سے مشتق ہیں۔ جیسے رحموت، رغبوت اور رھبوت، یعنی رحمت، رغبت و رھبت سے فعلوت کے وزن پر ہیں۔ عرب کہتے ہیں: "رھبوت خیر من رحموت"، یعنی ڈرانا رحم دلی دکھانے سے بہتر ہے۔

* جَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ان معانی پر مشتمل ہیں، جن پر "الْمَلِكُ الْجَبَّارُ" دلالت کرتے ہیں۔[2] سورۂ یٰس کے آخر میں فرمایا ہے: ﴿فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾﴾

"پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

* الْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، یعنی ذُوالْكِبْرِيَاء وَالْعَظَمَة: بڑائی اور عظمت والا، اور یہ دونوں صفات متقارب المعنی اور رب ذوالجلال کے لئے خاص ہیں۔ اس کے سوا کوئی بھی ان کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِداً مِنْهُمَا قَذَفْته فِي النَّارِ "کبریائی میری چادر ہے، اور عظمت میری ازار ہے۔ لہٰذا جو بھی شخص مجھ سے ان

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود (٧٧٦) سنن أبي داود (٨٧٣)، سنن النسائي (١١٢٠).

[2] دیکھئے: الرد على المنطقيين لابن تيمية (ص/١٩٦).

دونوں میں سے کوئی ایک چھیننے کی کوشش کرے گا تو میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا"۔ (۱)

یہاں رب تعالیٰ نے عظمت کو اپنی ازار اور کبریاء اور بڑائی و تکبر کو رداء (جسم پر اوڑھی جانے والی چادر) بتایا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ یہ دونوں صفات رب تعالیٰ کے لئے خاص ہیں اور وہ ان دونوں صفات میں کسی شریک سے منزہ و پاک ہے۔

پنجم: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو فرماتے:

اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي.

"یا اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا، اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرمانبردار ہوا، اور میرے، کان، آنکھیں، مغز، ہڈیاں اور رگیں تجھ سے ڈریں"۔

اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے:

اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ، وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ

"یا اللہ! ہمارے رب! تیرے لئے ہی ہر عمدہ تعریف ہے، آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں کے درمیان میں ہے۔ اس کو بھرنے کے برابر اور اس کے علاوہ جو چیز تو چاہے، اس کو بھرنے کے برابر"۔

اور جب سجدہ کرتے تو کہتے:

اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

"یا اللہ میں نے تیرے لئے سجدہ کیا، اور تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی، میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اس کو بنایا، اور اس کی صورت بنائی،

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (٥٤١) سنن أبي داود (٤٠٩٠).

اور اس کے کان اور آنکھیں نکالیں۔ اللہ سب سے اچھا بنانے والا بڑا برکت والا ہے"۔ (۱)

تشریح

❁ اللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ: یہاں فعل (رَكَعْتُ) کو موخر کیا گیا ہے۔ جو کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے لئے تخصیص پر دلالت کرتا ہے یعنی میں صرف تیرے لئے ہی رکوع کرتا ہوں۔

❁ وَبِكَ آمَنْتُ: یعنی اقرار اور تصدیق کی۔

❁ وَلَكَ أَسْلَمْتُ: یعنی سرنگوں کیا، اور اطاعت کی۔

❁ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي: یعنی یہ ساری چیزیں تیرے لئے جھک گئیں، اور تیرے سامنے عاجزی اور انکساری ظاہر کی۔

❁ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَه: یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے تو وہ اس کی بات قبول کرتا ہے۔

❁ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ: اس کا معنی عن قریب بیان ہو گا۔ ان شاء اللہ

❁ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ اس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اور اس کی طرف سے انسان کو کامل صورت اور بہترین جسامت میں بنانے کو ذہن میں لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر بنانے والا، بڑا بابرکت ہے۔

رکوع سے سر اٹھاتے وقت کے اذکار

نماز کے متعلق اذکار کے بارے میں بحث جاری ہے۔ نبی کریم ﷺ سے رکوع سے سر اٹھاتے وقت کے کئی اذکار ثابت ہیں۔

پہلی دعا

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب امام "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" کہے تو تم کہو "اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ"، ہمارے رب تیرے لئے ہی ساری عمدہ تعریفیں ہیں کیوں کہ (اس وقت) جس کی دعا ملائکہ کی دعا سے موافق ہو گئی تو اس کے اگلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے"۔ (۲)

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۷۷۱).

(۲) دیکھئے: صحیح البخاري (۷۹۵، ۷۹۶)، وصحیح مسلم (۴۰۹).

❁ صحیح بخاری و مسلم کی ایک روایت میں "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ"، واؤ کی زیادتی سے آیا ہے۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اس واؤ (یعنی رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ والی واؤ) کو بے فائدہ نہیں سمجھنا چاہیے کیوں کہ اس کے بارے میں صحیحین میں امر موجود ہے۔ اور یہ واؤ کلام کو دو جملوں کی تقدیر میں بناتا ہے۔ جو دونوں بذات خود قائم ہیں اور لفظ "رَبَّنَا" کا معنی ہے تو میرا رب اور بادشاہ اور قائم رکھنے والا ہے۔ جس کے ہاتھ میں سارے امور کی باگ ہے اور سارے امور اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ پھر "ربنا" کے معنی پر "ولك الحمد" کو معطوف کیا ہے۔ اس طرح یہ "له الملك وله الحمد" کے معنی کو متضمن ہے۔ [1]

دوسری دعا

صحیح مسلم میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ، وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ

تشریح

❁ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ یعنی ایسی حمد جس کی وصف اور قدر یہ ہو کہ وہ عالم اعلیٰ اور عالم اسفل اور ان دونوں کے درمیان جو فضاء ہے اس کو بھر دے۔

❁ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ یعنی ایسی حمد جو کہ ہر اس چیز کو بھر دے جس کو رب تعالیٰ ابھی بعد میں مہیا کرے گا۔ لہٰذا اس کی تعریف نے ہر موجود کو اور جو ابھی وجود میں آئے گا، سب کو بھر دیا ہے۔ [2]

تیسری دعا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو فرماتے:

---

[1] دیکھئے: کتاب الصلاۃ لابن القیم (ص/۱۷۷) بتصرف یسیر۔

[2] دیکھئے: کتاب الصلاۃ لابن القیم (ص/۱۷۷)۔

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.

"اے ہمارے رب تیرے لئے ساری تعریفیں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کو اور جس چیز کو تو چاہے بھرنے کے برابر۔ اے ثناء اور بزرگی و بڑائی کے اہل، جو بندہ کہتا ہے اس کے مستحق اور ہم سب فقط تیرے بندے ہیں۔ یا اللہ جو تو دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جو تو روکے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی بھی بڑائی والے کو (اس کی) بڑائی تجھ سے (بچانے میں) کوئی فائدہ نہیں دے سکتی"۔ [1]

تشریح

* رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ: اس کے معنی کا بیان گذر چکا ہے۔
* أهل الثناء والمجد: یعنی یا اللہ تو ہی اس کے لائق اور اہل ہے کہ تیری ثناء کی جائے اور تیری بزرگی بیان کی جائے کہ تیری صفات عظیم ہیں اور اوصاف کامل ہیں اور نعمتیں متواتر ہیں۔
* أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ: یعنی تیری یہ ثناء اور تمجید اور بزرگی کا بیان سب سے زیادہ حق ہے جو بندہ کہتا ہے۔ یہاں لفظ "أَحَقُّ" مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ جس کی تقدیر "هذا الثناء و التمجيد" ہے اور یہ جملہ رب تعالیٰ کی حمد اور تمجید اور ثناء کے اثبات کے لئے آیا ہے اور اس چیز کے بیان کے لئے کہ بندہ جو کچھ کہتا ہے اس میں سے یہ سب سے حق اور افضل ہے۔
* وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اس میں عبودیت و بندگی کا اعتراف ہے، اور یہ حکم سارے انسانوں کے لئے ہے اور سارے انسان اللہ تعالیٰ کے بندے، غلام اور اس کے سامنے بے بس ہیں۔ وہ ان سب کا پروردگار اور پیدا کرنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی بھی ان کا رب اور خالق نہیں ہے۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۷۷۱)۔

* لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ. اس میں اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا دینے والا اور روکنے والا ہے۔ اور رزق وغیرہ کو تنگ کرنے والا اور کشادہ کرنے والا، جھکانے والا اور اٹھانے والا اور ترقی دینے والا ہے، اور ان میں سے کسی چیز میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے لئے جو خیر و نعمت اور مصیبت اور سزا لکھ دی ہے اس کو کوئی بھی دور نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کو ہونے سے روک سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے جس خیر و نعمت اور بلاء و مصیبت کو روکنا چاہے تو وہ کبھی بھی واقع نہیں ہو سکتا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ... ﴿١٠٧﴾﴾ (یونس)

”اگر اللہ تعالیٰ تجھے تکلیف دے تو کوئی بھی اس کو دور نہیں کر سکتا، اور اگر وہ تیرے لئے خیر کا ارادہ کرے تو کوئی بھی اس کے فضل کو روک نہیں سکتا ہے“۔

اور فرمایا: ﴿مَّا يَفْتَحِ ٱللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴿٢﴾﴾ (فاطر)

”اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے جو رحمت کھولنا چاہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا، اور جو وہ روک لے تو کوئی بھی اس کے بعد اس کو کھول نہیں سکتا ہے، اور وہ بہت زیادہ غالب، بہت ہی زیادہ حکمت والا ہے“۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ اکیلا ہی دینے اور روکنے والا ہے۔ اور جب وہ دے تو کوئی بھی اس کو روک نہیں سکتا، اور جب منع کرے تو کوئی بھی اس کی روکی ہوئی چیز دینے کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔

* وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کی بڑائی اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی، نہ اس کے عذاب سے چھٹکارا دلا سکتی ہے، اور نہ ہی انسانوں کی بڑائیاں رب تعالیٰ کی طرف سے کرامت و عزت دلا سکتی ہیں۔

* الْجَدُّ، سے مراد ہے بادشاہی، ریاست و سرداری اور اچھی معیشت وغیرہ۔

اور اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے تقرب اور اس کی

رضامندی کو ترجیح دینا ہی نفع دے سکتا ہے۔[1]

چوتھی دعا

رَوَى البُخَارِيُّ فِي صَحِيْحِهِ عَنْ رُفَاعَةِ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِي رضي الله عنه قَالَ: "كُنَّا يَوْماً نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: مَنِ المُتَكَلِّمُ؟ قَالَ: أَنَا. قَالَ: رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكاً يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ".

صحیح بخاری میں رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہم ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا:

سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ،

ایک شخص نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا کہ:

رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ،

"اے رب ہمارے تیرے ہی لئے ہر عمدہ تعریف ہے، بہت زیادہ حمد اور (ہر خطاء و نقص سے) پاک اور بابرکت حمد و تعریف"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (لوگوں کی طرف) منہ پھیرا تو دریافت فرمایا: "ابھی (یہ الفاظ) کون کہہ رہا تھا؟"، اس شخص نے کہا: "میں"، فرمایا: "میں نے تیس فرشتے دیکھے جو اس کلمہ کی طرف جلدی اور مسابقت کر رہے تھے کہ کون ان میں سے اس کو پہلے لکھے"۔[2]

تشریح

❁ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ، یعنی "أَحْمَدُه حَمْداً" میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ اور "حَمْداً" مفعول مطلق ہے۔ جو اس کے عامل (فعل یا مبتدا وغیرہ) کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

---

[1] دیکھئے: كتاب الصلاة لابن القيم (ص/۱۷۷، ۱۸۷).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (۷۹۹).

اور "كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ" ساری حمد کی صفات ہیں۔ یعنی "أَحْمَدُكَ حَمْداً مَوْصُوفاً بِالْكَثْرَةِ وَالطَّيِّبِ وَالْمَبْرَكَةِ"، یعنی میں تیری ایسی حمد کرتا ہوں جو کہ حمد کثیر اور برکت سے موصوف ہے۔

* مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟، یعنی یہ کلمہ رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ، کس نے کہا ہے؟

* رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكاً يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّل: "بِضْعَةً" تعداد کے تھوڑے سے حصے کو کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سے نو تک کے عدد کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "بِضْعَةً" ایک سے لے کر دس تک کے عدد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

* يَبْتَدِرُونَهَا، مسابقت کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے اس کلمے کو نیکیوں کے دفاتر میں لکھنے کے لئے ایک دوسرے سے جلدی اور سبقت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

* اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی، امام کے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، کہنے کے فوراً بعد رَبَّنَا وَلَكَ الحَمْدُ کہے گا۔ اور یہ " فَقَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ" میں فقال پر فاء سے ثابت ہوتا ہے کیوں کہ فاء تعقیب کے لئے آتا ہے۔

* اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کو لکھنے والے فرشتے بہت ہیں اور وہ نیکی اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور خیر و نیکی کے لئے مسابقت اور خواہش کرتے ہیں۔

* اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان فرشتوں کو دیکھنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا جبکہ آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی ان کو نہیں دیکھا۔

* ایک سوال یہ بھی ہے کہ یہ فرشتے جنہوں نے اس کلمے کو لکھنے میں مسابقت کی وہ انسانوں کے نگہبان فرشتے تھے یا دیگر تھے؟ اس بارے میں اہل علم کے دو قول ہیں، اور ان میں سے زیادہ صحیح (واللہ اعلم) یہ ہے کہ یہ دوسرے فرشتے تھے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ.

"بے شک اللہ تعالیٰ کے کئی فرشتے اہل ذکر کو تلاش کرنے کی خاطر راہوں اور راستوں میں پھرتے رہتے ہیں" إلی آخر الحدیث.

ایک روایت میں الفاظ ہیں: فَضْلاً عَنْ كِتَابِ النَّاس، یعنی یہ فرشتے ان فرشتوں کے علاوہ ہیں جو لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ (۱)

اس حدیث سے اہل علم نے استدلال کیا ہے کہ بعض نیکیاں وہ فرشتے بھی لکھتے ہیں جو کہ اعمال لکھنے والے مقرر فرشتوں کے علاوہ ہیں۔

فضائلِ سجود

* عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے (آخری بیماری کے دوران) پردہ ہٹایا، لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اے لوگو ں اب نبوت کی بشارتوں میں سے کچھ باقی نہیں رہا (کیوں کہ نبوت ختم ہو چکی) ہاں اچھے خواب باقی رہیں گے۔ جو مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے متعلق دکھائے جاتے ہیں۔ خبر دار مجھے رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، تو تم رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو اور سجدے میں دعا کی کوشش کرو۔ کیوں کہ سجدے میں دعا کے قبول ہونے کی بڑی امید ہے"۔ (۲)

* نبی کریم علیہ السلام نے اس حدیث میں اس چیز کی وضاحت کر دی ہے، جس کے ساتھ یہ دونوں ارکان مختص ہیں۔ یعنی آپ نے رکوع و سجدے میں قراءت قرآن سے منع کرنے کے بعد ایسے ذکر کی وضاحت کی ہے جو کہ ان کی ہیئت کے لئے مناسب ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں ارکان جھکاؤ، خضوع اور انکساری کی حالتیں ہیں۔ رکوع جو کہ جھکنے کی حالت ہے۔ اس میں مسلمان کے لئے رب ذوالجلال کی عظمت بیان کرنا مشروع بنایا گیا ہے۔ اور یہ کہ رب عظیم کے لئے ہی عظمت و جلال کے تمام معانی لائق ہیں۔ مثلاً قوت، عزت، کامل قدرت، وسعت

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (٦٤٠٨)، والمسند (٢٥١/٢).

(۲) دیکھئے: صحيح مسلم (٤٧٩).

علم اور کامل بزرگی و بڑائی اور دیگر عظمت و کبریائی کے اوصاف۔ اور یہ کہ اس کے علاوہ کوئی بھی تعظیم، تکبیر، اجلال اور تمجید کا مستحق نہیں ہے۔ اس لئے بندوں پر اس کا حق ہے کہ اپنے دل اور زبان اور اعمال کے ساتھ اس کی تعظیم کریں۔

❁ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کہنا علی الاطلاق افضل ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کا اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے۔ رب العزت اور اس کے اور بندوں کے درمیان سفیر (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) نے بھی اس ذکر کا یہی مقام متعین فرمایا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾ ﴾ (الواقعۃ: ۷۴) فرمایا: "اس پر رکوع میں عمل کرو"۔ بہر حال رکوع کا راز اور مقصود یہی ہے کہ رب تعالیٰ کی قلب اور قالب (یعنی ظاہری اعمال بالجوارح) اور قول کے ساتھ تعظیم کی جائے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "أَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ"، یعنی رکوع میں رب ذوالجلال کی عظمت بیان کرو۔[1]

❁ اور سجدہ جو کہ رب تعالیٰ سے قریب تر ہونے اور اس کے لئے جھکنے اور اس کے سامنے تذلل اور انکساری کی حالت ہے۔ اس لئے اس میں کثرت کے ساتھ دعا کرنا مشروع ہے اور اس حالت میں دعا قبولیت کے نہایت قریب ہوتی ہے۔

❁ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ، یعنی سجدے میں بندہ اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں کثرت کے ساتھ دعا کیا کرو۔

اور گذشتہ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ، یعنی سجدے میں دعا مانگنے کی بڑی کوشش کیا کرو۔ کیوں کہ بندہ اس وقت اپنے رب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس حالت میں دعا سب سے زیادہ قریب الاجابہ ہوتی ہے۔

---

[1] دیکھئے: کتاب الصلاۃ لابن القیم (ص/۱۷۶)

سجدے کی ایک مسنون دعا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا۔ پھر میں آپ کو تلاش کرنے لگی، تو میرے ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے تلوں کو لگے، آپ سجدے میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کے تلے عمودی حالت میں تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے:

اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

"یا اللہ میں تیری رضا کے توسل سے تیری ناراضگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور تیری (عفو و در گزر) کے توسل سے تیری سزا سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں، میں تیری ثناء کو شمار نہیں کر سکتا، اور نہ تیری ثناء کا حق ادا کر سکتا ہوں، تو ویسے ہے جیسے تو نے اپنی تعریف کی ہے"۔[1]

تشریح

❁ اس حدیث میں دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں دے سکتا ہے۔ اور اس کی پکڑ سے بھی خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور سارے امور اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور ہر عمدہ تعریف اسی کے لئے ہے اور ساری خیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا وہی نجات دلا سکتا ہے اور اس کے پاس جائے پناہ مل سکتی ہے۔ اور اس سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگنی چاہیئے، جو اس کی مشیئت اور قدرت سے ہونے والی ہے۔ اور أعاذہ (پناہ) دینا اسی کا فعل ہے۔ جبکہ مُسْتَعَاذ مِنْه (جس سے پناہ مانگی جاتی ہے) وہ اس کا فعل ہے یا اس کا مفعول ہے، جس کو اس نے اپنی مشیئت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ سب توحید اور تقدیر کو ثابت کرتا

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٤٨٦).

ہے۔ اور یہ کہ اس کے سوا نہ کوئی رب ہے نہ خالق ہے، اور مخلوق نہ خود کے لئے نقصان اور نفع کا اختیار رکھتی ہے اور نہ کسی دوسرے کے لئے۔ زندگی، موت اور دوبارہ زندہ کرنے پر اور اسی طرح تمام کاموں میں صرف اسی اللہ کا حکم چلتا ہے۔ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

✿ اس دعا کا خاتمہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے: لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ. أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ، اس میں اس بات کا اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان و عظمت اور اس کے اسماء و صفات کا کمال اس سے اعظم اور اجل (یعنی نہایت بڑا اور جلیل القدر) ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کو شمار کر سکے یا خود باری تعالیٰ کے سوا کوئی اس کی حقیقی ثناء کو پہنچ سکے۔

سجدے کی ایک اور دعاءِ مسنونہ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ، دِقَّهُ وَجِلَّهُ، أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ.

"یا اللہ میرے سارے گناہ بخش دے، باریک اور بڑے۔ پہلے اور پچھلے اور ظاہری اور چھپے ہوئے"۔ (۱)

تشریح

✿ ذَنْبِي كُلَّهُ، یعنی سارے گناہ، کیوں کہ واحد (مفرد کا لفظ) جب مضاف (کسی کی طرف نسبت) کیا جائے تو اس کا معنی عام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر یہ عموم اور بشمول بندے کے تمام گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کو شامل ہے۔ جو گناہ وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا۔ چونکہ سجدہ دعا اور تضرع اور بندگی اور محتاجی کے اظہار کا مقام ہے، اس لئے مناسب تھا کہ گناہ کی ان انواع کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرے جن سے بندہ توبہ کرنا چاہتا ہے۔

✿ اسی لئے فرمایا: دِقَّهُ وَجِلَّهُ. أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ. وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ، اور یہ انداز ایجاز و اختصار سے زیادہ اچھا ہے۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۴۸۳).

جلسہ (دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا)

اس کے بعد جان لیں کہ دونوں سجدوں کے درمیان ایک رکن ہے جو کہ نماز کی (صحت کے لئے) ضروری ہے یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور اس جلسے میں وہ دعا مشروع بن گئی ہے۔ جو کہ اس کے لائق و مناسب ہے، یعنی مغفرت، رحمت، ہدایت اور عافیت و رزق کا سوال۔ کیوں کہ یہ امور دنیا و آخرت کو حاصل کرنے اور ان میں شرور کو دفع کرنے کو مشتمل ہیں۔

پہلی دعا

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے:

رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي

"میرے رب مجھے بخش دے، میرے رب مجھے بخش دے"۔ (۱)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا دونوں سجدوں کے درمیان دہراتے تھے۔ نہ کہ دو مرتبہ پڑھتے تھے۔

دوسری دعا

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاجْبُرْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي.

ترجمہ: "اے اللہ! میری مغفرت فرمادے، اور مجھ پر رحم فرما، میری تقصیر اور لغزش کو در گزر فرما، اور مجھے عافیت سے رکھ، اور مجھے سیدھی راہ پر چلا، اور مجھے رزق عطا فرما"۔ (۲)

تشریح

* اس دعا میں مغفرت کے سوال کا مطلب گناہوں کے شر سے بچاؤ ہے اور رحمت کے سوال کا مقصد خیر و نیکی اور احسان کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جبروت کے سوال کا مقصد حاجت روائی ہے۔ اور یہ کہ اس ٹوٹے ہوئے بندے کو جوڑ دے۔ اور یہ کہ اس سے جو خیر و

---

۱ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (٧٧٧) سنن أبي داود (٨٧٤).

۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (٧٥٦) سنن أبي داود(٨٥٠)، سنن الترمذي (٢٨٤).

بھلائی نکل چکی ہے۔ اس کو لوٹا دے، اور اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ اور عافیت کے مانگنے سے مراد آفات اور فتن سے سلامت رہنا اور مصائب اور آزمائش سے بچنا ہے۔ اور ہدایت کے سوال سے مراد دنیا و آخرت میں سعادت اور کامیابی کے دروازوں تک پہنچنا ہے، اور رزق کے سوال سے مراد کھانے اور پینے کی اشیاء میں سے اس چیز کا حاصل کرنا جس پر جسم کی بقاء کا دارومدار ہے۔ یا علم وایمان سے اس چیز کا حصول جو روح کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔

لہٰذا جلسے میں پڑھی جانے والی یہ مسنون دعا سعادت کے اصول (بنیادوں) کو جمع کرنے والی اور ابواب خیر کا احاطہ کرنے والی اور دنیا و آخرت میں فلاح کے راستوں پر مشتمل ہے۔ یہ دعا بہت عظیم اور خیر و بھلائی کو جمع کرنے والی ہے۔

تشہد کے اذکار

نماز کے متعلق اذکار میں سے تشہد کے اذکار بھی ہیں اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کئی احادیث ثابت ہیں۔ جن میں تشہد کے متقارب المعنی صیغے ہیں۔ یہ سارے جائز اور مشروع ہیں۔

❁ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت سکھایا کرتے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے:

التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ.

”تمام پاک و بابرکت کلمات اور تعظیم اللہ ہی کے لئے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی ﷺ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے، اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں“۔[1]

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۴۰۳).

✿ صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "ہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے تو کہتے: السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَان (سلام جبریل اور میکائیل پر، فلاں فلاں پر سلام ہو) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہی سلام (یعنی سلامتی عطاء فرمانے والا ہے۔ جبکہ اس کو کسی کی سلامتی کی نہ ضرورت ہے اور نہ یہ کسی کی صفت ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سلامتی دے بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے عیوب سے منزہ ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کہے:

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ.

"ہر قسم کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور نماز و دعا اور تمام پاک کلمات اور قولی عبادات بھی اللہ تعالیٰ اکیلے کے لئے ہی واجب ہیں۔ سلام ہو تم پر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی رحمت و برکات بھی۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر"۔

فرمایا: "جب تم یہ کلمات کہو گے تو یہ کلمات آسمان اور زمین میں ہر صالح بندے کو پہنچیں گے"۔ پھر فرمایا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں"۔ [۱]

اور اس باب میں اور بھی کئی احادیث روایت ہوئی ہیں۔ اور ان تمام تشہدات میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ تشہد کا صیغہ (الفاظ) زیادہ کامل ہے۔ اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات سے بھی زیادہ کامل ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "یہ اس لئے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا تشہد متغایر و مختلف جملوں پر مشتمل ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تشہد ایک ہی جملے پر مشتمل ہے"۔ [۲]

---

[۱] دیکھئے: صحیح بخاری (۸۳۱)، صحیح مسلم (۴۰۲).

[۲] دیکھئے: کتاب الصلاۃ (ص: ۲۱۱).

لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد میں ہر جملہ مستقل ثناء ہے۔ کیوں کہ اس قول نبوی ﷺ: "التَّحِيَاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" میں واؤ موجود ہے۔ بر خلاف اس کے، جب یہ واؤ حذف کر دیا جائے تو یہ کلمات ماقبل کی صفت بن جاتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد میں تعدد ثناء صراحتاً موجود ہے۔ اس لئے یہی تشہد زیادہ اولیٰ اور زیادہ کامل ہے۔

اس کے علاوہ یہی تشہد اہل علم کے یہاں زیادہ مشہور ہے۔ اور اسناد کے اعتبار سے بھی اس باب میں وارد تمام تشہدات سے زیادہ صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک سے زائد (یعنی کئی) طرق کے ساتھ مروی ہے۔ اور تشہد کے باب میں نبی کریم ﷺ سے مروی تمام احادیث میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اور صحابہ کرام و تابعین کرام میں سے اکثر اہل علم کے یہاں اسی پر عمل ہے"۔[1]

بہر حال ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد اور دیگر تمام تشہدات پر عمل کرنا حق اور جائز ہے جو کہ صحیح ثابت ہیں۔

تشریح

* التَّحِيَاتُ، یہ تحیہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد تعظیمات ہیں، اپنے تمام صیغہ جات اور ہیئات کے ساتھ، مثلاً رکوع، سجدہ، جھکنا، خشوع اور انکساری وغیرہ سب کا سب اللہ وحدہ لا شریک کے لئے ہے، اور یہ سب کچھ اس کی ملک اور استحقاق ہے۔
* وَالصَّلَوَاتُ، بعض کے نزدیک اس سے مراد رکوع و سجود والی شرعی نماز ہے، اور بعض نے اس سے دعا مراد لی ہے۔ کیوں کہ عربی زبان میں صلاۃ دعا کو کہتے ہیں، اور یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔ نماز سب کی سب اللہ کے لئے ہے، اور اس میں سے کوئی بھی چیز (یعنی سجدہ، قیام، رکوع اور سینے پر ہاتھ باندھنا وغیرہ) کسی دوسرے کے لئے بجالانا جائز نہیں ہے۔

اور دعا بھی اللہ کے لئے ہے (یعنی اسی کو پکارنا چاہیئے اور اسی سے مانگنا چاہیئے)۔ لہٰذا اس میں سے کوئی بھی چیز کسی دوسرے کے لئے کرنا جائز نہیں ہے۔

* وَالطَّيِّبَاتُ، یہ طیبہ کی جمع ہے اور اس سے مراد یہ کہ اقوال طیبہ اور اعمال طیبہ سب کے

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح سنن الترمذي (٢٨٩) سنن الترمذي (٨٢/٢).

سب اللہ کے لئے ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ اور ان میں سے کسی بھی چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا تقرب حاصل کرنا جائز نہیں۔ بس ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہی ہر پاک وطیب قول وعمل کے ذریعے سے تقرب حاصل کرنا چاہیئے۔

* السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے سلامتی، رحمت اور برکت کی دعا کی گئی ہے۔
* السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، اس میں خود کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے ہر آفت، عیب، نقص اور برائی سے سلامتی کی دعا کی گئی ہے۔ اور یہ نبی اکرم ﷺ کے جوامع الکلم میں سے ہے۔
* بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اہل اسلام کو تعلیم دی ہے کہ وہ انہیں الگ اور انفرادیت کے ساتھ یاد کریں۔ یہ آپ ﷺ کے شرف اور بڑے حق کی وجہ سے کہ جو فرمایا ہے: مسلمانوں پر واجب ہے، پھر آپ ﷺ نے سکھایا کہ پہلے اپنے آپ پر سلام بھیجیں کیوں کہ خود کے لئے اس چیز کا اہتمام کرنا نہایت اہم ہے۔ اس کے بعد آپ نے صالحین پر عام سلام کرنے کا حکم فرما کر بتادیا ہے کہ دعا مومنوں کو پہنچ سکتی ہے۔[1]
* أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اس میں رب ذوالجلال کی وحدانیت اور اس کے نبی ﷺ کی عبودیت اور رسالت کی شہادت دی گئی ہے اور آپ ﷺ اللہ کے بندے ہیں، اور آپ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ آپ ﷺ رسول ہیں، جن کی اطاعت و اتباع کی جائے گی۔

درودِ ابراہیمی

اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود ابراہیمی پڑھنا مشروع ہے۔ جو کہ آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ اور اس کے بارے میں کئی احادیث مروی ہیں۔

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا، مجھے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے، کہا: "کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟"، میں نے کہا: "جی ہاں کیوں نہیں۔ آپ یہ

---

[1] دیکھئے: فتح الباري لابن حجر (۲/۳۱۳) نقلاً عن البيضاوي.

تحفہ ضرور مجھے دیں"۔ کہا: "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ پر اور اہل بیت پر کس طرح صلاۃ (درود) پڑھیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلام کہنا تو سکھا دیا"۔ فرمایا کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

"اے اللہ تو محمد ﷺ اوران کی اولاد پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی، اے اللہ محمد ﷺ اوران کی اولاد پر برکت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو بڑی تعریف والا اور بڑی بزرگی والا ہے"۔[1]

صحیحین میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ ہم آپ ﷺ پر صلاۃ کس طرح بھیجا کریں؟"، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس طرح کہا کرو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

"اے اللہ محمد ﷺ، آپ کی بیویوں اور خانوادے پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت پر رحمت نازل فرمائی، اور محمد ﷺ، آپ کی بیویوں اور خانوادے پر برکت نازل فرما، جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام کی ذریت پر برکت نازل فرمائی، بے شک تو بڑی تعریف والا اور بڑی بزرگی والا ہے"۔[2]

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٣٣٧٠)، وصحيح مسلم (٤٠٦).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٣٣٦٩)، وصحيح مسلم (٤٠٧).

تشریح

❁ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ علی النبی(ﷺ) سے مراد اس کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی ملاء اعلیٰ(یعنی فرشتوں کی جماعت) میں تعریف اور تعظیم کرنا ہے۔ فرشتوں اور مومنین کی طرف سے صلاۃ سے مراد مذکورہ چیز کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہے اور اس صلاۃ سے مراد زیادت کی طلب ہے نہ کہ اصل صلاۃ کی۔

❁ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، "برکت" "بڑھوتری اور زیادتی کو کہتے ہیں۔ "تبریک" "برکت کی دعا کرنے کو کہتے ہیں، مثلاً: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهِ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَبَارِكْ لَهُ، یعنی اللہ تعالیٰ اس کو برکت عطاء فرمائے۔

سو یہ (درود) ایسی دعا ہے جو کہ نبی کریم ﷺ کو خیر عطاء کرنے، بھلائی کو دائم رکھنے اور اس کو دگنا چوگنا کرنے اور بڑھانے پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد مسلمان کو جو بھی دعا پسند ہو، سلام پھیرنے سے قبل مانگے۔ نبی اکرم ﷺ سے اس موقع و محل میں کئی قسم کی دعائیں ثابت ہیں۔ جن کے بارے میں ابھی بحث آنے والی ہے۔ ان شاء اللہ

تشہد اور سلام کے درمیان میں دعائیں

تشہد اور سلام کے درمیان میں وہ مقام ہے جس میں دعا مانگنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

❁ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں تشہد سکھایا، اور پھر آخر میں فرمایا: "ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو"، یعنی (درود کے بعد) جو بھی دعا اسے پسند ہو اللہ سے مانگے۔[1]

❁ مسلم کی ایک روایت میں الفاظ ہیں "ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ"، یعنی اس کے بعد جو بھی سوال کرنا چاہے کرے۔[2]

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (۸۳۵)، وصحيح مسلم (۴۰۲).

[2] دیکھئے: صحيح مسلم (۴۰۲).

• مسلمان کے لئے بہتر یہی ہے کہ اس موقع پر وہ دعائیں پڑھے جو کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ لیکن اگر غیر ماثور دعائیں پڑھتا ہے، جن میں کوئی ممنوع چیز نہیں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پہلی دعا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی تشہد کے لئے بیٹھے تو اسے چاہیئے کہ چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اس طرح کہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ.

”یا اللہ میں جہنم سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں“۔ [1]

بعض علماء نے سلام سے قبل اس تعوذ کو واجب کہا ہے۔ جبکہ جمہور اہل علم اس کو مستحب سمجھتے ہیں، اور واجب نہیں کہتے۔

تشریح

❁ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، جہنم سے تعوذ (پناہ مانگنے) کو مقدم کیا ہے، اس لئے کہ یہ وہ جگہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کہیں بھی عذاب نہیں ہوگا۔

❁ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، اس سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے اور مسلمان کو چاہیئے کہ قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

❁ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، یعنی زندگی اور موت کے فتنے سے۔ اس سے مراد دنیا و آخرت کے فتنے سے پناہ مانگنا ہے۔ دنیا میں ہر اس چیز سے جو انسان کو دینی، جانی، اور جسمانی اور دنیوی نقصان پہنچائے، اور موت کے فتنے سے مراد موت کی سختیاں اور اس کے بعد (قبر و آخرت) کی ہولناکیاں ہیں۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (١٣٧٧)، وصحيح مسلم (٥٨٨).

❁ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، مسیح دجال کفر و ضلال کا سرچشمہ اور فتن و دہشت کا ایک مصدر ہے۔ وہ آخری وقت میں انسانوں میں آئے گا اور یہ قیامت کی ایک نشانی ہے۔ اس کو مسیح اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کی آنکھ نہیں ہو گی، اور وہ دائیں آنکھ سے کانا ہو گا۔ دجال "دجل" سے نکلا ہے، جس کا معنی جھوٹ ہے۔ اور اس کے خروج کا فتنہ بہت بڑے فتنوں میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا اس نے ضرور اپنی قوم کو اس دجال سے خبر دار کیا اور ڈرایا۔

دوسری دعا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

"یا اللہ میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور کانے دجال کے فتنے سے، اور زندگی اور موت کے فتنے سے۔ یا اللہ میں ایسے کام سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں جو گناہ کا باعث بنے اور قرض اور نقصان و جرمانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

اس پر ایک شخص نے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرم (قرض وغیرہ) سے اتنی زیادہ کیوں پناہ مانگتے ہیں؟"، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انسان جب مقروض ہو جائے تو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے"۔[1]

تشریح

❁ الْمَأْثَم، مَأثَم وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ کرے۔

❁ الْمَغْرَم، وہ چیز ہے جس کو ادا کرنا کسی جرم یا معاملے وغیرہ کی وجہ سے انسان پر لازم آئے۔

الْمَأْثَم حقوق اللہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ مَغْرَم میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (۸۳۳) وصحيح مسلم (۵۸۹).

تیسری دعا

علی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشہد اور سلام کے درمیان آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

"یا اللہ میرے گناہ بخش دے، جو میں نے آگے بھیجے ہیں، اور جو پیچھے چھوڑے ہیں، اور جو چھپ کر کئے ہیں، اور جو ظاہراً کئے ہیں، اور وہ گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے کرنے والا ہے، تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے"۔ (۱)

تشریح

- مَا قَدَّمْتُ، یعنی خطاء اور گناہ جو کر چکا ہوں۔
- وَمَا أَخَّرْتُ، یعنی جو گناہ آئندہ ہوں۔
- وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، یعنی جو گناہ مجھ سے خفیہ ہوئے ہیں، اور جو علانیہ ہوئے۔
- وَمَا أَسْرَفْتُ، یعنی جو ظلم خود پر کیا ہے، ایسے گناہ جو میری ذات تک محدود ہیں، اور جو دوسروں پر ظلم کیا ہے۔ یعنی ایسے گناہ جن سے دوسروں پر ظلم ہوا ہے۔
- أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، یعنی تو جس کو چاہتا ہے اعانت و توفیق سے اور راہ ہدایت پر قائم رکھ کر آگے کرتا ہے۔
- وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، یعنی جس کو چاہتا ہے ذلت اور محرومی کے ساتھ اور بے یار و مددگار چھوڑ کر پیچھے کر دیتا ہے۔
- لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، یعنی تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۷۷۱)۔

چوتھی دعا

عن بعض أصحاب النبيِّ ﷺ، قال النبيُّ ﷺ لرجل: "كَيفَ تَقُولُ فِي الصَّلاَةِ؟"، قَالَ: أَتَشَهَّدُ وَأَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، أَمَا إِنِّي لاَ أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلاَ دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ".

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تم تشہد میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: میں تشہد پڑھتا ہوں، اور پھر کہتا ہوں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ.

"یا اللہ میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں، اور جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

جبکہ میں آپ کی اور معاذ کی دھیمی آواز کو نہیں سمجھ پاتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ یعنی جنت کا سوال کرتے ہیں، اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں"۔ [1]

* اس طرح بولنے کو کہ کچھ آواز تو سننے میں آئے لیکن سمجھا نہ جاسکے "دَنْدَنَة" کہا جاتا ہے۔

بعض متفرق دعائیں

اس کے علاوہ صحیح احادیث میں اور بھی کئی دعائیں نماز کے متعلق آئی ہیں۔ لیکن ان کا مقام متعین نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ دعائیں دو مواضع میں ادا کی جائیں یا تو سجدے میں یا تشہد کے بعد۔ کیوں کہ حدیث میں ثابت ہے کہ ان دو مقامات پر گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیے۔

پہلی دعا

صحیح بخاری و مسلم میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ مجھے ایسی دعا سکھائیں جو میں نماز میں مانگوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو:

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْماً كَثِيراً، وَلاَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الغَفُورُ الرَّحِيمُ

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح ابن ماجه (٧٤٢) سنن أبي داود (٧٩٢)، سنن ابن ماجه (٩١٠).

"یا اللہ میں نے خود پر بہت ظلم کئے ہیں، اور تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ پس میری بخشش فرمادے، اور مجھ پر رحم کر، بلاشک تو ہی بڑا بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے"۔[1]

دوسری دعا

عطاء بن سائب اپنے والد سائب (ابن یزید) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے ہمیں ہلکی نماز پڑھائی، تو اس پر کسی شخص نے کہا آپ نے ہلکی نماز پڑھائی ہے۔ عمار نے کہا میں نے تو اس ایجاز و اختصار کے باوجود اس نماز میں وہ دعائیں پڑھی ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ پھر جب عمار کھڑے ہو کر جانے لگے تو لوگوں میں سے ایک شخص ان کے پیچھے گیا (عطاء بن سائب نے کہا در حقیقت وہ میرے والد سائب بن یزید ہی تھے۔ لیکن انہوں نے کنایہ سے کام لیا ہے) اور ان سے اس دعا کے متعلق پوچھا (ان سے سن کر) پھر واپس آکر لوگوں کو وہ دعا سنائی۔ یعنی:

اللَّهُمَّ بِعِلْمِكَ الغَيْبَ، وَقُدْرَتِكَ عَلَى الخَلْقِ أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الحَيَاةَ خَيْراً لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الوَفَاةَ خَيْراً لِي. اللَّهُمَّ وَأَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الحَقِّ فِي الرِّضَا وَالغَضَبِ، وَأَسْأَلُكَ القَصْدَ فِي الفَقْرِ وَالغِنَى، وَأَسْأَلُكَ نَعِيماً لاَ يَنْفَدُ، وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لاَ تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ القَضَاءِ، وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ العَيْشِ بَعْدَ المَوْتِ وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ، وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ، فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلاَ فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اللَّهُمَّ زَيِّنَّا بِزِينَةِ الإِيمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ.

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (۸۳٤)، وصحيح مسلم (۲۷۰۵).

"یا اللہ تیرے غیب جاننے کے توسل سے اور تیری پیدا کرنے کی قدرت کے توسل سے (سوال کرتا ہوں کہ) جب تک تو میرے لئے زندہ رہنا بہتر جانے تب تک مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے وفات بہتر جانے تو وفات دے۔ یا اللہ میں تجھ سے غیب وظاہر میں ڈرنے کا سوال کرتا ہوں، اور رضا وغضب (دونوں حالتوں میں) حق بات کہنے کا سوال کرتا ہوں۔ اور تنگ دستی اور خوشحالی (دونوں حالات) میں میانہ روی اور اعتدال (کو اپنانے) کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہوں، اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں کہ کبھی منقطع نہ ہو، اور میں تجھ سے قضاء کے بعد رضا کا سوال کرتا ہوں، اور میں تجھ سے مرنے کے بعد اچھی زندگی کا سوال کرتا ہوں، اور تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔ بغیر کسی ضرر و نقصان کے۔ اور گمراہ کن فتنے کے۔ یا اللہ ہمیں ایمان کی زینت سے مزین کر دے اور ہمیں ہدایت والے رہنما بنا"۔ (1)

یہ ایک عظیم حدیث ہے جو کئی فوائد عظیمہ، مقاصد کریمہ اور اغراض مبارکہ پر مشتمل ہے۔ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح اور اس کے معانی کے بیان میں ایک بہت اچھا رسالہ لکھا ہے اور یہ رسالہ مفید ہے۔ میں اس دعا کی بعض دلالات اور عظیم معانی کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔ تاکہ یہ بات اس حدیث پر عمل کرنے اور ہمیشگی اختیار کرنے کے لئے معاون ہو۔ واللہ اعلم

شرح حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

ابھی جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حدیث گذری، جو کہ اس عظیم دعا پر مشتمل ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مانگا کرتے تھے۔

❁ یہ حدیث عظیم نفع اور بڑے فائدے والی ہے۔ ایسے عظیم معانی اور مفید دلالات پر مشتمل ہے جن کا تعلق عقیدہ، عبادت اور اخلاق سے ہے۔ اور مسلمان اس جیسی بابرکت دعاؤں سے کماحقہ اس وقت فائدہ اٹھا سکتا ہے، جب ان دعاؤں کے معانی سے واقف ہو، اور

---

(1) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۱۳۰۱) سنن النسائي (۱۳۰۵)۔

ان کی دلالات اور مقاصد کو سمجھے۔ اوراس پر عمل کرنے کے لئے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔[1]

* اللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الغَيْبَ. وَقُدْرَتِكَ عَلَى الخَلْقِ أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الحَيَاةَ خَيْراً لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الوَفَاةَ خَيْراً لِي، اس میں بندے کی طرف سے اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے گئے ہیں۔ اور اپنے احوال کے بارے میں رب تعالیٰ سے خیر طلب کی گئی ہے۔ اور رب تعالیٰ سے اس کے علم کے توسل سے سوال کیا گیا ہے، جس نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور یہ کہ رب ذوالجلال والاکرام ہر مخفی اور باطن امر کو جانتا ہے۔ جس طرح ظاہر وعلانیہ کو جانتا ہے، اور اس کی قدرت کے توسل سے سوال کیا گیا ہے۔ جو کہ اس کی تمام مخلوق میں نافذ ہے۔ پس نہ اس کے حکم کو کوئی ٹال سکتا ہے اور نہ اس کی قضاء کو کوئی رد کر سکتا ہے۔

* یہ بات تو معلوم ہے کہ بندہ اپنے تمام امور کی عاقبت سے لاعلم ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مصالح (یعنی فائدہ مند اشیاء) کے حصول اور ضرر رساں اشیاء کو دفع کرنے سے عاجز ہے۔ مگر جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے اور اس کو اس کے لئے آسان بنائے۔ لہٰذا انسان ہر حال میں علیم وقدیر کا محتاج ہے کہ وہ اس کا ہر کام ٹھیک کرے، اور اس کے لئے خیر کو اختیار کرے جہاں بھی خیر ہو۔ اس وجہ سے فرمایا: أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الحَيَاةَ خَيْراً لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الوَفَاةَ خَيْراً لِي، اور اسی وجہ سے حدیث میں کسی مصیبت وتکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیوں کہ بندہ عواقب وانجام امور سے لاعلم ہے۔

* صحیح بخاری میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی شخص موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیک ہے تو شاید مزید نیکیاں کرے گا، اور اگر برا ہے تو شاید توبہ کر لے گا"۔ یعنی گناہوں سے توبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرے گا، اور گناہوں کی بخشش طلب کرے گا۔

* اللّٰهُمَّ وَأَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، یعنی کہ میں تجھ سے خفیہ اور ظاہر میں ڈروں، اور ظاہر اور باطن بھی میں۔ جب میں لوگوں کے ساتھ ہوں، اس وقت بھی اور جب

---

[1] مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: کتاب شرح حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ لابن رجب۔

ان سے دور ہوں تب بھی۔ کیوں کہ ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ ظاہراً اور علانیہ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ لیکن اصل کام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت بھی ڈریں جب وہ غائب اور لوگوں کی نظروں سے دور ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مدح کی ہے جو اس سے غیب میں ڈرتا ہے۔ فرمایا:

﴿ ٱلَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِٱلْغَيْبِ وَهُم مِّنَ ٱلسَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿٤٩﴾ ﴾ (الأنبياء)

"وہ لوگ جو اپنے رب سے غیب میں (یعنی تنہائی میں جب کوئی نہ دیکھے) ڈرتے ہیں، اور وہ آخرت سے بھی ڈرتے ہیں۔"

اور فرمایا: ﴿ مَّنْ خَشِيَ ٱلرَّحْمَٰنَ بِٱلْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ﴿٣٣﴾ ﴾ (ق)

"جو شخص رحمٰن سے غیب میں ڈرا اور فرمانبردار قلب لے کر آیا"۔

❁ وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الحَقِّ فِي الرِّضَا وَالغَضَبِ، اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ حالت رضا میں اور غصے کی حالت میں بھی حق بات کہنے کی توفیق دے۔ اور لوگوں کے بارے میں غصے کے عالم میں حق بات کہنا نہایت مشکل ہے۔ کیوں کہ غصہ انسان کو خلاف حق اور خلاف عدل بات کہنے پر اکساتا ہے اور مجبور کرتا ہے۔

❁ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے شخص کی مدح کی ہے جو غصے کے وقت معاف کر دیتا ہے، اور غصہ اسے سرکشی اور زیادتی پر آمادہ نہیں کرتا۔ فرمایا: ﴿ ...وَإِذَا مَا غَضِبُوا۟ هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾

"جب وہ غصہ میں آتے ہیں تو بھی معاف کر دیتے ہیں"۔ (الشوریٰ)

❁ اور جو شخص غصے اور خوشی کی حالت میں فقط حق بات کہتا ہے تو یہ اس کے مضبوط ایمان کی دلیل ہے، اور وہ اپنے نفس کی زمام کو قابو میں رکھتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

"بہادر اور قوی وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے، لیکن بہادر وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو پالے"۔[1]

❁ وَأَسْأَلُكَ القَصْدَ فِي الفَقْرِ وَالغِنَى، یعنی فقر اور غنی دونوں حالات میں معتدل ہو۔ اگر وہ

---

[1] دیکھیے: صحيح البخاري (٦١١٤).

فقیر ہو تو رزق کے ختم ہو جانے کے خوف سے خرچ کرنے میں تنگی نہ کرے اور نہ ہی اسراف کر کے خود پر اتنا بوجھ ڈالے جس کی اسے طاقت نہ ہو۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ ﴾ (الاسراء)

"اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ دے اور نہ اس کو بالکل کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہو اور ماندہ بیٹھ جائے"۔

اور اگر غنی ہو تو اس کی دولت اسے اسراف اور سرکشی پر نہ ڈالے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ ﴾

"اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اُڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ۔ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم"۔ (الفرقان)

اور "قوام" اعتدال اور درمیانہ روی کو کہتے ہیں، اور اعتدال ہر کام میں بہتر ہے۔

❁ وَأَسْأَلُكَ نَعِيمًا لَا يَنْفَدُ، نہ ختم ہونے والی نعمت آخرت کی نعمت ہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ ﴾ (النحل: ٩٦)

"جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا"۔

اور فرمایا: ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ ﴾ (ص)

"بے شک یہ ہمارا رزق ہے جو کہ ختم ہونے والا نہیں ہے"۔

❁ وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ایک نعمت ہے۔ اور کوئی نعمت ختم ہو جانے والی ہے تو کوئی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جس کی آنکھیں دنیا کے ساتھ ٹھنڈی ہوتی ہے، تو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ختم ہو جائے گی، اور سرور زائل ہو جائے گا، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مصیبتوں اور دھچکوں کے خوف کا شکار رہے گا۔

❁ لہٰذا مومن کی آنکھیں دنیا میں فقط اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ذکر اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ، یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک میری نماز میں رکھی گئی ہے۔[1]

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (٣٠٩٨) سنن النسائي (٣٨٧٩).

* جس شخص کی آنکھیں اس چیز کے ساتھ ٹھنڈی ہوئیں تو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہ دنیا میں اور نہ برزخ میں اور نہ آخرت میں ختم ہوگی۔
* وَأَسْأَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ، قضاء کے بعد رضا کا سوال کیا گیا ہے۔ کیوں کہ اسی وقت حقیقی رضا کا پتہ چلتا ہے۔ جبکہ قضاء سے پہلے تو بندے کی طرف سے رضا کے لئے ارادہ ہوتا ہے لیکن رضا تو قضاء واقع ہونے کے بعد ہی ثابت ہوتی ہے۔
* وَأَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، یہ دلیل ہے کہ اچھی اور پر آسائش زندگی موت کے بعد ہی ہوتی ہے۔ کیوں کہ موت سے قبل کی زندگی پر الم اور مصائب والی ہے، بالفرض اگر کسی کو دنیا میں مصیبت نہ پہنچی ہو تو بھی موت کی مصیبت ہی کافی ہے۔ جبکہ ساری زندگی کے اندر پریشانیاں، غم، بیماریاں اور بڑھاپا اور اپنے پیاروں کا بچھڑنا وغیرہ کئی مصیبتیں آتی ہیں۔
* وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ. وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ. فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ. وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اس عبارت میں دنیا اور آخرت کی بہترین چیزوں کو جمع کیا ہے۔ دنیا میں اطیب اور بہترین چیز رب ذوالجلال کے ساتھ ملاقات کا شوق ہے اور آخرت میں اطیب چیز رب تعالیٰ کے مبارک چہرے کی طرف دیکھنے کی لذت ہے۔ اور یہ سارا موقوف ہے ایسی چیز کے عدم وجود پر جو اسے نہ دنیا میں ضرر پہنچائے اور نہ دین میں فتنہ میں ڈالے۔
* مومنین کا اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے بارے میں بہت سی نصوص و دلائل ہیں۔ اور اس کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو کہ صراط مستقیم سے گمراہ ہو گیا ہو۔ بلکہ رؤیت باری تعالیٰ اہل جنت کے لئے سب سے اعلیٰ نعمت اور سب سے بڑی لذت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا اور بھی کچھ چاہیئے؟ تو اہل جنت کہیں گے (یا اللہ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے نہیں بچایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تبارک تعالیٰ حجاب کو ہٹائے گا، تو وہ اپنے رب کو دیکھیں گے، پس انہیں اپنے رب کو دیکھنے سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ اور محبوب چیز نہیں ملی ہوگی"۔ [1]

---

[1] دیکھئے صحیح مسلم (۱۸۱).

* اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ، ایمان کی زینت قلب کے صحیح اعتقاد کے ساتھ مزین ہونے اور قلبی اعمال فاضلہ کو بھی شامل ہے اور زبان کے ذکر الٰہی، تلاوت قرآن، امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم کرنے) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنے) وغیرہ کے ساتھ مزین ہونے کو شامل ہے، توجوارح کے اعمال صالحہ اور تقرب الٰہی کا سبب بننے والی نیکیوں کے ساتھ مزین ہونے کو بھی شامل ہے۔

* وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِينَ، تاکہ ہم خود کی اور دوسروں کی رہنمائی اور ہدایت کریں اور یہ سب سے افضل درجہ ہے کہ بندہ حق کو جانے اور اس کی اتباع بھی کرے، دوسرے کو سکھائے اور (راہ حق) دکھائے۔ اور اسی طرح وہ ہادی ومہدی ہو سکتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ہدایت دے، اور ہمیں هُدَاةً مُهْتَدِينَ (دوسروں کو راہ ہدایت دکھانے والے اور خود کو بھی راہ ہدایت اپنانے والا) بنائے۔ آمین

سلام کے بعد اذکار

یہاں سلام کے بعد کے اذکار پر بحث کی جائے گی۔ اس باب میں کئی احادیث مروی ہیں۔

پہلا ذکر

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ بخشش طلب کرتے اور کہتے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ،
تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

”یا اللہ! تو ہی سلامتی دینے والا ہے، اور تجھ ہی سے سلامتی ملتی ہے۔ اے بزرگی واکرام والے تو بابرکت ہے“۔

حدیث کے ایک راوی ولید نے کہا: میں نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کس طرح استغفار اور بخشش طلب کی جائے؟، کہا: (اس طرح) کہو:

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

"میں اللہ سے مغفرت اور بخشش چاہتا ہوں"۔ (۱)

تشریح

* اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، سلام اللہ تعالیٰ کے ان اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ...﴿١٨٠﴾﴾ (الأعراف)

"اللہ تعالیٰ کے اچھے نام ہیں۔ پس اس کو ان ناموں سے پکارو"۔

یعنی اس کے نام ہر عیب، آفت اور نقص سے پاک ہیں۔ اور رب ذوالجلال والاکرام ہر اس چیز سے پاک ہے۔ جو اس کی صفات کمال کے منافی ہے۔ اور وہ مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مماثلت ومشابہت سے بھی پاک ہے اور اس سے بھی کہ کوئی کسی طرح بھی اس کا شریک ہو۔

* وَمِنْكَ السَّلَامُ، یعنی ہلاکت وتباہی وغیرہ سے فقط تو اکیلا ہی سلامتی دے سکتا ہے اور تیرے سوا کسی سے بھی اس کی امید نہیں کی جا سکتی۔ یہ "وَمِنْكَ السَّلَامُ"، (تجھ اکیلے سے ہی سلامتی ملتی ہے) میں اسلوب حصر سے ثابت ہوتا ہے۔

* تَبَارَكْتَ، اس کا معنی ہے، تو بلند وعظیم ہے۔

* ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، یعنی صاحب جلال واکرام والے، اور یہ دونوں رب تعالیٰ کی صفات ہیں۔ جو کہ رب ذوالجلال کی کمال عظمت، کبریائی اور مجد وبزرگی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس کی صفات جلیلہ کی کثرت پر اور اس کی بے شمار عطیات جمیلہ پر جو کہ بندوں پر واجب کرتی ہیں کہ ان کے دل رب تعالیٰ کی محبت، تعظیم اور اجلال سے پر ہوں۔

* نماز کے بعد استغفار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس سے نفس کی رضامندی کا اظہار ہوتا ہے اور اس بات کا بھی اظہار ہے کہ بندے نے نماز کا صحیح حق ادا نہیں کیا اور اس کو جس طرح تمام وکمال کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تھا، نہیں کیا۔ بلکہ ضرور بضرور اس سے کوئی نقص اور کوتاہی ہوئی ہوگی۔ اور کوتاہی کرنے والا ضرور استغفار کرے تاکہ اس کی کوتاہی درگذر کی جائے

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۵۹۱)۔

اور اس کے استغفار سے اس کے نقص اور کوتاہی کا جبر اور تکمیل ہو جائے گی۔

دوسرا ذکر

اس کے بعد نمازی تہلیل "لا الہ الا اللہ" وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔

❁ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ "رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو کہتے:

لَآ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ جو چیز تو عطاء فرمائے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو تو روکے وہ کوئی بھی نہیں دے سکتا، اور کسی بڑائی والے کو اس کی بڑائی تیرے ہاں فائدہ نہیں دے سکتی"۔[1]

تشریح

❁ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، یعنی غنی اور خوشحال کو اسی کی غنی تجھ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ تیری اطاعت اور تجھ پر ایمان اور تیری فرمانبرداری ہی نفع دے سکتی ہے۔

تیسرا ذکر

❁ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد سلام پھیرنے کے بعد کہتے تھے:

لَآ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، لَآ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٨٤٤)، وصحيح مسلم (٥٩٣).

نَعْبُدُ إِلاَّ إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الحَسَنُ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الكَافِرُونَ

"اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے ہر عمدہ تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سوا کوئی حیلہ، حرکت اور قوت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تو کسی کی عبادت حلال نہیں ہے اور نہ ہی ہم اس کے سوا کسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہر نعمت اسی کی ہے اور ہر فضل بھی، اور ہر اچھی تعریف اور ثناء اسی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت ہر گز جائز نہیں ہے (اس اکیلے کی ہی عبادت کرتے ہیں) اس کے لئے دین (یعنی اعتقاد و اعمال) کو خالص کرتے ہوئے۔ اگرچہ کافروں کو (یہ بات) ناگوار لگے"۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: "رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہتے تھے"۔ [1]

تشریح

- لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الكَافِرُونَ، یعنی ہم اس توحید اور اخلاص پر ہیں۔ اگرچہ کفار کو ناگوار لگے۔

بعد از سلام تسبیحات

اس کے بعد وہ تسبیحات ادا کرے جو نبی کریم ﷺ نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، اور ۳۳ بار اللہ اکبر کہے گا، اور یہ ۹۹ ہوئے اور ایک صد کو پورا کرنے کے لئے (درج ذیل کلمات) کہے گا تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں"۔

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۵۹٤)

"اللہ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے ہر عمدہ تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ (1)

❁ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: "دولت مند لوگ بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے گئے (اور) وہ ہماری طرح نماز بھی پڑھتے ہیں، اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ ان کے پاس فاضل مال بھی ہے جس سے وہ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقہ بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کروگے تو ان لوگوں کو پالوگے جو تم سے سبقت لے چکے ہیں اور تمہیں کوئی بھی نہیں پاسکتا، مگر وہ شخص جو اسی طرح عمل کرے گا؟ ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ بار سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر کہو"۔ (2)

❁ حدیث کے راوی ابو صالح (جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں) نے فرمایا: "اس طرح سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہے کہ کل عدد ۳۳ ہو جائے۔ لیکن یہ حدیث کے بارے میں ان کا اپنا فہم ہے جبکہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ ہر کلمے کو ۳۳ بار ادا کیا جائے۔ یعنی ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، اور ۳۳ بار اللہ اکبر، کہنا چاہیئے جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گذشتہ حدیث میں ہے"۔ (3)

❁ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دو خصلتیں ایسی ہیں کہ مسلمان بندہ اگر ان کی حفاظت کرے گا تو ضرور بہ ضرور جنت میں جائے گا۔ یہ دونوں کام آسان ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے کم ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، اور دس مرتبہ الحمد للہ، اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ سو یہ تعداد میں ایک سو پچاس ہوئے، جبکہ میزان میں پندرہ سو (۱۵۰۰) ہوئے اور سوتے وقت چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر کہے اور تینتیس بار الحمد للہ کہے اور تینتیس بار سبحان اللہ کہے تو یہ

---

(1) دیکھئے: صحيح مسلم (٥٩٧).

(2) دیکھئے: صحيح البخاري (٨٤٣)، وصحيح مسلم (٥٩٥)

(3) دیکھئے: فتح الباري لابن حجر (٣٢٨/٢).

زبان کے ساتھ ایک صد ہوئے جبکہ میزان میں ایک ہزار ہوئے۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ اذکار اپنے ہاتھ کے ساتھ شمار کرتے ہوئے دیکھا۔ صحابہ نے پوچھا: ''اللہ کے رسول ﷺ یہ دونوں کام آسان کیسے اور ان پر عمل کرنے والے کم کیوں ہیں؟''، آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے اور اس کو یہ اذکار پڑھنے سے پہلے ہی سلا دیتا ہے، اور اس کے پاس نماز میں آتا ہے اور اسے اس کی کوئی ضرورت یاد دلاتا ہے اس سے قبل کہ وہ ان اذکار کو ادا کرے''۔[1]

۞ نماز کے بعد سورۃ'' قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھنا مستحب ہے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذات سورتیں پڑھوں۔[2]

اور معوذات سے یہ تین سورتیں مراد ہیں[3]۔ اسی طرح نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلاَّ أَنْ يَمُوتَ .

''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا اس کو جنت میں داخل ہونے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی مگر یہ کہ اسے موت آئے (اور پھر جنت میں چلا جائے)''۔[4]

تشریح

۞ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلاَّ أَنْ يَمُوتَ کا معنی ہے کہ اس کے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان میں فقط موت رکاوٹ ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے اپنے شیخ ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے خبر پہنچی

ع[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٦٠٦)، سنن أبي داود (٥٦٥)،

ع[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (١٣٤٨)، سنن أبي داود (١٥٢٣)،

ع[3] دیکھئے: فتح الباري لابن حجر (١٣٢/٨).

ع[4] یہ حدیث (صحیح) ہے۔ دیکھئے: صحيح الجامع (٦٤٦٤)، عمل اليوم والليلة (١٠٠).

کہ انہوں نے کہا میں نے اس کو (یعنی آیت الکرسی) کو نماز کے بعد کبھی نہیں چھوڑا"۔[1]

اور وہ دعا بھی نماز کے بعد پڑھنا مشروع ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: "معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں، معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ یہ دعا ہر نماز کے بعد پڑھنا نہ بھولنا:

"اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

"اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت کے لئے میری مدد فرما"۔[2]

اور یہ دعا سلام سے پہلے کہنی چاہیئے یا سلام کے بعد؟ اس بارے میں اہل علم کے دو قول ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اختیار کیا ہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دعا قنوت

جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے کچھ کلمات سکھائے تا کہ میں وہ کلمات وتر میں پڑھوں:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ،

وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ،

وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ

"یا اللہ مجھے ہدایت دے کر اپنے ان بندوں میں شامل کر لے جن کو تو نے ہدایت دی،

---

[1] دیکھئے: زاد المعاد (۱/۳۰٤).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود (۱۳٤۷)، سنن أبي داود (۱٥۲۲)،

اور عافیت دے کر اہل عافیت میں شامل کر لے اور میرے ساتھ محبت اور دوستی بنا کر ان لوگوں کے اندر مجھے شامل کر لے جن کے ساتھ تو نے محبت اور دوستی کی ہے۔ اور جو تو نے مجھے دیا ہے، اس میں میرے لئے برکت عطاء فرما، اور مجھے اس چیز کے شر سے پناہ میں رکھ جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے، بلاشک تو ہی فیصلہ کرتا ہے، اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور جس شخص کے ساتھ تو محبت کرے گا وہ ذلیل ورسوا نہیں ہوگا، اور جس کے ساتھ تو دشمنی رکھے گا وہ کبھی عزت والا نہیں ہو سکتا۔ اے ہمارے رب تو بڑا برکت عطاء فرمانے والا اور بلند ہے"۔ (۱)

یہ ایک عظیم دعا ہے جو کہ کئی مطالب جلیلہ اور مقاصد عظیمہ پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ اس میں رب ذوالجلال سے ہدایت، عافیت، مدد، ولایت اور بچاؤ کا سوال کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی اقرار کیا گیا ہے کہ تمام امور اسی کے ہاتھ میں اور اس کی تدبیر کے تحت ہیں۔ جو وہ چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہیں چاہے گا نہیں ہوگا۔

تشریح

❁ اس دعا کی ابتداء میں ہے "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ" اس میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت تامہ، نافعہ اور ایسی ہدایت کا سوال کیا گیا ہے کہ بندہ حق کو جانے بھی اور عمل بھی کرے۔ کیوں کہ ہدایت یہ نہیں ہے کہ بندہ حق کا علم رکھے اور عمل نہ کرے اور یہ بھی ہدایت نہیں ہے کہ وہ علم نافع سے رہنمائی اور ہدایت لئے بغیر عمل کرے۔ جبکہ ہدایتِ نافعہ یہ ہے کہ علم نافع اور عمل صالح دونوں کی توفیق حاصل ہو۔

"فِيمَنْ هَدَيْتَ" میں چند فوائد ہیں:

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ بندے کو ان لوگوں میں شامل کرے جنہیں ہدایت ملی، اور ان کی جماعت اور ساتھیوں میں شامل کرے جو بہت اچھے ساتھی ہیں۔

دوم: اس میں اللہ تعالیٰ سے اس کے احسان اور انعام کے توسل سے سوال کیا گیا ہے

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود (۱۲۶۳)، سنن أبي داود (۱٤۲۵)۔

کہ یارب تو نے اپنے بندوں میں سے بہت سے لوگوں کو اپنے فضل اور احسان سے ہدایت دی ہے۔ مجھے بھی اپنے خاص کرم سے ہدایت عطا فرما۔

سوم: بے شک ان لوگوں کو جو ہدایت ملی ہے وہ نہ تو ان (میں سے کسی) کی طرف سے ملی ہے اور نہ خود ہدایت والے ہوئے ہیں۔ بلکہ تو نے انہیں ہدایت دی ہے۔

✿ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، میں اللہ تعالیٰ سے مطلق عافیت کا سوال کیا گیا ہے۔ یعنی کفر، فسوق، نافرمانی اور گناہ، غفلت، بیماریوں، فتن سے عافیت اور ایسی چیز سے عافیت جس کا کرنا رب ذوالجلال کو پسند نہ ہو، اور ایسے عمل پر دوام جس کا کرنا رب تعالیٰ کو پسند ہو۔

اسی وجہ سے رب تعالیٰ سے سوال کردہ اشیاء میں سے عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ ہر شر اور اس کے اسباب سے چھٹکارے کے لئے جامع کلمہ ہے۔

اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے "الادب المفرد" میں، شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی دعا سکھائیں جس سے میں نفع وفائدہ حاصل کروں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: کہو:

اللَّهُمَّ عافِنِي من شَرِّ سَمعي وبصري ولساني وقلبي وشَرِّ مَنِيِّي

"یا اللہ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں اور زبان، دل اور خواہشات کے شر سے عافیت عطاء فرما"۔[1]

یہ دعا دنیا و آخرت کے سارے شرور سے بچاؤ کو جامع اور شامل ہے۔

اور "الادب المفرد" وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، میں نے کہا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتائیں جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں؟"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عباس! اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو"۔ پھر میں کچھ وقت کے بعد آیا اور عرض کیا: "اللہ کے رسول مجھے کسی ایسی چیز کا بتائیں جس کا میں رب تعالیٰ سے سوال کروں؟"، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عباس! اے اللہ کے رسول کے چچا! اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرو"۔

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب المفرد (۵۱۵)، الأدب المفرد (۶۶۳)

❁ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، جو کہ مقتضی ہو توفیق، اعانت، نصرت، راہ ہدایت پر سیدھا رکھنے کو اور ہر اس چیز سے دور رکھنے کو جو رب تعالیٰ کو ناراض کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ يُخْرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ...﴾(البقرة: ۲۵۷)

”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست و مددگار ہے جو ایمان لائے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے“۔

اور فرمایا:﴿إِنَّ وَلِـِّۧىَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْكِتَٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٩٦﴾﴾ (الأعراف)

”بلاشک میرا دوست و مددگار اللہ ہی ہے، جس نے کتاب نازل کی اور وہی صالحین کو یار و مددگار بناتا ہے“۔

اور فرمایا:﴿...وَٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾﴾ (آل عمران)

”اللہ ہی مومنوں کا دوست اور مددگار ہے“۔

اور فرمایا:﴿...وَٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾﴾ (الجاثية)

”اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست و مددگار ہے“۔

یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص مدد اور دوستی ہے جو کہ شر سے ان کی حفاظت، نصرت، تائید، اعانت اور بچاؤ کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمان نبوی ہے:”وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ“۔ (یعنی جس کا تو دوست و مددگار بنے گا وہ ذلیل نہیں ہو سکتا)۔ یعنی وہ تیری مدد اور دوستی کی وجہ سے منصور (مدد کیا ہوا)، عزیز و غالب ہو گا۔ اس میں تنبیہ ہے کہ جس کو لوگوں میں ذلت و کمزوری حاصل ہوتی ہے تو یہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ولایت کاملہ و مدد کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ولایت کاملہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل مدد و دوستی) ذلت و کمزوری کا مکمل خاتمہ کر دیتی ہے۔ اگرچہ اس پر ساری زمین کے لوگ مسلط ہو جائیں لیکن وہ غالب ہو گا، کمزور نہیں ہو گا۔

❁ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، برکت مستقل خیر کثیر کو کہتے ہیں۔ اس دعا میں رب تعالیٰ سے ہر اس چیز میں برکت کا سوال کیا گیا ہے جو اس نے بندے کو عطاء فرمائی ہے۔ یعنی علم، مال،

اولاد، جان، سکونت وغیرہ۔ یعنی اس کو ثابت رکھے اور اس کے لئے اس میں وسعت اور کشادگی پیدا کرے اور اس کو محفوظ رکھے اور آفات سے سلامت رکھے۔

❁ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، یعنی اس چیز کے شر سے جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ کبھی کسی حکمت کی وجہ سے شر کا فیصلہ بھی کرتا ہے۔ اور شر اس کی بعض مخلوق میں واقع ہوتا ہے، نہ کہ اس کی خلق (پیدا کرنے) اور اس کے فعل میں۔ کیوں کہ اس کا فعل اور خلق خیر ہی ہے۔ اور یہ دعا اللہ تعالیٰ سے شرور سے وقایہ اور بچاؤ کے سوال کو متضمن ہے، اور آفات سے سلامتی اور بلاء و فتن سے حفاظت کے سوال کو بھی متضمن ہے۔

❁ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، اس میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے توسل کیا گیا ہے کہ وہ ہر چیز کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے اور حکم چلاتا ہے کیوں کہ کامل حکم اور مشیّت نافذہ اور (ہر چیز کو) شامل قدرت اسی کی ہے۔

اور وہ اپنے بندوں کے بارے میں جو بھی قضاء و حکم چاہے کرتا ہے۔ کوئی اس کے حکم کو رد کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کی قضاء کو پیچھے کرنے والا ہے۔

❁ وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، یعنی رب تعالیٰ پر کوئی بندہ کسی قسم کا حکم و فیصلہ نہیں کر سکتا۔ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حکم نہیں چل سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیّت سے جو چاہتا ہے اپنے بندوں پر حکم چلاتا ہے۔

❁ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، اس میں سابقہ جملے وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، مجھے دوست بنا کر ان بندوں میں شامل کر جنہیں تو نے دوست بنایا، کی علت بیان کی گئی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ جب بندے کو دوست بنائے گا تو وہ ذلیل نہیں ہوگا۔ اور دشمنی کرے تو وہ عزت والا نہیں ہو سکتا۔ اور عزت اسی کی طرف سے ملتی ہے اور ذلت سے بھی وہ ہی بچاتا ہے۔

﴿ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ ﴾ (آل عمران)

"(اے محمد ﷺ) کہو، یا اللہ بادشاہی کے مالک، تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور

جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت (اور غلبہ) دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت (اور کمزوری) دیتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں ہی خیر ہے۔ بلاشک تو ہر چیز پر قادر ہے"۔

* تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، تبارکت کا معنی ہے تعاظمت یا اللہ یعنی تو عظمت والا ہے، اور عظمت اور مکمل کبریائی تیرے لئے ہی ہے۔ اور تیرے اوصاف عظیم ہیں اور تیری بھلائیاں اور احسان بہت زیادہ اور عام ہیں۔

وَتَعَالَيْتَ، یعنی ذات، قدرت اور قہر (غلبے) کے اعتبار سے تیرے لئے ہی مطلقاً علو ہے۔ لہٰذا رب ذوالجلال بذات خود صاحبِ علو اور بلند ہے اور اپنے عرش پر اس طرح مستوی اور بلند ہے جیسے اس کے جلال و کمال کو لائق ہے۔ اور وہ اپنے قدر و شان کے اعتبار سے بھی صاحبِ علو اور نہایت بلند ہے۔ اس کی صفات نہایت عالی اور عظیم ہیں کہ کسی کی صفات نہ اس جیسی ہیں نہ اس کی صفات کے قریب ہیں۔

اور وہ اپنے قہر اور غلبے کے اعتبار سے بھی علو اور بلندی والا ہے کہ ہر چیز پر اس نے قابو پایا ہوا ہے۔ اور ساری کائنات اس کے فرمان کے تحت ہے۔ اور ساری مخلوق کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور کوئی بھی اس کے حکم کے بغیر نہ حرکت کر سکتا ہے اور نہ ساکن ہو سکتا ہے۔

بہر حال یہ دعا عظیم ہے اور دنیا و آخرت میں خیر و سعادت کے تمام ابواب کو جمع کر دیتی ہے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ وتر کی نماز میں اس کو اہتمام کے ساتھ پڑھے اور کوئی حرج نہیں اگر مسلمان اس دعا کے بعد عام مسلمانوں کے لئے خیر و استغفار کی دعا کرے اور اسلام کے دشمنوں پر بد دعا کرے۔

والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ (ﷺ) واللہ الموفق.

دعا استخارہ

یہاں پر ہم دعائے استخارہ کے بارے میں بات کریں گے۔ مسلمان جب بھی ایسا کام کرنا چاہے کہ جس کے انجام کا پتہ نہ ہو تو یہ دعا پڑھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الاسْتِخَارَةَ فِي الأُمُورِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ہمیں تمام امور (کاموں) کے بارے میں اس طرح استخارہ سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورت سکھاتے تھے۔ فرماتے: "جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ دو رکعت نفل ادا کرے، پھر یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلاَّمُ الْغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي.

[أَوْ قَالَ:]

عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي.

[أَوْ قَالَ:]

عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ. [قَالَ: وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ]

"یا اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے توسل سے خیر طلب کرتا ہوں، اور تیری قدرت کے واسطے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں، اور تیرے عظیم فضل سے مانگتا ہوں۔ کیوں کہ توہی (ہر کام پر) قدرت رکھتا ہے، اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو تو غیب کو بہت جاننے والا ہے۔ یا اللہ تو جانتا ہے کہ اگر یہ کام میرے لئے میرے دین، دنیا اور انجام وعاقبت کے اعتبار سے"۔

[یایوں فرمایا:]

"میرے کام کے جلدی ہونے یا دیر سے ہونے کے اعتبار سے بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدور کردے اور آسان بھی کردے۔ پھر اس میں میرے لئے برکت بھی عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین، دنیا اور کام کے انجام کے اعتبار سے"۔

[یایوں فرمایا:]

"جلدی ہونے یا دیر سے ہونے کے اعتبار سے برا ہے تو اس کو مجھ سے دور فرما اور مجھے بھی اس سے دور فرما اور میرے لئے خیر کو مقدور کر جہاں بھی ہو۔ پھر مجھے اس سے خوش کر دے"، [اور فرمایا: اپنے کام کا نام لے]۔[1]

یہ عظیم اور مبارک دعا جس کو نبی کریم ﷺ نے اس مقام میں پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی ایسے کام کے بارے میں اختیار اور اچھائی معلوم کرنا، جس کو مسلم کرنا چاہے لیکن وہ اس کے انجام کے متعلق متردد ہو، کہ اس کا انجام خیر کی طرف ہوگا یا شر کی طرف؟ نفع ہوگا یا نقصان؟

یہ دعا امت اسلامیہ کے لئے اس چیز کا متبادل ہے جس کو اہل جاہلیت سر انجام دیتے تھے۔ یعنی شگون لینے کے لئے پرندے اڑانا (اگر دائیں طرف اڑا تو اچھا شگون لیتے تھے، اور بائیں طرف اڑا تو بد شگون لیتے تھے) اور تیروں کے ذریعے قسمت معلوم کرنا۔

جب بھی ان میں سے کسی نے نکاح، سفر، بیع وتجارت وغیرہ کرنا ہوتا تو اسی طرح غیب میں اپنی قسمت کو معلوم کرنے کی (بے وقوفانہ اور ناکام) کوشش کرتے۔ اور یہ گمراہی اور

---

[1] دیکھئے: رواه البخاري (۱۱٦۲)، "حديث صلاة الاستخارة رواية ودراية" للدكتور عاصم القريوتي.

بے وقوفی ہے، جو زمانۂ جاہلیت کے لوگ کرتے تھے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ اسلامیہ کو اچھے کاموں، خیر اور دنیا و آخرت میں سعادت کے راستوں کی ہدایت دی ہے۔ اور ان ہی چیزوں میں سے یہ عظیم دعا ہے، جس کی مسلمانوں کو ہدایت اور رہنمائی ملی ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شگون لینے اور نجوم کے عوض میں یہ دعا عطاء فرمائی ہے۔ جس میں توحید، محتاجی، عبودیت و بندگی اور توکل کا اظہار ہے۔ اور اس ذات سے سوال کیا گیا ہے جس کے پاس ہر خیر و بھلائی ہے، اور جس کے سوا نہ کوئی اچھائیاں عطاء کر سکتا ہے اور نہ برائیوں کو دور کر سکتا ہے۔ وہ ذات جب کہ اپنے بندے کے لئے رحمت کے دروازے کھولتی ہے تو کوئی بھی اس سے ان دروازوں کو بند نہیں کر سکتا اور جب روک لیتا ہے تو کوئی بھی اس کو بھیج نہیں سکتا اور یہی دعا مبارک و سعید ہے۔ اہل سعادت و توفیق کے لئے خوش آئیند ہے، وہ لوگ جن کے لئے اچھائی لکھی جا چکی ہے۔ اہل شرک و بد بختی اور رسوائی کا طالع نہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ لوگ عن قریب جان لیں گے۔ سو یہ دعا وجود باری تعالیٰ کے اقرار احاطہ کرتی ہے اور اس کی صفات کمال کے اقرار کو بھی، یعنی کمال علم، قدرت و ارادے کو اور اسی کی ربوبیت کے اقرار اور معاملات و امور کو اسی کے سپرد کرنے اور اس سے استعانت، اسی پر توکل، نفس پرستی کو چھوڑ دینے، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سوا ہر قسم کی قوت و طاقت سے برأت کا اظہار کرنے اور بندے کے اس اعتراف پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے مصلحت کو جاننے اور اس پر قدرت اور ارادے سے عاجز ہے اور یہ کہ یہ سب کچھ اس خالق اور معبودِ برحق کے ہاتھ میں ہے"۔

اور مزید فرمایا: "کہ استخارہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے اور امور کو اسی کے سپرد کرنے اور اسی کی قدرت، علم اور اپنے بندے کے لئے بہتر اختیار کے ذریعے سے قسمت معلوم کرنے کا نام ہے۔ اور یہ رب ذوالجلال کے رب ہونے پر رضامندی کے لوازمات میں سے ہے۔ وہ رضامندی کہ جس کے بغیر ایمان کا ذائقہ نہیں چکھا جا سکتا، اور استخارے کے بعد مقدور

پر رضامندی سعادت کی علامت ہے"۔ (۱)

اور وہ شخص کبھی نادم نہیں ہو گا جو اپنے رب سے ہر چیز پر اس کے محیط علم کے توسل سے استخارہ کرتا ہے۔ اور اس کی ہر چیز پر قدرت کاملہ کے توسل سے قدرت حاصل کرتا ہے۔ اور رب تعالیٰ سے اس عظیم فضل کا سوال کرتا ہے۔

تشریح

* إِذا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالأَمْرِ، آپ ﷺ ہمیں فرماتے: جب بھی تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے۔ یعنی ایسا کام جس کی عاقبت وانجام کا علم نہ ہو۔ مثلاً سفر کرنا، یا شادی وغیرہ جب کہ ایسے کام کے بارے میں استخارہ کرنا صحیح نہیں ہے جو فرض ہو (مثلاً زکوۃ وغیرہ) یا جو حرام ہو۔

* فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الفَرِيضَةِ، یعنی فرض نماز کے علاوہ دو رکعات نفل نماز ادا کرے۔ تاکہ اس کی نماز خیر کے حصول کے لئے کنجی بن جائے۔ اور اس کے مطلوب (دعائے استخارہ) کی اجابت و قبولیت اور اس کے مرغوب (یعنی جس کے لئے استخارہ کر رہا ہے) کے حاصل ہونے کا سبب بن جائے

* اور اس حدیث کے کسی طریق میں اس نماز میں قرأت کی تعیین نہیں آئی ہے کہ کون سی آیت یا سورت پڑھی جائے۔ لہٰذا استخارہ کرنے والا کسی معین آیت و سورت کا التزام کئے بغیر قرآن مجید سے جہاں سے چاہے پڑھ سکتا ہے۔

* ثُمَّ لِيَقُلْ، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہو گی۔ یعنی سلام کے بعد اور یہ بھی احتمال ہے کہ سلام سے قبل اور دیگر اذکار سے فارغ ہونے کے بعد پڑھی جائے۔

پہلا طریقہ زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ افضل ہے کہ دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ کیوں کہ ہاتھوں کو اٹھانا دعا کے قبول ہونے کے اسباب میں سے ہے۔ اور جس کو یہ

---

(۱) دیکھئے: زاد المعاد لابن القيم (۲/۴۴۳، ۴۴۵).

دعا یاد نہیں ہے اور وہ کتاب سے دیکھ کر پڑھے تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور دعا کرنے والے کو حضورِ قلبی اور اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع اور دعا کرتے وقت صدق و سچائی اور اس دعا کے معانی پر غور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور وہ شخص جس کو دعا یاد نہ ہو اور نہ اس کے پاس کتاب ہو تو وہ دو رکعت پڑھ کہ استخارے کے معنی میں جو دعا کرے کر سکتا ہے۔

* اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، یعنی، یا اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے ان کاموں میں سے جو بہتر اور اچھا کام ہے، اس کو اختیار کر۔ (میں) تیرے اس علم (کے توسل سے سوال کرتا ہوں جو کہ) ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس چیز کو بھی جو کہ ہو چکی ہے اور جو ابھی ہوگی، اور جو چیز نہیں ہوئی کہ اگر ہوتی تو کیسے ہوتی۔

* وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، یعنی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنی ہر چیز پر قدرت سے قوت وہمت دے۔

* وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، یعنی، یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے فضل سے عطا کر عزت بخش، اور اپنے احسان کے ساتھ عطاء فرما، کیوں کہ تو اکیلا ہی فضل و احسان کرنے والا ہے، اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

* فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ. وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ. وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اس میں اللہ تعالیٰ کی ہر چیز پر قدرت پر ایمان کا اثبات ہے۔ اور یہ کہ اس کے علم سے زمین و آسمان میں کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ اور اس میں بندے کے ضعف و کمزوری، بے بسی اور اپنے مالک ذوالجلال کی محتاجی کا اعتراف ہے۔

* اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ، عین اسی کام کا نام ذکر کرنا چاہیئے۔ اگر شادی یا بیع و تجارت یا سفر وغیرہ ہو مثلاً (اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ إِنَّ هَذَا الزَّوَاجَ، یا هَذَا السَّفَرَ، یا هَذَا الْبَيْعَ) .

* إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ اپنے امور و کاموں کی عاقبت کا علم نہیں رکھتا (اس لئے تو فرمایا، یا اللہ تیرے علم کے مطابق یہ کام اگر اچھا ہے۔۔۔) جب کہ رب سبحانہ وتعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

* خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، یہاں دین کو مقدم کیا ہے، کیوں کہ یہی اہم ہے۔ لہٰذا جب دین سلامت ہو گا تو خیر مل جائے گی اور اگر دین میں خلل ہو گا تو اس کے بعد کوئی خیر نہیں ہے۔

* أَوْ قَالَ: عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ، یہاں راوی کو شک ہے۔ اور یہ دونوں الفاظ، ساتھ معنی ہی کو ادا کر رہے ہیں (یعنی عاقبة امري کو اور اس کی تفصیل اور تاکید کر رہے ہیں)۔

* فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، یعنی اس کو میرے لئے مقدر کر دے اور آسان بھی بنا دے۔

* ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ، یعنی اس کو میرے لئے دائم رکھ اور بڑھا۔ کیوں کہ یہ دعا برکت و نعمت کے دوام اور بڑھنے کا باعث ہے۔

* وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي...الخ، اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ (اگر یہ کام شر ہے تو) اس کو اس (بندے) سے ہٹا دے، اور اس کے اور اس کام کے درمیان میں دوری کر دے، اور اس کے لئے خیر کو مقدر کر دے جہاں بھی اس کے لئے خیر ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لئے مقدر میں لکھا ہے، یعنی اس کام کا ہونا یا نہ ہونا، اس پر رضامندی عطا فرما۔ اور خیر اس میں ہے جو رب تعالیٰ پسند فرمائے اور توفیق بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہی اکیلا صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔

کرب و مصیبت کے وقت کے اذکار

انسان کو جو کرب و تکلیف پہنچتی ہے، اس کے علاج کے لئے نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث ثابت ہیں۔ اور کرب سے مراد وہ سختی اور درد و الم ہے جو کہ انسان کسی مصیبت و آفت کے آنے کی وجہ سے اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ اور یہ مصیبتیں اسے غمگین و پریشان کر دیتی ہیں۔

پہلی دعا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکلیف کے وقت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، بہت بڑا اور بہت بردبار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں ہے، وہ عرش عظیم کا رب، یعنی خالق ومالک اور متصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے وہی آسمانوں اور زمین کا اور عرش کریم کا رب ہے۔[1]

دوسری دعا

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَلَا أُعَلِّمُكِ كَلِمَاتٍ تَقُولِينَهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ أَوْ فِي الْكَرْبِ.

کیا میں تمہیں کچھ کلمات نہ سکھاؤں، جو کہ تم کرب وتکلیف کے وقت کہا کرو؟، فرمایا:

اَللّٰهُ، اَللّٰهُ رَبِّي، لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً.

”میرا رب اللہ ہی ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا“۔[2]

تشریح

❁ اَللّٰهُ، اَللّٰهُ، دونوں مرفوع ہیں۔ پہلا لفظ مبتدا اور دوسرا اس کی لفظی تاکید ہے۔ اس میں عظمت مقام اور اہمیت امر کی طرف اشارہ ہے۔

اور مبتداء کی خبر لفظ (رَبِّي) ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ میرا معبود جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور عبادت کی تمام انواع یعنی خوف، امید، جھکنا، خشوع اور انکساری وغیرہ کے لئے جس کو خاص کرتا ہوں، وہ میرا رب ہی ہے۔ جس نے اپنے احسان ونعمت کے ساتھ میری تربیت کی اور مجھے عدم سے وجود دیا، اور مجھ پر بے شمار عطایا واحسانات کی مہربانی کی ہے۔

❁ لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً، یعنی میں عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤں گا۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٣٤٦) وصحيح مسلم (٢٧٠٣).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (١٨٢٤)، سنن أبي داود (١٥٢٥).

یہاں لفظ (شَیْئاً) نکرہ اور نفی کے سیاق میں ہے۔ اور عدم کا فائدہ دیتا ہے۔ بہر حال یہ عظیم کلمہ توحید کے دونوں ارکان یعنی نفی اور اثبات کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر ایک کی بندگی کی نفی اور باری تعالیٰ اکیلے کے لئے اس کا اثبات کرتا ہے۔ اور اس حدیث میں دلیل ہے کہ توحید ہی کرب و تکلیف میں جائے التجاء ہے، اور غم و پریشانی کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے۔

تیسری دعا

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "کرب و تکلیف والے کی دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فَلاَ تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، لاَ إِلٰهَ إِلاَّ أَنْتَ.

"یا اللہ میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں۔ مجھے پلک جھپکنے کے برابر بھی اپنے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے حال اور میرے ہر کام کی اصلاح فرما۔ تیرے سوا کسی کی عبادت حلال نہیں ہے"۔[1]

تشریح

* اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو، فعل کی تاخیر میں اختصاص کی دلیل ہے۔ یعنی (یا اللہ ہم خاص تجھ ہی سے رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور تیرے سوا کسی سے رحمت کی امید نہیں رکھتے۔
* فَلاَ تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، اس میں بندے کی اللہ تعالیٰ کی طرف شدید محتاجی کا اظہار ہے اور یہ کہ وہ اپنے رب و مولیٰ سے ہر کام میں پلک جھپکنے کے برابر بھی بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔
* اسی وجہ سے کہا: وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، میرے تمام کام ٹھیک فرما اور میرا حال صحیح فرما۔ میرے جزئیات میں سے ہر جزء اور تمام جوانب میں سے ہر جانب کی اصلاح فرما۔ اس کے بعد اس مبارک دعا کا خاتمہ کلمہ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ سے فرمایا ہے۔

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (۳۳۸۸)، سنن أبي داود (۵۰۹۰).

چوتھی دعا

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا پڑھی تھی:

لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ.

"(یا اللہ) تیرے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے تو پاک ہے، بلاشک میں ظالموں میں سے تھا"۔

(پھر) فرمایا: "جو بھی مسلمان یہ دعا کسی بھی تکلیف کے دوران پڑھے گا تو ضرور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا"۔ (۱)

چاروں دعاؤں کے ثمرات

یہ سارے کلمات جو ان احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ سارے ایمان، توحید اور اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اور ہر چھوٹے بڑے شرک سے دوری کے بارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے لئے دین کو خالص کرنے سے۔ اور اس عبادت کو سرانجام دینے سے، جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے، بڑھ کر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے شدت اور غم و پریشانی دور ہو۔ کیوں کہ دل کو جب توحید اور اخلاص سے معمور و آباد کیا جائے اور اس عظیم کام میں مشغول کیا جائے جو کہ علی الاطلاق سب سے عظیم اور جلیل القدر کام ہے تو دل کے غم اور دکھ دور ہو جاتے ہیں اور وہ نہایت ہی سعادت مند بن جاتا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "توحید ہی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور دوستوں کے لئے جائے پناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو (اس کی وجہ سے) دنیا کے مصائب اور تکلیفوں سے نجات دلاتا ہے۔ فرمایا: ﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿٦٥﴾﴾ (العنکبوت)

"جب یہ (مشرک) کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اکیلے کو پکارتے ہیں، اسی

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۳۳۸۳)، سنن الترمذي (۳۵۰۵).

کے لئے دین (یعنی عبادات و عمل) کو خالص کرتے ہوئے۔ پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لاتا ہے پھر شرک کرنے لگتے ہیں"۔

جب کہ وہ اپنے دوستوں (یعنی مومنوں) کو (اس توحید کی وجہ سے) دنیا و آخرت کے کرب و تکلیف سے نجات دلاتا ہے۔ اسی وجہ سے یونس علیہ السلام توحید کی طرف بھاگ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان اندھیروں سے نجات دلائی۔ اور اسی توحید کی پناہ لینے کے لئے پیغمبروں کے پیروکار آئے۔ تو وہ دنیا میں مشرکین کے عذاب سے بچ گئے اور جو آخرت میں ان کے لئے عذاب تیار کیا گیا تھا اس سے بھی نجات مل گئی۔ اور جب فرعون ہلاکت کو دیکھ کر اور ڈوبتے وقت اس کلمہ توحید کی طرف پناہ کے لئے آیا تو اسے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ کیوں کہ عذاب دیکھتے وقت ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے بارے میں قانون ہے (کہ دورانِ سکرات جب غرغراہٹ شروع ہو اور بندہ آنکھوں سے عذاب دیکھے تو اس وقت ایمان لانا قبول نہیں ہوگا) لہٰذا توحید سے بڑھ کر اور کسی طریقے سے دنیا کی تکالیف دور نہیں ہو سکتیں۔ اور اسی وجہ سے غم و دکھ کی دعا توحید سے ہی کی گئی ہے۔ اور یونس علیہ السلام کی دعا بھی توحید ہی پر مشتمل ہے کہ جو بھی غم زدہ اور دکھی انسان یہ دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دکھ و غم کو دور فرمائے گا۔ اور بڑے غم و دکھ میں شرک ہی ڈالتا ہے۔ اور اس غم و دکھ سے توحید ہی نجات دلاتی ہے۔ لہٰذا توحید ہی مخلوق کے لئے جائے پناہ اور ذریعۂ استغاثہ ہے۔ اور اس کے لئے دفاعی مضبوط قلعہ اور منتہیٰ و مقصود ہے"۔ [1]

اس معنیٰ پر دلالت کرنے والی کچھ احادیث ابھی گذری ہیں۔ پہلی حدیث جناب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو کہ ساری اللہ تعالیٰ کی توحید اور تمجید پر مشتمل ہے اور اس میں کلمۂ توحید (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کو دُہرایا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ کلمات لائے گئے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلال، کمال اور آسمانوں اور زمین اور عرش عظیم کے لئے اس کی ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کلمات توحید کی اقسام ثلاثہ سے مربوط ہیں۔ یعنی توحید ربوبیت، توحید الوہیت، اور توحید اسماء و صفات۔ سو جب انسان ان کلمات کے معانی اور دلالت پر غور و فکر

---

[1] دیکھئے: الفوائد (ص/۹۵، ۹۶)۔

کرتے ہوئے ان کو ادا کرتا ہے تو اس کے دل کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کی تکلیف اور سختی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

دوسری حدیث اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا ہے: کہ کرب و غم کی حالت میں توحید کی طرف آ کر پناہ حاصل کرو کہ اس توحید سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کے ذریعے سے انسان سے تکالیف اور پریشانیاں دور ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے مسئلہ توحید کی معرفت کا شوق دلایا اور اس کے حصول کے لئے صحابہ کرام کو تیار کیا۔ اس طرح کہ انہیں شوق دلانے کی خاطر پوچھا: "کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جو تم کرب و تکلیف میں کہو"؟

کوئی شک نہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا دل ان کلمات کو سیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: "اس طرح کہو "اللهُ اللهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً"، اور یہ اخلاص اور توحید کا کلمہ ہے۔

تیسری حدیث جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللَّهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُو ... یہ دعا ساری اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی طرف التجاء کرنے اور اسی سے سہارا اور مدد لینے پر مشتمل ہے۔

چوتھی حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں یونس علیہ السلام کی مچھلی کے پیٹ میں دعا کا ذکر ہے۔ یعنی:

"لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ".

"یا اللہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ تو پاک ہے۔ بلاشبہ میں ظالموں میں سے تھا"۔

اس دعا کے بارے میں امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "اس دعا میں رب تعالیٰ کی کامل توحید اور اس کی تمام نقائص و عیوب سے تنزیہ ہے، اور بندے نے اپنے ظلم اور گناہ کا اعتراف کیا ہے۔ جو کہ کرب و غم کی سب سے مفید ادویات میں سے ہے۔ اور قضاء حاجات کے لئے رب تعالیٰ کی طرف سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

کیوں کہ توحید و تنزیہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر کمال کو اور ہر نقص اور عیب و تمثیل کو اس کی ذات سے سلب کرنے پر مشتمل ہے۔ اور ظلم کا اعتراف بندے کے شریعت اور ثواب و عقاب پر ایمان لانے کو شامل کرتا ہے۔ اور اس کی انکساری اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کو اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے اور رب تعالیٰ کی بندگی اور خود کی اس کے ہاں محتاجی کے اعتراف کو بھی متضمن ہے۔ یہاں اس دعا میں چار چیزوں کے ذریعے سے توسل لیا گیا ہے۔ توحید، تنزیہ، عبودیت اور اعتراف ذنب"۔[1]

غم و پریشانی کی دعائیں

انسان اس زندگی میں بے شمار دکھوں کا شکار ہوتا ہے۔ اور اس کے دل پر متعدد مصائب نازل ہوتے ہیں جو کہ اس کے دل کو بے چین کر دیتے ہیں اور اس کی جان کو دکھی بنا دیتے ہیں، اور زندگی میں تلخی اور تنگی لاتے ہیں۔ پھر اگر یہ دکھ جو کہ دل کو پہنچتا ہے، ماضی کے امور سے متعلق ہے تو یہ حُزْنٌ (دکھ) ہے، اور اگر آئندہ زمانہ کے امور سے متعلق ہے تو ھَمٌّ (پریشانی) کہلاتا ہے۔ اور اگر انسان کے حاضر سے متعلق ہے تو اس کو غَمٌ کہتے ہیں۔ اور یہ تین چیزیں حُزْنٌ، ھَمٌّ اور غَمٌّ اللہ تعالیٰ کی طرف صدق و سچائی کے ساتھ لوٹنے اور توبہ کرنے سے اور اس کے سامنے کامل انکساری اور اس کے لئے تذلل، اس کی فرمانبرداری اور اس کی قضاء پر ایمان لانے اور اس کی معرفت اور اس کے اسماء و صفات کی معرفت اور اس کی کتاب پر ایمان لانے اور اس کو اہتمام کے ساتھ پڑھنے، اس میں غور کرنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ختم ہو سکتے ہیں۔ ان دکھوں اور پریشانیوں کے خاتمے کے یہی اسباب ہیں، اور اسی سے انشراح صدر اور سعادت حاصل ہوتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب بھی انسان کو پریشانی اور دکھ پہنچے اور یہ دعا پڑھے تو ضرور بضرور اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرمائے گا، اور اس کے غم کو خوشی میں تبدیل کر دے گا:

---

[1] دیکھئے: زاد المعاد (۲۰۸/۲).

اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَداً مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ القُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي،

[إِلاَّ أَذْهَبَ الله عَزَّ وَجَلَّ هَمَّهُ، وَأَبْدَلَهُ مَكَانَ حُزْنِهِ فَرَحاً.]

"یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے اوپر تیرا حکم چلتا ہے میرے ہر فیصلے میں تیرا حکم عدل پر قائم ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے توسل سے سوال کرتا ہوں جو تیرا نام ہے، اور تو نے خود کو اس سے پکارا ہے، یا وہ نام اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا اس کو اپنے پاس علم غیب میں مخصوص کر رکھا ہے کہ قرآن کو میرا دل کی بہار بنا دے اور میرے سینے کا نور بنا دے اور میرے غم اور میرے پریشانی کے ختم ہونے کا سبب بنا دے"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: "اے اللہ کے رسول علیہ السلام ہمیں یہ کلمات سیکھ لینے چاہئیں؟"، فرمایا: "ہاں! جو شخص یہ کلمات سنتا ہے اسے ان کو یاد کر لینا چاہیئے"۔ (۱)

یہ عظیم کلمات ہیں۔ ہر مسلمان کو یہ کلمات سیکھنے چاہیئے اور جب اسے دکھ یا پریشانی یا غم پہنچے تو ان کلمات کو ادا کرنے کی کوشش کرے اور یہ بھی جان لے کہ یہ کلمات اس وقت اس کے لئے نافع ہو سکتے ہیں جب وہ ان کے مدلول کو سمجھے اور ان کے مقصود کو ثابت کرے اور جن چیزوں پر یہ کلمات دلالت کرتے ہیں (یعنی جو احکام ان سے ثابت ہوتے ہیں) ان پر عمل کرے۔

(۱) حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۱۹۹)، مسند أحمد (۱/۳۹۱).

تشریح

مسنون دعاؤں اور مشروع اذکار کو ان کے معانی کو سمجھے بغیر اور ان کے مقاصد کو پورا کئے بغیر ادا کرنے سے نہایت کم تاثیر حاصل ہوتی ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جب ہم اس دعا میں غور و تدبر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا چار عظیم اصولوں کو سمائی ہوئی ہے۔

کوئی بھی شخص ان چار اصولوں کو ادا کئے بغیر اور پورا کئے بغیر نہ سعادت حاصل کر سکتا ہے اور نہ پریشانی، غم اور دکھ کا خاتمہ کر سکتا ہے۔

پہلا اصول: عبادت کو اللہ تعالیٰ اکیلے کے لئے بجالانا اور اس کے سامنے کامل انکساری دکھانا اور اس کے لئے جھکنا اور اس بات کا اعتراف کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق اور اسی کا مملوک ہے۔ وہ خود اور اس کے آباؤ واجداد، قریبی ماں باپ سے لے کر آدم علیہ السلام اور حوا تک سارے اللہ تعالیٰ کے بندے ہی ہیں۔ اور وہ ان سب کا خالق، رب، مالک اور ان کے امر و معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ جس سے وہ پلک جھپکنے کے برابر بھی بے پرواہ نہیں ہو سکتے۔ اور اس کے سوا کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس سے پناہ حاصل کریں۔

اس اصول کو بجالانے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت و بندگی کا التزام کرے۔ مثلاً تذلل، جھکنا، انکساری، اس کی طرف رجوع کرنا، اس کے اوامر کو بجالانا اور نواہی سے رکنا اور ہمیشہ اسی کے سامنے محتاج اور فقیری کا اظہار کرنا، اسی کی طرف التجاء کرنا، اسی سے مدد طلب کرنا، اسی پر توکل و بھروسہ کرنا، اور اسی کی پناہ طلب کرنا، اور یہ کہ دل کا اس کے سوا کسی اور سے محبت، خوف اور امید کے اعتبار سے تعلق نہ ہو۔

دوسرا اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی قضاو قدر پر ایمان لائے اور اس بات کو مانے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی ہو گا اور جو نہیں چاہے گا وہ نہیں ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی پیچھے نہیں کرنے والا اور نہ اس کی قضا کو رد کرنے والا ہے۔ فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِن بَعْدِهِ ...﴿٢﴾ ﴾ (فاطر)

"اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے جو بھی رحمت کھولتا ہے تو اس کو کوئی بھی روکنے والا نہیں ہے، اور جو روک دے تو کوئی بھی اس کے بعد اس کو بھیج نہیں سکتا"۔

اس لئے اس دعا میں فرمایا: نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، سو انسان کی پیشانی، یعنی سر کا اگلا حصہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بارے میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور حکم فرماتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ اس کی قضاء اور فیصلے کو رد کرنے والا ہے۔ انسان کی زندگی و موت اور سعادت و بد بختی اور عافیت و آزمائش سب کچھ رب تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس میں سے بندے کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔

لہٰذا جب انسان یہ ایمان لے آئے کہ اس کی اور سارے انسانوں کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ اکیلے کے ہاتھ میں ہیں۔ جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ تو پھر انسان دوسرے انسانوں سے نہ ڈرے گا اور نہ ان سے امید وابستہ رکھے گا۔ اور نہ ہی انہیں مالک کی منزلت سے دیکھے گا۔ اس وقت اس کی توحید، توکل اور بندگی درست ہوگی۔ اس لئے ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تھا:

﴿ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ ﴾ (هود)

"بے شک میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے (جو کہ) میرا رب ہے، اور تمہارا رب (ہے) ہر چلنے پھرنے والے کی پیشانی کو اس نے پکڑ رکھا ہے۔ بلاشک میرا رب (ہر کام میں) سیدھی راہ پر ہے"۔

* مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، یہ دو احکام پر مشتمل ہے:

(۱) حکم دینی شرعی

(۲) حکم قدری کونی

یہ دونوں حکم بندے کے اوپر جاری ہیں۔ وہ چاہے یا نہ چاہے، حکم کونی قدری (جس کو رب تعالیٰ (کُنْ) سے کرنا چاہے)۔

اس کی مخالفت ممکن نہیں ہے۔ جب کہ حکم دینی شرعی (یعنی رب تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ساری مخلوق اس پر ایمان لائے اور سارے انسان و جن ایمان لے آئیں) تو اس کی بندہ کبھی مخالفت کرتا ہے (بوجہ حکم قدری کونی کے) اور اس مخالفت کی وجہ سے اسے اپنی

نافرمانی کے حساب سے عقوبت وعذاب کا سامنا کرنا پڑے گا (یعنی اگر کافر ومشرک ہے تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور مسلمان اور فاسق ہے تو اپنے گناہ کے حساب سے عذاب چکھ سکتا ہے)۔

* عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، اس میں بندے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے کا احاطہ ہے یعنی صحت ومرض، غنیٰ وتنگدستی، لذت ودرد، زندگی وموت، عذاب ومعافی وغیرہ۔ پس بندے کے بارے میں جو بھی فیصلہ کرتا ہے وہ سراسر عدل پر مبنی ہوتا ہے۔

﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّـٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾﴾ (فصلت: ٤٦)

"اور تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے"۔

تیسرا اصول: تیسرا اصول یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ وصفات عظیمہ پر ایمان لائے۔ جو کتاب وسنت میں وارد ہوئے ہیں، اور ان اسماء وصفات سے اللہ تعالیٰ کی طرف توسل اختیار کرے اور اس کا قرب حاصل کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا۟ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِىٓ أَسْمَـٰٓئِهِۦ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾﴾ (الأعراف)

"اور اللہ کے اچھے نام ہیں۔ پس تم ان ناموں سے اس کو پکارو، اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد وبے دینی سے کام لیتے ہیں۔ ان کو عنقریب ان کے اعمال کا بدلہ دے دیا جائے گا"۔

اور فرمایا:﴿قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱللَّهَ أَوِ ٱدْعُوا۟ ٱلرَّحْمَـٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا۟ فَلَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ...﴾

"کہہ دو کہ اللہ (کے نام سے اس) کو پکارو یا رحمن (کے نام سے)۔ جس نام سے بھی پکارو اس کے نام اچھے ہی ہیں"۔ (الإسراء: ١١٠)

اور بندہ جتنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ جانے گا اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرے گا اتنی زیادہ اس میں رب ذوالجلال کی خشیت وخوف بڑھے گا۔ اور اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور گناہ سے دور ہوگا۔ جس طرح سلف صالحین ؒ میں سے کسی نے کہا ہے:

مَنْ كَانَ بِاللّٰهِ أَعْرَفَ كَانَ مِنْهُ أَخْوَفَ، جو جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوگا اتنا ہی زیادہ اس سے ڈرے گا۔

لہٰذا پریشانی، دکھ اور غم کو سب سے زیادہ یہی چیز دور کر سکتی ہے کہ بندہ اپنے رب کو پہچانے، اور اپنے قلب کو معرفت الٰہی سے معمور و آباد رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس کے اسماء وصفات کے توسل سے تقرب حاصل کرے۔

• اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے فرمایا: أَسأَلُكَ بِكُلِّ اسمٍ هُوَ لَكَ، سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَداً مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے توسل لیا گیا ہے۔ وہ اسماء جن کو بندہ جانتا ہے یا نہیں اور رب تعالیٰ کی (رضا) حاصل کرنے کا یہ سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

چوتھا اصول: چوتھا اصول یہ ہے کہ بندہ قرآن مجید کو وقت دے (اس کو پڑھے، اور ایمان لے آئے اور اس پر عمل کرے، اس کے ساتھ محبت کرے اور احترام بھی کرے)۔ وہ قرآن مجید جو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کے نہ آگے سے باطل آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ جو کہ ہدایت، شفاء، کفایت اور عافیت پر مشتمل ہے۔ اور بندہ جتنا زیادہ قرآن مجید کے ساتھ مشغول ہوگا، یعنی تلاوت، حفظ، مذاکرہ، تدبر، عمل اور (اپنی ذات پر) نفاذ کے اعتبار سے، تو اسے اسی حساب سے سعادت، اطمینان، راحت صدر حاصل ہوگی اور پریشانی اور غم ودکھ دور ہو جائیں گے۔

• اس وجہ سے دعا میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي،

"قرآن کو میرے قلب کی بہار، سینے کا نور اور غم ودکھ کے دور ہونے کا ذریعہ بنا"۔

یہ چار اصول اس مبارک دعا سے ثابت ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم ان اصولوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کو بجالانے کی کوشش بھی کریں۔ تاکہ ہمیں یہ بہترین وعدہ اور فضل عظیم حاصل ہو اور وہ یہ ہے:

إِلاَّ أَذْهَبَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمَّهُ، وَأَبْدَلَهُ مَكَانَ حُزْنِهِ فَرَحاً.

"اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرمائے گا اور اس کے دکھ کو خوشی میں بدل دے گا"۔

• اور ایک روایت میں ہے فَرَجاً یعنی غم وپریشانی کو کشادگی میں تبدیل فرمائے گا۔ ہم اللہ اکیلے سے ہی مدد وتوفیق طلب کرتے ہیں۔

دشمن سے مقابلے کے وقت کیا کہنا چاہیئے؟

احادیث میں ایسے اذکار اور دعائیں آئی ہیں جن کو دشمن سے ملتے وقت یا ظالم حکمران سے ملتے ہوئے پڑھنا چاہیئے۔ اور یہ اذکار اور ادعیہ مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف التجاء، اس سے سہارا طلب کرنے اور دشمن و ظالم کے شر سے بچنے کے لئے اور ان سے نجات اور ان کی سازش اور مکر سے محفوظ رہنے کے لئے رب ذوالجلال پر اعتماد کرنے کی دعوت پر مبنی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی حفاظت فرماتا ہے جو اس کی طرف پناہ کے لئے آتا ہے۔ اور جو اس سے سہارا لیتا ہے اس کے لئے وہ کافی ہوتا ہے۔ کیوں کہ سارے امور اسی کے ہاتھ میں ہیں، اور ہر جاندار کی پیشانی کو اس نے پکڑ رکھا ہے۔

پہلی دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی دشمن سے لڑتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِی وَنَصِيرِی، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ

”یا اللہ تو ہی میرا معین و مددگار ہے، اور تیری توفیق سے ہی حرکت و حیلہ اور کوشش کرتا ہوں اور دشمن پر حملہ کرتا ہوں اور تیری توفیق سے ہی قتال و لڑائی کرتا ہوں“۔ (۱)

تشریح

❁ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي، یعنی تو ہی میرا مددگار ہے اور تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اور تیرے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے اور تجھ اکیلے سے ہی اعانت طلب کرتا ہوں، اور تجھ اکیلے کی طرف ہی پناہ کے لئے آتا ہوں۔

❁ وَنَصِيرِي، یعنی تیرے سوا کوئی بھی میرا ناصر و مددگار نہیں ہے۔ اور جس کا مددگار رب تعالیٰ ہو اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٧٥٧)، سنن أبي داود (٢٦٣٢).

لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٦٠﴾ (آل عمران)

"اگر اللہ (تعالیٰ) تمہاری مدد فرمائے تو کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دے، تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد فرمائے؟ اور فقط اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے"۔

- بِكَ أَحُولُ، یعنی تجھ اکیلے کی توفیق سے حیلہ و کوشش کرتا ہوں۔ اسی سے ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ یعنی اللہ کی توفیق کے بغیر شر کو روکنے کا کوئی حیلہ نہیں ہے اور نہ خیر کو حاصل کرنے کے لئے قوت ہے۔
- وَبِكَ أَصُولُ، یعنی تیری توفیق سے ہی دشمن پر حملہ کرتا ہوں۔ یہ صولة سے ہے جس کا معنی حملہ ہے۔
- وَبِكَ أُقَاتِلُ، یعنی تیری مدد کے ساتھ ہی دشمن سے لڑتا ہوں۔

دوسری دعا

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دشمن سے لڑائی کا خطرہ محسوس کرتے تو فرماتے:

اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ

"یا اللہ ہم تجھے (ان کفار) کے سامنے لاتے ہیں، اور ان کے شرور سے تیری پناہ چاہتے ہیں"۔[1]

تشریح

- اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، یعنی تجھے دشمن کے مقابلے میں لاتے ہیں تاکہ تو ہمارا محافظ و مدافع بن جائے اور ہمارے اور ان کے درمیان میں حائل ہو جائے تاکہ وہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچا سکیں۔

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے صحیح الجامع (٤٧٠٦)، سنن أبي داود (١٥٣٧).

اپ ﷺ نے دشمن کے سینوں کا خاص ذکر فرمایا ہے کیوں کہ دشمن دوران لڑائی سینہ تان کر مقابلہ کرتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمن کے نحر (یعنی سینے کے بالائی حصے) کے ذکر میں نیک فال ہو کہ مومن اللہ تعالیٰ کی مدد سے سارے کفار کی گردنیں تن سے جدا کریں گے۔ انہیں نحر یعنی ذبح کریں گے۔

* وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ، یعنی اس چیز سے کہ وہ ہمیں کوئی بھی تکلیف پہنچائیں، اور تو ہی ان کے شر ور کو دفع کر سکتا ہے اور ان کے امر سے ہمارے لئے کافی ہو سکتا ہے اور ان کے اور ہمارے درمیان حائل ہو سکتا ہے۔

چوتھی دعا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں پھینکے جا رہے تھے تو کہا:

﴿...حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾﴾ (آل عمران)

"ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے، اور بہت زبردست کارساز ہے"۔

جب منافقین نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ڈرایا تو آپ نے بھی کہا:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾﴾

"بے شک لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لئے (لشکر) جمع کر رکھا ہے، سو تم ان سے ڈرو، تو اس بات نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور کہا ہمارے لئے اللہ ہی کافی اور بڑا زبردست کارساز ہے"۔[1]

تشریح

* ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ﴾ کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ہر اس چیز سے کافی ہے جو ہمیں پریشان کرے۔

لہٰذا ہم فقط اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی پر ہی اعتماد کرتے ہیں۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٤٥٦٣).

جیسا کہ رب ذوالجلال نے فرمایا ہے: ﴿...وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ...﴾ (الطلاق ۳)

"اور جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لئے کافی ہو گا"۔

اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥ...﴾ (الزمر: ۳۶)

"کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے"۔

* ﴿وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾ کا معنی ہے: فوائد اور نعمتوں کے حصول اور ضرر و مصائب کو دفع کرنے کے لئے وہ بہترین ذات ہے جس پر بھروسہ اور اعتماد کیا جائے۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿...وَٱعْتَصِمُوا۟ بِٱللَّهِ هُوَ مَوْلَىٰكُمْ ۖ فَنِعْمَ ٱلْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ ٱلنَّصِيرُ ۝٧٨﴾ (الحج)

"اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق جوڑو وہ ہی تمہارا مالک ہے۔ سو بہتر مالک ہے اور بہترین مددگار ہے"۔

یہ عظیم کلمہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد اور اسی کی طرف التجاء کرنے کا احاطہ کرتا ہے اور یہ کہ یہی انسان کی عزت، نجات اور سلامتی کا راستہ ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے جو اس پر توکل کرتا ہے اور جو اس کی طرف پناہ کے لئے لوٹتا ہے، اور اللہ ہی وہ ذات ہے جو کہ خوف میں امن دیتا ہے، اور پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے، اور وہ بہترین مالک و مددگار ہے۔ اور جس شخص نے اس کو مولیٰ اور دوست بنایا، اور اس سے نصرت و مدد چاہی اور اس پر توکل کیا اور بالکل اسی کا ہو گیا تو رب ذوالجلال اس کی مدد فرمائے گا، اسے اپنا دوست بنائے گا، اور اس کی حفاظت فرمائے گا، اور دفاع کرے گا۔ اور جو اس سے ڈرے گا تو وہ اس کو اس سے بے خوف کر دے گا جس سے وہ ڈرتا ہے۔ اور اس کی ہر منفعت کو پورا کرے گا۔ فرمایا:

﴿...وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ... ۝٣﴾ (الطلاق)

"اور جو اللہ سے ڈرے گا تو اس کے لئے ضرور (تنگی سے نکلنے کے لئے) راستہ بنائے گا اور اسے وہاں سے زرق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہو گا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے"۔

لہٰذا یہ نہ سمجھو کہ اللہ کی مدد، رزق اور عافیت میں دیر ہو گئی ہے"۔[1]

گزشتہ تفصیل سے اس کلمے کی عظمت و شان ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی کہ یہ ابراہیم علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کا قول ہے جو کہ انہوں نے تکلیف و مصیبت کے دوران کہا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب دلائل سے اپنی قوم کو خاموش کرا دیا اور قطعی دلائل و براہین سے واضح کیا کہ حقیقی معبود اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے، اور جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بندگی کر رہے ہیں وہ محض بت ہیں۔ جو کہ اپنے عابدوں کے لئے کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتے ہیں۔

﴿ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ ﴾ (الأنبياء)

"کہا کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کسی چیز کا نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان، اف ہے تمہارے لئے اور ان کے لئے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟"۔

اور جب انہوں نے اپنی قوم کو چپ کرا دیا ان کے پاس کوئی ایسی صحت و دلیل نہیں تھی جس کے ساتھ وہ ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ کرتے تو قوت استعمال کرنے کا پروگرام بنایا:

﴿ قَالُوا۟ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓا۟ ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَـٰعِلِينَ ﴿٦٨﴾ ﴾ (الأنبياء)

"انہوں نے کہا اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ اگر تم نے کرنا ہی ہے"۔

ان کی یہ بات دلیل ہے کہ وہ دلائل پیش کرنے میں مفلس تھے، اور بے وقوف اور گھٹیا سوچ و عقل کے مالک تھے کہ ایسے معبود کی کیوں کر عبادت کر رہے ہیں جس کے لئے اقرار بھی کرتے ہیں کہ وہ خود ان کی مدد کا محتاج ہے۔

پھر انہوں نے اللہ کے رسول ابراہیم علیہ السلام کو برے طریقے سے قتل کرنے کے لئے آگ بھڑکائی اور انہیں اس میں پھینک دیا۔ جب انہیں آگ میں پھینکا گیا تو انہوں نے کہا:

﴿ ...حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ ﴾ (آل عمران)

"میرے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"۔

---

[1] دیکھئے: بدائع الفوائد (۲/۲۳۷، ۲۳۸)۔

سو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی مدد کی، اور آگ کو حکم فرمایا کہ:

﴿قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٦٩﴾﴾ (الأنبياء)

"اور ہم نے کہا اے آگ! ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا"۔

اسی طرح وہ ان کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی اور انہیں اس کے اندر نہ کوئی تکلیف ہوئی اور نہ کوئی نقصان پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کو جب منافقین نے کہا:

﴿...إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ ... ﴿١٧٣﴾﴾ (آل عمران)

"بیشک لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لئے (بڑا لشکر) جمع کیا ہے لہٰذا تم ان سے ڈرو"۔

یہ اس وقت ہوا جب جنگ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اور اس کے مشرکین ساتھی مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنے کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ اور صحابہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ سے باہر نکلے اور تین میل کے فاصلے پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے۔ پھر جب ابوسفیان کو اس کا علم ہوا تو اللہ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ مکہ کی طرف لوٹ گیا۔ لیکن بنو عبد قیس کا ایک قافلہ وہاں سے گذرا، ان سے ابوسفیان نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: مدینہ منورہ کو، کہا: کیا تم محمد ﷺ کو میرا پیغام پہنچا دو گے؟، انہوں نے کہا: ہاں، کہا: جب تم اس کے پاس پہنچو تو انہیں بتانا کہ ہم نے آپ کی طرف آنے کا پختہ پروگرام بنا لیا ہے تاکہ بقیہ لوگوں کا بھی جڑ سے خاتمہ کر دیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں پر رعب ڈالنا اور خوف زدہ کرنا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾﴾ (آل عمران)، اور ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین بڑھ گیا اور مدینہ منورہ کی طرف بغیر کسی نقصان و تکلیف اٹھائے لوٹ آئے۔ اس کے برعکس مشرکین جب واپس مکۃ المکرمۃ کی طرف لوٹ رہے تھے تو ان کے دلوں میں خوف و رعب بھرا ہوا تھا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ٱلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِلَّهِ وَٱلرَّسُولِ مِنۢ بَعْدِ مَآ أَصَابَهُمُ ٱلْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ مِنْهُمْ وَٱتَّقَوْا۟ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ ٱلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ ٱلنَّاسُ إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُوا۟ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَٰنًا وَقَالُوا۟ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾

فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ (آل عمران)

”وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کا حکم مانا، اس کے بعد کہ انہیں زخم پہنچے، ان میں سے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اچھائی کی اور پرہیز گار ہوئے بہت بڑا اجر ہے۔ وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا بے شک لوگوں نے تمہارے لئے (لشکر) جمع کر رکھا ہے، سو ان سے ڈرو۔ تو اس بات نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے، اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل کی ساتھ لوٹے۔ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے“۔

اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا، دنیا و آخرت میں خیر کو حاصل کرنے اور شر کو دفع کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔[1]

مصیبت پہنچے تو کیا کہے؟

یہاں پر ہم اس بارے میں بات کریں گے کہ مسلمان کو جب اس کی جان، اولاد اور مال وغیرہ میں مصیبت پہنچے تو کیا کہے؟ اور سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے بارے میں سنت اور اصول چلتا آرہا ہے کہ وہ انہیں اس دنیا میں طرح طرح کی آزمائش اور امتحان میں ڈالتا ہے۔ کبھی انہیں تنگ دستی کے ساتھ آزماتا ہے تو کبھی خوش حالی کے ساتھ۔ کبھی تندرستی کے ساتھ، تو کبھی بیماری کے ساتھ، کبھی آسانی کے ساتھ تو کبھی تکلیف کے ساتھ اور ہر انسان پر آزمائش آتی ہے۔

لہٰذا دنیا کی خوشیاں اور مزے نیند کے خواب ہیں یا ختم ہونے والا سایہ (یہ دنیا کے مزے) اگر تھوڑا سا ہنساتے ہیں، تو بہت زیادہ رلاتے بھی ہیں۔ اگر ایک دن خوش ہی کر دیں، پھر ایک زمانے تک غمگین بنا دیتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا فائدہ دیتے ہیں تو بہت زیادہ روک

---

[1] دیکھئے: تيسير العزيز الحميد (ص/۵۰۲، ۵۰۵)۔

بھی لیتے ہیں۔ اگر کسی گھر میں خوشی بھرتے ہیں تو عبرت بھی ڈالتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر خوشی میں غم بھی ہوتا ہے، اور جس گھر میں خوشیاں بھری جاتی ہیں وہاں ضرور غم بھی بھرے جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا مسلمان بندہ ہر حال میں خیر ہی کی طرف جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لأَحَدٍ إِلاَّ لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ.

"مومن کا معاملہ عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہی ہے۔ اور یہ (سعادت) فقط مومن کو ہی حاصل ہے۔ اگر اسے آسانی اور خوشحالی ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے، تو یہ اس کے لئے اچھا ہوتا ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لئے خیر اور اچھا ہوتا ہے"۔[1]

اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وہ حالت بتائی ہے جو مصیبت کے دوران اختیار کرنی چاہیئے۔ اور وہ ذکر بھی بتادیا ہے جو مصیبت کے وقت کہنا چاہیئے۔ فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ ﴾ (البقرۃ)

"اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور مال اور جانوں میں اور میووں (اور فصلوں) میں نقصان کے ساتھ، اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری سناؤ وہ لوگ جن کو جب مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ کے ہی ہیں، اور بے شک ہم اسی کے طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، ان ہی لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت والے ہیں"۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو تکلیف دے کر آزمائے گا۔ تاکہ واضح ہوجائے کہ سچا اور جھوٹا کون ہے، اور بے صبر اور صابر کون ہے؟ اور یقین کرنے

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۹۹۹)۔

والا کون ہے، اور کون شک کرنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ جن چیزوں سے انسانوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے ان کی کئی انواع واقسام بیان کی ہیں۔

فرمایا کہ وہ انہیں دشمن کے خوف، بھوک یعنی طعام وغذاء کی کمی کے ساتھ آزماتا ہے، اور اموال میں نقصان سے بھی، اور یہ ان تمام نقصانات کو محیط ہے جو اموال کو لاحق ہوتے ہیں۔ برابر ہے کہ آسمانی آفت سے یا غرق ہونے سے یا ضائع ہونے یا سلب ہو جانے سے وغیرہ اور اس طرح انہیں جانی نقصان سے آزماتا ہے۔ یعنی اولاد واقارب اور دوستوں وغیرہ کے دنیا سے چلے جانے سے اوراس میں وہ چیز بھی داخل ہے جو انسانی جسم کو بیماریوں اورامراض کی شکل میں پہنچتی ہے۔

اسی طرح انہیں اناج اور کھجور اور دیگر پھلوں میں نقصان سے بھی آزماتا ہے اور یہ چیزیں ضرور بضرور ہوتی ہیں کیوں کہ علیم وخبیر ذات نے ان کے ہونے کا بتا دیا ہے۔

اس لئے مصیبت زدہ کو جان لینا چاہیئے کہ اسے اللہ احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین نے ہی آزمائش میں مبتلا کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کرنے یا عذاب دینے کے لئے اس پر آزمائش نہیں ڈالی ہے۔ بلکہ اس لئے آزمائش میں مبتلا کیا ہے کہ وہ اس کے صبر، رضا اور ایمان کا امتحان لینا چاہتا ہے، اور اس کا تضرع، گڑ گڑاہٹ اور دعا سننا چاہتا ہے، اور اسے اپنے دروازے پر گرا ہوا، اس کے جناب کی پناہ چاہنے والا اور اس کے سامنے منکسر القلب دیکھنا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اس کی طرف گڑ گڑاہٹ کے ہاتھ اٹھائے، اور اپنے غم و دکھ کا شکوہ اس سے کرے۔ تاکہ اس سے اس کو اللہ تعالیٰ کا عظیم وعدہ، بڑی عطاء اور بے شمار نعمتیں حاصل ہوں۔ فرمایا: ﴿...وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾﴾ (البقرة)، دیکھو کتنا کشادہ فضل ہے، کتنی اچھی عطاء ہے۔

جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ.[۱]

اللہ تعالیٰ نے اس کلمۂ استرجاع (یعنی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) کو مصیبت زدہ کے لئے ذریعۂ پناہ بنایا ہے، اور یہی اہل آزمائش کے لئے بچاؤ ہے۔ سو مصیبت زدہ انسان جب اس خیر و

---

[۱] دیکھئے: صحيح البخاري كتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمة.

برکت کے معانی کو جمع کرنے والے کلمے کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے قلب کو سکون اور اس کے نفس کو اطمینان ملتا ہے، اور وہ آرام محسوس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں اچھا بدلہ دیتا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، فرمایا: ''جس مسلمان کو بھی مصیبت پہنچے اور پھر یہ دعا پڑھے: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. اللّٰهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا.

''بے شک ہم اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یا اللہ مجھے میری اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدلہ دے''۔

تو اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اس کی مصیبت میں اس کو اجر عطا فرمائے گا، اور اس کو اس سے بہتر عطاء فرمائے گا''۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''(میرے شوہر) ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں نے بھی ویسے ہی دعا پڑھی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔[1]

جو شخص اس کلمہ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ میں غور کرے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ یہ کلمہ مصیبت زدہ انسان کے لئے ایک عظیم علاج ہے۔ بلکہ اس کلمے میں حال و نتیجے کے اعتبار سے نہایت نافع علاج ہے، اور اس کلمے کے دنیا و آخرت میں بے شمار اور بہترین آثار اور اچھے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہی کافی ہے:

﴿ أُولَٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ ﴾

''یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں''۔ (البقرة)

لیکن اس دعا کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ اس کے مدلول کو سمجھا جائے اور مقصود کو پورا کیا جائے۔ تاکہ بندہ یہ عظیم وعدہ اور بہت بڑا ثواب حاصل کر سکے۔

---

[1] دیکھئے صحیح مسلم (۹۱۸)

تشریح

٭ یہ کلمہ دو عظیم اصولوں پر مشتمل ہے۔ بندہ جب ان اصولوں کو علمی و عملی طور پر پورا کرے تو اس کو اپنی مصیبت میں تسلی ہوتی ہے اور وہ بڑا ثواب اور نہایت اچھا ٹھکانا حاصل کرے گا۔

پہلا اصول: یہ ہے کہ بندہ یہ ثابت کرے کہ اس کی جان، اہل، مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ اسی نے ہی ان کو عدم سے وجود دیا ہے، اور ان کے بارے میں جو چاہتا ہے تصرف اور فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے، اور نہ کوئی اس کی قضاء کو رد کرنے والا ہے۔ اور یہ فرمان إِنَّا لِلَّهِ... "ہم سب اللہ کے ہی ہیں"، سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی ہم سب اس کے غلام و مملوک ہیں۔ اس کے تصرف اور تدبیر کے تحت ہیں، وہ ہمارا رب ہے اور ہم اس کے بندے ہیں، اور جو کچھ ہم پر ہو رہا ہے وہ اسی کے قضاء و قدر سے ہوتا ہے۔

﴿ مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ ﴾ (الحدید)

"جو بھی مصیبت زمین میں اور تمہارے نفس کو پہنچتی ہے وہ کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ بے شک یہ اللہ کے لئے بہت آسان ہے"۔

دوسرا اصول: یہ ہے کہ بندہ یقین کرلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ جائے گا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ ﴾ (النجم)

"اور بلاشک تیرے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

اور فرمایا: ﴿ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلرُّجْعَىٰٓ ﴿٨﴾ ﴾ (العلق)

"بے شک تیرے رب کی طرف لوٹنا ہے"۔

٭ لہٰذا بندہ دنیا کو پیچھے چھوڑ دے گا، اور وہ قیامت کے دن اپنے رب کے پاس اکیلے آئے گا۔ جیسے اس کو پہلی بار پیدا کیا تھا، نہ اہل و مال اور نہ خاندان اس کے ساتھ ہوگا۔ بلکہ وہ فقط نیکیاں یا برائیاں لے کر آئے گا۔ یہ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ "اور ہم اسی (اللہ) کی طرف لوٹ کر جائیں گے"، سے ثابت ہوتا ہے، اور یہ بندے کی طرف سے اقرار ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوٹ کر

جائے گا اور وہ اسے اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ کام کرے جو اس کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت نفع دے اور مصیبت زدہ انسان اس کلمے کو اس طرح اور اس کے معنیٰ کا استحضار کرتے ہوئے اور اس کے مدلول و مقتضیٰ کو پورا کرتے ہوئے ادا کرتا ہے تو اسے صراط مستقیم کی ہدایت ملتی ہے۔

✿ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیۃ الاولیاء میں حسن بن علی عابد سے روایت کیا ہے کہ فضیل بن عیاض نے ایک شخص سے پوچھا: ''تمہاری کتنی عمر ہے؟''، اس نے جواب دیا: ''ساٹھ برس''۔ کہا: ''تم ساٹھ برس سے اپنے رب کی طرف چل رہے ہو، قریب ہے کہ اس کے پاس پہنچ جاؤ گے''۔ اس شخص نے کہا: ''اے ابو علی! إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ''، فضیل بولے: ''جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو؟''، اس نے کہا: ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ''، فضیل نے کہا: ''کیا اس کی تفسیر جانتے ہو؟''، اس نے کہا: ''ابو علی تم ہی ہمیں اس کی تفسیر بتاؤ''۔ فضیل نے کہا: ''إِنَّا لِلّٰهِ، کا مطلب ہے میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کے پاس لوٹ کر جاؤں گا۔ سو جس شخص کو پتہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جائے گا، تو اسے جان لینا چاہیے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اور جس کو یقین ہو کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اسے یہ بھی یقین کر لینا چاہیے کہ اس سے سوال ہو گا اور جس کو پتہ ہے کہ قیامت کے دن اس سے سوال ہو گا تو اس سوال کے جواب کی تیاری کرنی چاہیے''۔ اس شخص نے کہا: ''کیسے تیاری ہو گی؟''، کہا: ''آسان ہے''، پوچھا: ''وہ کیسے؟''، کہا: ''اپنی بقیہ زندگی میں نیکی کرو تو تمہارے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے لیکن اگر تم نے اپنی باقی زندگی میں برا کیا تو پچھلے گناہوں اور آئندہ کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ ہو گی''۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلف صالح اذکار و دعاؤں کے معانی اور دلالت کو سمجھنے اور ان کے مقاصد و اغراض کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے، اور اس معاملے میں وہ تاکید بھی کرتے تھے۔ تاکہ بندے کو ان اذکار کے فوائد حاصل ہوں اور اس کے اندر ان اذکار کے آثار ظاہر ہوں اور ان کی بھلائیاں اور برکتیں وافر انداز سے حاصل ہوں۔

---

[1] دیکھئے: حلیۃ الأولیاء (۸/۱۱۳).

مقروض کون سی دعا پڑھے؟

یہاں پر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس دعا کے بارے میں بات ہو گی جس کا پڑھنا اس شخص کے لئے مستحب ہے جس پر قرض ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک مکاتب (وہ غلام جس نے اپنی آزادی کے لئے مالک کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہو کہ وہ اتنی اقساط ادا کر کے آزاد ہو جائے گا) اُن کے پاس آیا، اور کہا: "میں اپنی کتابت (اقساط) ادا کرنے سے عاجز آگیا ہوں، آپ میری مدد کریں"۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: "کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھائے ہیں؟ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ادا فرما دے گا۔ فرمایا کہو:

اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ،
وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

"یا اللہ میرے لئے حرام کی بجائے حلال سے کفایت کر، اور اپنے فضل سے اس سے بے پرواہ کر دے جو تیرے سوا ہے"۔ [1]

❁ یہ عظیم دعا ہے وہ شخص جو اپنا قرضہ ادا کرنے سے عاجز ہے وہ یہ دعا پڑھے، اور وہ اس کو اہتمام کے ساتھ پڑھے گا تو کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو ضرور ادا کر دے گا۔ اگرچہ وہ پہاڑ کے برابر ہو، جیسا کہ حدیث میں گذرا۔ کیوں کہ آسانی کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ خرچ کرنے سے وہ کم نہیں ہوتے، لہٰذا جو اس کی طرف التجاء کرے مدد طلب کرتا ہے تو وہ اس کی مدد بھی فرمائے گا اور ہدایت بھی دے گا۔ اور یہ مکاتب جس نے علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر قرض ادا کرنے سے اپنی عاجزی و بے بسی اور اپنے مالک کی طرف سے اس پر ڈالے گئے مال کی ادائیگی پر عدم قدرت کی شکایت کی تو انہوں نے اسے اس دعا کے بارے میں بتایا جو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اور انہوں نے اس کو

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (۱۸۲۰)، سنن الترمذي (۳۵٦۳).

اس کا عظیم فائدہ اور نفع بھی بیان کیا، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کرے گا کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ کہا: (کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھادوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے ہیں؟ اگر تم پر ثبیر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ تم سے اتار دے گا)۔ اس میں سامع کے لئے اس دعا پر مداومت کی زبردست ترغیب ہے تاکہ بندہ اپنے قرض سے چھٹکارا پالے اور اس پریشانی سے بھی جس نے اس کی زندگی کو تلخ بنالیا ہے۔

تشریح

* اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ، یعنی مجھے اپنے احسان اور مہربانی سے، اپنی نعمت، خیر اور رزق سے دے کہ میں تیرے سوا ہر ایک سے غنی ہو جاؤں، اور تیرے سوا کسی کا محتاج نہ بنوں اور نہ تیرے سوا کسی سے التجاء کروں۔ اس میں درس ہے کہ بندے کو چاہیئے کہ وہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اسی پر اعتماد کرے اور اس سے اعانت طلب کرے، اور اپنے تمام امور میں اسی پر توکل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی کافی کارساز ہے۔ دعا کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ اسباب کو خرچ کیا جائے اور قرض کو ادا کرنے کیلئے حقیقی کوشش کی جائے۔ اس کی ادائیگی کا پختہ اور سچا عزم کیا جائے، اور جتنا جلدی ہو سکے اس کی ادائیگی کی کوشش کی جائے اور خواہ مخواہ کی ٹال مٹول سے سختی کے ساتھ بچنا چاہیئے۔ کیوں کہ ایسے شخص کی مدد نہیں ہو سکتی۔ جب کہ جس شخص کے دل میں قرض کی پریشانی ہو اور اس کو ادا کرنے کی سچی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور اس سے قرض اتار دیتا ہے۔

* ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگوں سے اس نیت سے مال لیتا ہے کہ اسے ادا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو ادا فرمادے گا۔ اور جو ان سے مال تلف کرنے کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تلف کروادے گا“۔ [1]

* ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس بندے کی بھی قرض ادا کرنے کی نیت ہوگی تو اسے ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی“۔ [2]

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٢٣٨٧).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے دیکھئے: صحيح الترغيب (١٨٠١)، المسند (٦/٧٢).

* میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: "جو بھی شخص مقروض ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ وہ اس کو ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اس کا قرضہ دنیا میں ہی ادا کر دیتا ہے"۔ (۱)

لہٰذا اگر بندہ اپنے ارادے میں سچا ہے، اور اس کی نیت صحیح ہے تو اس کے لئے مسائل آسان ہو جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہاں سے آسانی اور کشادگی لائے گا جہاں سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہو گا، اور جس کا اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کی کفالت و ضمانت لے گا، اور اس کا مسئلہ ٹھیک کر دے گا، اور قرض ادا فرمادے گا۔

* ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا ذکر فرمایا: "جس نے کسی اسرائیلی سے گذارش کی کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے دے"۔ اس نے کہا: "گواہ لاؤ جنہیں میں (اس قرض پر) گواہ بناؤں"۔ اس نے کہا: "اللہ ہی گواہ کافی ہے"۔ کہا: "پھر کوئی ضامن لاؤ"۔ اس نے کہا: "اللہ کی ہی ضمانت کافی ہے"۔ کہا: "تو نے سچ کہا"۔ پھر اس نے اس کو ایک مقرر مدت کے لئے ایک ہزار دینار دئے۔ وہ سمندر میں (سفر کرتے ہوئے) نکلا اور اپنی ضرورت پوری کی۔ پھر (جب قرض واپس کرنے کی مدت پوری ہونے لگی تو) اس نے کوئی سواری تلاش کی تاکہ اس پر سوار ہو کر مدت پر اس شخص کے پاس جائے۔ لیکن اسے سواری نہیں ملی۔ پھر اس نے ایک لکڑی اٹھائی اور اس میں چھید کر کے اس کے اندر ایک ہزار دینار ڈالے، اور اپنی طرف سے ایک خط بھی اس شخص کے لئے ڈالا۔ پھر اس سوراخ کی جگہ کو برابر کر کے بند کیا اور اس لکڑی کو لے کر دریا پر آیا اور کہا: "یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تھے، اور اس نے مجھ سے ضامن طلب کیا تھا۔ تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی ضامن کافی ہے۔ پھر وہ تیری ضمانت پر راضی ہو گیا، اور اس نے مجھ سے گواہ بھی مانگا تھا، تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے تو وہ تجھ پر راضی ہو گیا تھا، اور میں نے سواری کے لئے پوری کوشش کی تاکہ اس کا قرض پہنچاؤں لیکن سواری نہیں ملی، یا اللہ میں یہ دینار تیرے سپرد کر رہا ہوں"۔ پھر اس نے وہ لکڑی دریا

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۵۶۷۷)، سنن النسائي (۷/۳۱۵).

میں پھینک دی، یہاں تک کہ اس میں داخل ہوگئی۔ پھر وہ واپس آگیا لیکن اس مسئلے کے لئے پھر سواری تلاش کرنے لگا تاکہ اس آدمی کے پاس جائے۔ اور وہ آدمی جس نے قرض دیا تھا، وہ بھی نکلا تاکہ دیکھے شاید کوئی سواری آئی ہو اور اس کا مال بھی لائی ہو۔ سو اس نے وہی لکڑی دیکھی جس میں مال تھا۔ اس نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے لئے ایندھن کے طور پر اٹھایا۔ جب اس کو کاٹا تو اس میں مال اور خط پایا۔ پھر وہ شخص جس کو اس نے قرض دیا تھا وہ ایک ہزار دینار لے کر آگیا، اور کہا: "اللہ کی قسم میں مسلسل سواری کو تلاش کرتا رہا، تاکہ تیرا مال لے کر آؤں۔ لیکن بس ابھی ہی مجھے سواری ملی ہے"۔ اس نے کہا: "تو نے جو کچھ میری طرف بھیجا تھا رب تعالیٰ نے مجھے پہنچا دیا۔ لہٰذا تو ایک ہزار دینار لے کر واپس چلا جا"۔[1]

اسرائیلی شخص کا قصہ جو کہ رسول اللہ علیہ السلام نے بیان کیا ہے، بہت ہی عجیب ہے۔ اور آپ علیہ السلام نے اس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ ہم اس سے نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کو اور اس کی زبردست مدد کو اور بندے کے لئے اس کی حسن کفایت کو جانیں۔ یعنی جب بندہ اس کی طرف اچھے طریقے سے التجاء کرتا ہے اور اس پر سچائی کے ساتھ اعتماد کرتا ہے اور رب ذوالجلال کی کمال توفیق میں غور کرتا ہے تو وہ لکڑی جس میں مال ہے، اسی شخص کو ملتی ہے جس کا وہ مال ہے۔ کتنی برکت والا اللہ، بہت جاننے والا بڑی قدرت کا مالک۔ اور مسلمان کے لئے یہ اچھا نہیں کہ وہ قرض کے معاملے کو معمولی سمجھے یا اس کی شان کو کم سمجھے یا اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرے۔ کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام سے کئی احادیث مروی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنا نہایت خطرناک ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرض نہ ادا کرنے کی وجہ سے مومن کی جان لٹکی ہوئی ہوگی اور میت اپنے قرض کی وجہ سے محبوس ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

❁ سعد بن اطول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میرا بھائی فوت ہوا اور تین سو دینار چھوڑ گیا، اور چھوٹے بچے بھی چھوڑ گیا۔ میں نے وہ دینار خرچ کرنا چاہے تو رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: "تیرا بھائی اپنے قرض کی وجہ سے محبوس ہے، تم جا کر اس کا قرض ادا کرو"۔ کہا: میں گیا اور اس پر

---

[1] دیکھئے: صحیح البخاري (۲۲۹۱).

جو قرض تھا ادا کیا، اور پھر واپس آیا اور کہا: "اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنے بھائی کا قرض اتار دیا ہے اور اب کوئی باقی نہیں رہا سوائے ایک عورت کے، جو کہ دو دینار کا دعویٰ کر رہی ہے اور اس کے پاس کوئی گواہی بھی نہیں ہے" آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو دے دو وہ سچی ہے"۔ (۱)

✿ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن کی روح جب تک اس پر قرض ہے لٹکی ہوئی ہوتی ہے"۔ (۲)

لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ اگر اس پر قرض ہے تو اس کو ادا کرنے کے لئے جلدی کرے۔ قبل اس کے کہ کہیں ناگہاں موت آجائے اور پھر اس کی جان قرض کی وجہ سے لٹکی رہے، اور وہ اس کی وجہ سے گروی ہو جائے۔ اور اگر اس پر قرض نہیں ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے کہ اس نے مجھے عافیت میں رکھا اور قرض لینے سے بچتا رہے۔ انسان کو جب تک کوئی سخت ضرورت نہ ہو قرض کی پریشانی سے سلامت رہے اور اس کے خراب نتائج عواقب سے راحت میں ہو۔ اور اس کے برے انجام سے امن میں رہے۔

جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تُخِيفُوا أَنْفُسَكُمْ بَعْدَ أَمْنِهَا، "امن کے بعد خود کو خوف میں نہ ڈالو"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "اس کا کیا مطلب ہے؟"، فرمایا: "قرض"۔ (۳)

یعنی قرض لینے میں جلدی نہ کرو کہ پھر اس کے نتائج اور انجام سے خود کو خوف میں مبتلا کرو۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور آپ کے لئے عافیت اور سلامتی اور ہر نیکی کی ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (۱۵۵۰)، مسند أحمد (۱۳٦/٤).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (۱۸۱۱)، مسند أحمد (٤٤٠/٢).

(۳) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (٢٤٢٠)، مسند أحمد (١٤٦/٤).

شیطان کو دھتکارنے کے لئے اذکار

کتاب وسنت میں ایسے مبارک اذکار اور نافع دعائیں وارد ہوئی ہیں جو کہ شیطان کو دھتکارتی ہیں، اور اس کو مومن بندے سے دور کرتی ہیں، اور ان اذکار پر مداومت ومحافظت کرنے سے بندہ اللہ کے حکم سے شیطان سے محفوظ اور مضبوط قلعے میں ہوتا ہے۔ پھر شیطان اس تک پہنچ نہیں سکتا اور نہ اس کو تکلیف پہنچا سکتا ہے، اور نہ گمراہ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ جو شخص ہمیشگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہے تو ایسے شخص پر شیطان کا کوئی بس نہیں چلتا۔ اس کا بس صرف ان لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو دوست بناتے ہیں۔ اور اس کا کنٹرول بھی ایسے لوگوں پر ہوتا ہے جو اس کی گمراہی اور وساوس کی طرف دھیان دیتے ہیں، اور اس کی بات مانتے ہیں۔ لہٰذا مومن کو چاہیے کہ شریعت میں جو اذکار ودعائیں بندے کو شیطان سے اور اس کے فریب اور شر سے بچانے کے لئے آئی ہیں، ان پر ہمیشگی کرے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾﴾

"اور کہو میرے رب میں شیطان کی اکساہٹوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہو"۔ (المؤمنون)

اور فرمایا: ﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾﴾

"اور جب شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تمہیں ابھارے تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔ بلاشک وہی بہت زیادہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ (فصلت)

استعاذہ کی تعریف

"استعاذہ" پناہ طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: عُذْتُ بِهِ وَاسْتَعَذْتُ بِهِ، یعنی میں نے اس سے پناہ کے لئے التجاء کی۔ اس سے پناہ طلب کی اور اس سے سہارا طلب کیا اور الإِسْتِعَاذَةُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ وہ بندے کو شیطان سے پناہ میں رکھے اور اس سے دفاع کرے اور اس کے شر سے بچائے۔ جو اللہ تعالیٰ

سے پناہ چاہے گا وہ اسے پناہ دے گا اور جو اس کا سہارا لے گا اور اس سے مضبوط تعلق جوڑے گا اسے صراط مستقیم کی ہدایت ملے گی۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استعاذہ یعنی پناہ طلب کرنا شیطان کو دھتکارنا ہے، اور اپنی حفاظت کرنا مراد ہے۔

پہلی دعا

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز میں کھڑے تھے، تو ہم نے انہیں سنا آپ فرما رہے تھے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ، ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔ پھر آپ نے فرمایا: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَتِهِ، ''میں تجھ پر اللہ کی لعنت ڈالتا ہوں''۔ یہ بات آپ نے تین بار دھرائی، اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بھی آگے بڑھایا۔ گویا کہ آپ کوئی چیز لے رہے ہیں۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ کو نماز میں کچھ کہتے ہوئے سنا یہ بات اس سے قبل ہم نے آپ سے نہیں سنی، اور ہم نے آپ کو ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا شعلہ لے کر آیا اور وہ میرے منہ میں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے تین بار أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ، ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں'' کہا۔ پھر میں نے کہا: ''میں تجھ پر اللہ کی پوری لعنت ڈالتا ہوں''۔ پھر وہ پیچھے نہیں ہٹا، پھر میں نے اس کو پکڑنا چاہا۔ اللہ کی قسم اگر میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو اس کو باندھ لیتا اور اہل مدینہ کے بچے اس سے کھیلتے''۔ (1)

تشریح

* سلیمان علیہ السلام کی دعا یہ ہے: ﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ... ﴾ ''اے میرے رب مجھے بخش دے، اور ایسی بادشاہی عطاء فرما جو کہ میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہو''۔ (ص ۳۵)
* جن سلیمان علیہ السلام کے ماتحت ہوتے تھے اور ان کے حکم سے کام کرتے تھے۔ ان کے بعد یہ مقام کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔

---

(1) دیکھئے صحیح مسلم (٥٤٢)

دوسری دعا

عَنْ عُثْمَان بْن أَبِي العَاص الثَقَفِي رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلاَتِي وَقِرَاءَتِي يَلْبِسُهَا عَلَيَّ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلاَثاً. قَالَ: فَفَعَلْتُ، ذٰلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللهُ عَنِّي.

عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے اور میری نماز اور قرأت کے درمیان شیطان حائل ہو گیا ہے، مجھ پر اس کو خلط ملط کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ شیطان ہے جس کو "خنزب" کہا جاتا ہے تم جب اس کو محسوس کرو تو "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" کہو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو (اس طرح کہ ہوا اور تھوڑی سا تھوک خارج ہو)"۔ پھر میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا۔[1]

تشریح

❁ يَلْبِسُهَا عَلَيَّ، یعنی نماز کو مجھ پر خلط ملط کرتا ہے اور اس کے بارے میں مجھے شک میں ڈالتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے، پھر کہتا ہے یہ کس نے بنایا ہے، وہ کس نے بنایا ہے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پھر اگر یہاں تک پہنچے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو یعنی اعوذباللہ من الشیطان الرجیم کہو اور اس سوچ سے دور ہو جاؤ"۔[2]

فضائل استعاذہ

یہ نصوص استعاذہ کی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ استعاذہ شیطان کو بھگا دیتا ہے اور بندے کو اس سے بچاتا ہے۔ اور اس سے بندہ شیطان کی چال اور وساوس اور شر

---

[1] دیکھئے: صحيح مسلم (٢٢٠٣).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٣٢٧٦)، وصحيح مسلم (١٣٤).

سے سلامت رہتا ہے۔ اور اذان بھی شیطان کو بھگاتی ہے۔ کیوں کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان دبر سے آواز نکال کر بھاگتا ہے، تاکہ اذان نہ سنے۔ پھر جب اذان پوری ہوتی ہے تو واپس آجاتا ہے اور جب نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے تو بھی بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے"۔ (۱)

❁ سہیل بن ابی صالح سے روایت ہے کہا مجھے میرے والد نے بنو حارثہ کی طرف بھیجا اور میرے ساتھ ہمارا غلام تھا۔ یا کہا: ساتھی تھا۔ اس کو ایک باغ میں سے پکارنے والے نے نام لے کر پکارا۔ جو شخص میرے ساتھ تھا اس نے باغ کی دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے یہ بات اپنے والد صاحب کو بتائی انہوں نے کہا: " اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیرے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے تو میں تمہیں ادھر نہ بھیجتا۔ لیکن جب تو (اس طرح) کی آواز سنے تو اذان کہنا۔ کیوں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ شیطان، جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو دبر سے آواز مار کر بھاگتا ہے"۔ (۲)

❁ ہر وقت خاص طور پر گھر میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت، سوار ہوتے وقت اور سوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھی شیطان سے بچاتا ہے اور شیطان کو دور بھگاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْاْ إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ ٱلشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُواْ فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾ ﴾ (الأعراف)

"جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں، یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں"۔

اور فرمایا: ﴿ وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ ﴾

"اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے، ہم اس پر شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (٦٠٨)، وصحيح مسلم (٣٨٩).

(۲) دیکھئے: صحيح مسلم (٣٨٩).

اس کا ساتھی رہتا ہے"۔(الزخرف)

✿ حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:"اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم کریں کہ ان پر عمل کریں۔ اور قریب تھا کہ وہ ان باتوں کے بارے میں دیر کریں، تو عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ تم بھی ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان کا حکم دو تا کہ وہ بھی ان پر عمل کریں۔ لہٰذا یا تو تم ان کو حکم دو یا پھر میں ان کو حکم کروں؟۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا، مجھے ڈر لگتا ہے کہ اگر آپ نے مجھ سے سبقت کی تو یا تو مجھے دھنسا دیا جائے گا یا عذاب کیا جائے گا۔ سو انہوں نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا تو لوگوں سے مسجد بھر گئی۔ پھر انہوں نے کہا:" اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں بھی ان پر عمل کروں اور تم لوگوں کو بھی ان کا حکم دوں تا کہ تم بھی ان پر عمل کرو۔۔۔ انہوں نے انہیں توحید، نماز، روزہ اور صدقے کا حکم دیا۔ پھر پانچویں بات ذکر کی اور کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم کرتا ہوں۔ کیوں کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے پیچھے دشمن تیز آ رہا ہو۔ یہاں تک کہ جب وہ مضبوط قلعے کے پاس آئے تو خود کو ان سے محفوظ کر لیتا ہے، اور بچا لیتا ہے۔ اسی طرح بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر خود کو شیطان سے نہیں بچا سکتا"۔ (۱)

✿ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جب رات داخل ہو تو اپنے بچوں کو روک لو۔ کیوں کہ اس وقت شیاطین پھیلنا شروع ہوتے ہیں۔ پھر جب عشاء کے وقت کی کچھ گھڑی چلی جائے ، پھر انہیں چھوڑ دو (یعنی اگر تم چاہو تو) اور اپنے گھر کا دروازہ" بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھ کر بند کیا کرو، اور چراغ بجھاتے وقت بھی" بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھو، پینے کے پانی کا مشکیزہ بھی" بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھ کر باندھ دیا کرو، اور برتن بھی" بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھ کر ڈھانپ دیا کرو"۔ (۲)

لہٰذا مسلمان جب ہر وقت اپنے رب کا ذکر کرے گا تو وہ شیطان کے ایذاء سے بچ جائے گا، اور اس سے بھی کہ وہ اس کے پاس حاضر ہوں۔ اور نہ وہ اس کو وسوسہ ڈال سکتا ہے، اور نہ

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۱۷۲٤)، سنن الترمذي (۲۸٦۳)،

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۰۱۲)۔

خود آسکتا ہے۔جیسا کہ پیچھے آیت گذری ہے:﴿ وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ ﴿٩٧﴾ ﴾ (المؤمنون)

پیچھے کئی ایسے اذکار گذر چکے ہیں کہ جو شخص بھی ان کو پڑھے گا تو شیطان سے محفوظ رہے گا۔ مثلاً گھر یا رہائش میں داخل ہوتے وقت "بِسْمِ اللهِ" پڑھنا اور کھانا کھاتے وقت، بستر پر سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنا۔کیوں کہ جب انسان آیت الکرسی پڑھے گا تو صبح تک اس پر محافظ مقرر ہوگا اور شیطان اس کے قریب نہیں آسکے گا اور جو شخص درج ذیل دعا دس بار پڑھے گا تو شام تک شیطان سے بچاؤ میں رہے گا۔یعنی:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

❁ جو شخص رات کو سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات پڑھے گا تو اس کے لئے وہ ہر شر سے کافی ہوں گی اور اس میں شیطان کا شر بھی داخل ہے اور جو شخص گھر سے نکلتے وقت درج ذیل دعا پڑھے گا تو شیطان اس سے دور ہو جائے گا:

بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

اس کے علاوہ اور کئی اذکار بابرکات نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔

مریض کو دم کرنے کے لئے اذکار و دعائیں

احادیث میں کئی اذکار و دعائیں آئی ہیں۔جن کے ساتھ مریض کو دم کرنا مشروع ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان اذکار و دعاؤں کو شفاء وعافیت کے لئے اسباب بنایا ہے اور ان شاء اللہ میں ان میں سے چند دعائیں یہاں پر ذکر کروں گا۔

پہلی دعا

بلاشبہ سب سے بڑی چیز جس سے مریض کو دم کیا جائے سورۂ فاتحہ ہے، اور یہ سورت کافی وشافی ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ایک سفر میں نکلی۔ یہاں تک کہ وہ عرب کے ایک قبیلے کی شاخ (چھوٹے قبیلے) کے پاس آکر اترے اور ان سے ضیافت طلب کی۔ لیکن انہوں نے ضیافت کرنے سے انکار کر دیا، وہاں اس قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا۔ قبیلے والوں نے اس کے لئے ہر طرح سے کوشش کی لیکن اس کو کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا۔ اس پر ان میں سے کسی نے کہا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو یہاں تمہارے پاس اترے ہیں۔ شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو۔ پھر وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہا: "اے لوگو ہمارے سردار کو کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا ہے، اور ہم نے اس کا ہر طرح سے علاج کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کو فائدہ نہیں ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟"۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے کہا: "ہاں! میں دم کر دوں گا۔ اللہ کی قسم ہم نے آپ سے ضیافت طلب کی لیکن آپ نے ہماری ضیافت نہیں کی۔ سو میں تمہارے لئے دم نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ تم ہمارے لئے اجرت نہ مقرر کرو"۔ تو انہوں نے ان سے بکریوں کے ایک گلے پر مصالحت کر لی۔ اس صحابی نے اس مریض پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا یہاں تک کہ مریض بالکل ٹھیک ہو گیا، اور ایسے چلنے لگا کہ اسے کوئی درد ہی نہیں تھا۔ پھر انہوں نے جس ریوڑ پر مصالحت کی تھی وہ پورے کا پورا دے دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے کہا: اس ریوڑ کو تقسیم کر لو۔ لیکن دم کرنے والے نے کہا نہ ایسا نہیں کرو۔ یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ کو واقعہ سنائیں۔ پھر دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے پوچھا: "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رُقیہ (یعنی بیمار کے لئے دم) ہے؟، آپ نے درست کیا، ریوڑ کو تقسیم کرو اور میرے لئے بھی حصہ شمار کرنا"۔ (۱)

اس حدیث سے اس سورۃ کی عظمت و شان ثابت ہوئی اور یہ کہ اللہ کے حکم سے مریض کو شفاء دینے اور اس کی بیماری کو دور کرنے میں اس کی زبردست تاثیر ہے۔ امام ابن القیم

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (٥٧٤٩)، وصحيح مسلم (٢٢٠١).

رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر تعلیق میں لکھا ہے: "اس دواء نے اس بیماری میں اثر کیا اور اس کو ختم کر دیا۔ یہاں تک گویا بیماری تھی ہی نہیں۔ اور یہ سب سے آسان علاج ہے۔ اگر بندہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ علاج کرنا جانتا ہو تو وہ شفاء کے لئے اس کی عجیب تاثیر دیکھے گا۔ اور میں مکۃ المکرمۃ میں ایک مدت تک رہا، جہاں مجھے کئی بیماریاں لاحق ہوتی تھی اور مجھے نہ طبیب اور نہ دواء ملتی تھی۔ پھر میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ اپنا علاج کرتا تھا۔ اور اس کی بڑی حیران کن تاثیر دیکھتا تھا۔ اور جو شخص کسی تکلیف و درد کی شکایت کرتا ہے تو میں اسے بھی اس طرح سورۂ فاتحہ کے ساتھ علاج کرنے کا بتاتا تو ان میں سے بہت سے لوگ جلدی صحت یاب ہو جاتے تھے"۔ (۱)

دوسری دعا

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی تکلیف محسوس کرتے تو معوذات (یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) پڑھ کر خود پر دم کرتے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بہت بڑھ گئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھتی اور آپ کے ہاتھوں سے ان کی برکت کی امید سے دم کرتی"۔ (۲)

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ: "جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر معوذات سے دم کرتے"۔ (۳)

اور معوذات سے سورۃ الاخلاص، الفلق اور الناس مراد ہیں اور سورۃ اخلاص تغلیباً داخل ہے (یعنی تین میں سے اکثر یعنی دو سورتیں معوذتین ہیں، لہٰذا تیسری سورت کو بھی ان کی وجہ سے معوذہ کہا گیا ہے)۔ اور اس لئے بھی کہ یہ سورت اللہ تعالیٰ کے اوصاف پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اس میں تعوذ کا لفظ صراحتاً نہیں ہے۔ (۴)

ع۱ دیکھئے: الجواب الكافي (ص:٥).

ع۲ دیکھئے: صحيح البخاري (٥٠١٦)، وصحيح مسلم (٢١٩٢).

ع۳ دیکھئے: صحيح مسلم (٢١٩٢).

ع۴ دیکھئے: فتح الباري لابن حجر (٦٢/٩).

اور اس حدیث میں ان تینوں سورتوں کی عظمت وشان پر دلالت موجود ہے وہ یہ ہے کہ بیمار کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سورتیں رقیہ اور شفاء ہیں۔ ان سورتوں کے بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ معوذتین کے اندر بڑی زبردست تاثیر ہے۔ خاص طور پر اس انسان کے لئے جسے جادو کیا گیا ہو یا نظر لگی ہو۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی معوذتین کی تفسیر کے مقدمے میں لکھتے ہیں: ''اس تفسیر سے مقصود ان دونوں سورتوں پر کلام (یعنی علمی بیان) کرنا ہے، اور ان دونوں سورتوں کے عظیم نفع اور ان کی شدید حاجت بلکہ ضرورت کا بیان ہے۔ اور یہ کہ کوئی بھی مسلمان ان دونوں سورتوں سے کبھی بھی بے پرواہ اور مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ ان دونوں کے اندر سحر وجادو، نظر بد اور سارے شرور کو دفع کرنے کی بڑی تاثیر ہے اور یہ کہ انسان کو ان دونوں سورتوں کے ذریعے سے استعاذہ وتعوذ کرنے کا سانس لینے، کھانے، پینے اور لباس پہننے سے بھی بڑھ کر زیادہ احتیاج ہے''۔[1]

تیسری دعا

جناب عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ ان کے جسم میں جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے درد رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہاں پر اپنے جسم میں درد و تکلیف محسوس کرتے ہو۔ وہاں اپنا ہاتھ رکھو اور تین مرتبہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:

أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ

''اللہ تعالیٰ سے اور اس کی قدرت سے پناہ مانگتا ہوں اس تکلیف سے جو محسوس کر رہا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں''۔[2]

اس حدیث میں تعوذ و پناہ مانگی گئی ہے۔ اس تکلیف سے جو موجود ہے اور اس تکلیف سے بھی جس کے ہونے کا خوف ہے یا مستقبل میں اس کے پہنچنے کی توقع ہے، مثلاً مرض کا

---

[1] دیکھئے: بدائع الفوائد لابن القیم (۲/۱۹۹)۔

[2] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۲۰۲)۔

پھیلنا اور بڑھنا اور یہ چیز انسان کو بہت ہوتی ہے۔ جب کوئی مرض لاحق ہوتا ہے تو اسے مرض کے بڑھنے اور پھیلنے کے خوف سے پریشانی ہوتی ہے اور اس دعا میں اس چیز سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے۔

چوتھی دعا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ تکلیف محسوس کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ کہا:

بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ يَشْفِيكَ، بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ.

"اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف و ایذاء دے رہی ہے، ہر اس نفس کے شر سے اور حاسد کی نظر سے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء دے، اللہ کے نام سے آپ کو میں دم کرتا ہوں"۔ (۱)

پانچویں دعا

❁ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل کو اس طرح تعوذ کرتے تھے۔ اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور کہتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَاسَ، وَاشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

"یا اللہ لوگوں کے رب بیماری کو ختم فرما اور اس کو شفاء دے۔ تیری شفاء کے سوا شفاء ہی نہیں ہے۔ ایسی شفاء دے کہ کسی بیماری کو نہ چھوڑے"۔

اور ان ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور پھر یہی دعا پڑھتے۔ ایک اور روایت میں ام المومنین نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کے ساتھ دم کیا کرتے تھے۔ اور پھر یہی دعا ذکر کی۔ (۲)

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۱۸٦).

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۱۹۱).

❁ عبدالعزیز بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اور ثابت دونوں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو ثابت نے کہا: اے ابو حمزہ (یہ انس بن مالک کی کنیت ہے) میں بیمار ہو گیا ہوں۔ جناب انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رقیہ (دعا برائے دم) کے ساتھ دم کروں؟"۔ کہا: "ہاں کیوں نہیں"، انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي

لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

"یا اللہ لوگوں کے رب بیماری کو ختم کرنے والے۔ تو شفاء دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی بھی شفاء دینے والا نہیں ہے۔ ایسی شفاء دے کہ کسی بیماری کو باقی نہ چھوڑے"۔ (۱)

تشریح

❁ اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، اس میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ربوبیت کے توسل سے سوال کیا گیا ہے یعنی ان کو پیدا کرنے، انسان کے معاملات و مسائل کی تدبیر، ان کے امور کی تصریف (کے توسل سے)۔ کیوں کہ اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت، صحت اور بیماری، غنی اور تنگ دستی اور قوت وضعف ہے۔

❁ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ، اور اس میں اللہ تعالیٰ سے اس کی اس صفت کے توسل سے سوال کیا گیا ہے کہ وہ اکیلا بیماری کو ختم کرنے والا ہے اور اس کے حکم اور مشیّت کے بغیر مرض ختم نہیں ہو سکتا۔

❁ وَاشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي، اس میں اللہ تعالیٰ سے شفاء کا سوال کیا گیا ہے اور شفاء مرض سے عافیت وسلامتی کو کہتے ہیں۔

❁ أَنْتَ الشَّافِي، اس میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کے توسل سے دعا کی گئی ہے کہ وہ ہی شفاء دینے والا ہے اور اسی کے ہاتھ میں شفاء ہے، فرمان الٰہی ہے:

---

(۱) صحیح ... (۵۷۴۲)

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝٨٠﴾ (الشعراء)

"اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ ہی) مجھے شفاء دیتا ہے"۔

❁ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، اس میں گزشتہ مفہوم کی تاکید ہے اور اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ اگر علاج و دوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت و شفاء کے حکم کے موافق نہ ہو تو نفع نہیں دے سکتے۔

❁ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا، یعنی ایسی شفاء کہ کوئی بھی بیماری نہ چھوڑے، اور اپنے پیچھے کوئی علت و مرض نہ چھوڑے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کسی بیماری سے شفاء ملتی ہے لیکن اس بیماری سے دوسری بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ اسے ایسی مکمل شفاء دے کہ اس کے بعد بیماری کا کوئی نشان باقی نہ رہے اور یہ نبوی دعاؤں کے کامل اور مکمل ہونے کی دلیل ہے۔

جادو، نظر بد اور حسد سے پناہ مانگنے کا بیان

جادو، نظر بد اور حسد کی وجہ سے جو مرض لاحق ہوتا ہے اس سے بڑی خطرناک بیماریاں اور عظیم شر پیدا ہوتا ہے۔ جادو کا انسان پر زبردست اثر ہوتا ہے، اور جادو سے انسان بیمار ہوتا ہے تو قتل بھی ہوتا ہے۔ اس طرح حاسد کی نظر بد کی وجہ سے ہوتا ہے جب اس کا نفس خبث و پلیدگی کے ساتھ بھرا ہوا ہو اور اس کے دل میں شر جمع ہو تو پھر وہ انسان کو نقصان پہنچاتا ہے اور کبھی بیمار کر دیتا ہے۔ تو کبھی قتل کر دیتا ہے۔ لہٰذا جادو اور نظر بد دونوں کی حقیقت اور تاثیر ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندے پر مہربانی ہے کہ اس نے اس کے لئے ایسے مبارک اسباب اور نافع وسائل مہیا فرمائے ہیں جن سے ایسے حاسدوں کا شر دفع ہو جاتا ہے۔ اور ان کا نقصان اور بلاء و مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے دس عظیم اسباب اجمالاً بیان کئے ہیں کہ اگر انسان ان پر عمل کرے اور ان کو خود پر نافذ کرے تو اس سے حاسد، ناظر اور جادوگر کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

سبب اول:

اللہ تعالیٰ سے ایسی چیز کے شر سے پناہ مانگنا اور اس سے حفاظت اور دفاع لینا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴿١﴾ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿٢﴾ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ﴿٣﴾ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّـٰثَـٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ ﴿٤﴾ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴿٥﴾﴾ (الفلق)

"کہہ دو کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا فرمایا اور رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔ اور حاسد کے شر سے جب بھی وہ حسد کرے"۔

اللہ تعالیٰ سے جو بھی پناہ مانگتا ہے اس کو وہ سنتا اور جانتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہی اکیلا ہے۔ جس سے پناہ مانگی جائے اور اس کے علاوہ اس کی مخلوق میں سے کسی سے بھی پناہ مانگنا جائز نہیں اور نہ کسی کی طرف التجاء کرنا حلال ہے۔ بلکہ وہ اکیلا پناہ مانگنے والوں کی جس سے وہ

پناہ مانگتے ہیں پناہ دیتا ہے، اور انہیں بچاتا ہے۔

اور استعاذہ کا حقیقی معنی ہے: ایسی چیز جس سے انسان ڈرتا ہے، سے بچ کر اس ذات کی طرف بھاگ جانا جو کہ اسے اس چیز سے بچائے، اور اللہ تعالیٰ کے سوا بندے کا نہ کوئی محافظ ہے، اور نہ پناہ دینے والا۔ اور جو اس پر توکل کرتا ہے اس کے لئے وہی کافی ہے۔ اور وہ ہی خوف زدہ کو بے خوف کرتا ہے اور پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے، بہت اچھا مالک و دوست اور نہایت زبردست مددگار ہے۔

سبب دوم:

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، تقویٰ اختیار کرنا اور اس کے امر و نہی میں اس کی فرمانبرداری کرنا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین و احکام کی حفاظت کی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ ... وَإِن تَصْبِرُوا۟ وَتَتَّقُوا۟ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ ﴾ (آل عمران)

"اور اگر صبر کروگے اور تقویٰ اختیار کروگے تو ان (کفار) کا فریب و سازش تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کا جو وہ کر رہے ہیں احاطہ کرنے والا ہے"۔

نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: اِحْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، "اللہ تعالیٰ (کے اوامر و نواہی) کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرو (اور انہیں ذمہ داری سے بجالاؤ) تو تم اسے اپنے سامنے پاؤ گے"۔[1]

اور جس شخص کا اللہ تعالیٰ محافظ ہو اور اس کے سامنے ہو تو وہ بھلا کس سے ڈرے گا؟

سبب سوم:

اپنے دشمن پر صبر کرنا اور نہ اس سے لڑنا اور نہ اس سے شکایت کرنا اور نہ کبھی اس کی تکلیف کو خیال میں لانا۔ انسان کو اپنے حاسد اور دشمن کے خلاف صبر سے بڑھ کر اور کسی چیز

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح سنن الترمذي رقم (٢٥١٦).

کے ذریعے مدد نہیں مل سکتی۔ فرمایا:

﴿...وَلَا يَحِيقُ ٱلْمَكْرُ ٱلسَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِۦ ...﴾ (فاطر: ۴۳)

"اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے"۔

لہٰذا محسود (جس پر حسد کیا گیا ہے وہ) انسان جب صبر کرے اور جلد بازی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے ان شاء اللہ اچھی عاقبت پائے گا۔

سبب چہارم:

اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا، اور جو بھی شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اور توکل ان سب سے زیادہ قوی اسباب میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سے انسان اس چیز کو دفع کرتا ہے جس کو دفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یعنی لوگوں کی طرف سے تکلیف، ظلم اور زیادتی۔ سو جس کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو اس کا دشمن کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا، اور اگر انسان اللہ تعالیٰ پر کما حقہ توکل کرے اور ساتوں آسمان اور زمین بھی اور جو بھی ان مابین ہیں سارے اس کے خلاف سازش کریں تو بھی اللہ تعالیٰ اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنائے گا، اور اس کے لئے کافی ہو گا اور نصرت بھی فرمائے گا۔

سبب پنجم:

دشمن سے لاتعلق اور بے فکر ہو جائے اور اس کو اپنے خیال سے ہی مٹا دے، اور جب بھی اس کا خیال آئے تو ٹال دے۔ نہ اس کی طرف التفات کرے اور نہ اُس سے ڈرے، اور نہ اپنے دل میں اس کے بارے میں سوچے۔ یہ بہت زیادہ نافع دواء اور قوی اسباب میں سے ہے۔ جو اسباب دشمن کے شر کو دفع کرنے میں مددگار ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جس شخص کو اس کا دشمن تلاش کر رہا ہو اور اس کو تکلیف پہنچانا چاہے اور یہ شخص نہ اس کا سامنا کرے اور نہ ایک دوسرے کو پکڑنے کی کوشش کریں۔ بلکہ اس سے الگ ہو جائے تو دشمن اس کو نقصان پہنچا نہیں سکتا۔ لیکن جب وہ دونوں ایک دوسرے کو پکڑیں اور ہر ایک دوسرے کے ساتھ چمٹ جائے تو پھر شر حاصل ہوتا ہے، اور یہی حال ارواح کا ہے۔ جب ہر ایک روح دوسرے کے ساتھ چمٹ جائے گی تو سکون ختم ہو جائے گا، اور ہمیشہ شر موجود

رہے گا۔ یہاں تک کہ ان دونوں روحوں میں سے ایک ختم ہو جائے۔
لہٰذا انسان اپنی روح کو اس سے روک لے اور اس کو اس دشمن کے بارے میں سوچ و فکر کرنے سے روکے اور اپنے خیالات کو ایسی چیز میں مشغول کرے جو کہ اس کے لئے نافع ہو، تو حاسد اکیلا باقی رہے گا اور اس کا جسم خود کو ہی کاٹتا رہے گا۔ کیوں کہ حسد آگ کی طرح ہے، اور آگ جب ایسی چیز نہ پائے جس کو وہ جلائے تو خود ہی کو یعنی اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھائے گا۔

سبب ششم:

اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے لئے اخلاص پیدا کرنا اور اپنے ہر خیال میں اس کی محبت اور اس کی رضا کا حصول اور اسی کی طرف لوٹنے کو ہی مقصود و مطلوب رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے دشمن ابلیس کی بات نقل فرمائی:

﴿ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾ (ص)

”پس تیری عزت کی قسم میں ان سارے لوگوں کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے“۔

لہٰذا مخلص اس شخص کی طرح ہے جو ایک ایسے مضبوط قلعے میں پناہ لی ہے کہ جو بھی اس میں پناہ لیتا ہے تو اسے کوئی خوف نہیں ہوتا اور نہ کوئی نقصان ہوتا ہے، اور نہ ہی دشمن اس کے قریب آنے کی امید رکھتا ہے۔

سبب ہفتم:

ان گناہوں سے خالص توبہ کرنا جن کی وجہ سے دشمن اس پر مسلط ہو گیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ ﴾

”جو بھی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے پہنچتی ہے“۔(الشوریٰ)

لہٰذا انسان پر جو بھی مسلط ہو کر نقصان پہنچاتا ہے، وہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسے اس گناہ کا علم ہو یا نہ ہو۔ کیوں کہ جن گناہوں کا انسان کو علم نہیں ہوتا وہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں جن کو وہ جانتا ہے، اور جو گناہ کر کے بھول جاتا ہے۔ وہ بھی ان گناہوں سے

پڑھ کر ہیں جن کو یاد رکھتا ہے۔ ایک مشہور دعا ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ.

"یا اللہ میں تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ جان بوجھ کر تیرے ساتھ شرک کروں اور جو لاعلمی میں شرک ہو جائے اس کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں"۔ [1]

لہٰذا انسان ان گناہوں سے استغفار و بخشش طلب کرنے کا بہت زیادہ محتاج ہے، جن کو نہیں جانتا۔ بنسبت ان کے جن کو جان کر کرتا ہے۔ کیوں کہ انسان پر نقصان دہ چیز فقط اس کے گناہ کی وجہ سے مسلط ہوتی ہے، اور گناہ اور اس کے موجبات کے علاوہ اور کسی شر کا وجود نہیں ہے۔ لہٰذا جب انسان کو گناہوں سے عافیت مل جائے تو ان کے موجبات سے بھی عافیت مل جائے گی۔ لہٰذا انسان پر جب سرکشی ہو اور اسے ایذاء و تکلیف دی جائے اور اس کا دشمن اس پر مسلط ہو تو اپنے گناہوں سے (جن کی وجہ سے اس پر دشمن مسلط ہوا ہے) سچی توبہ سے بڑھ کر اور کوئی چیز نافع نہیں ہو سکتی۔

سبب ہشتم:

صدقہ اور حسب طاقت احسان کرنا۔ کیوں کہ مصیبت، نظر بد اور حاسد کے شر کو دفع کرنے کے لئے اس کی بڑی عجیب تاثیر ہے۔ احسان کرنے والے اور صدقہ کرنے والے پر نظر بد اور حسد اور تکلیف شاید ہی مسلط ہوتی ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز ان پر آ بھی جائے تو بھی اس کے ساتھ نرمی، اعانت اور تائید کا معاملہ ہوتا ہے، اور اس میں اس کی اچھی عاقبت ہوتی ہے۔ صدقہ و احسان کرنا نعمتِ الٰہی کا شکر بجالانا ہے۔ اور نعمت کا شکر ہر اس چیز سے حفاظت کرتا ہے جو اس کے زوال کا سبب بنے۔

سبب نہم:

حاسد، باغی اور ایذاء رساں کی آگ کو، اس کے ساتھ احسان کر کے بجھایا جائے۔ لہٰذا جب بھی دشمن تمہارے ساتھ ایذاء رسانی، شر، سرکشی اور حسد میں بڑھے تو تم اس کے ساتھ

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے دیکھئے: صحیح الأدب (۵۵۱)، الأدب المفرد للبخاری (۷۱۹)

بڑھ کر احسان و نصیحت اور خیر خواہی و شفقت کرو۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ ﴾ (فصلت)

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست"۔

اور یہ خصلت فقط ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو صبر کرتے ہیں، اور یہ چیز ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بہت بڑے نصیب والا ہو۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا حال بھی دیکھیں کہ اس کو اس کی قوم والوں نے مارا یہاں تک کہ خون بہادیا، وہ خود اپنے خون کو صاف کر کے فرمانے لگے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

"یا اللہ میری قوم کو معاف فرما، کیوں کہ وہ نہیں جانتے"۔ (۱)

سبب دہم:

توحید کو خالص کرنا اور فکر کو اسباب کی بجائے مسبّب باری تعالیٰ کی طرف منتقل کرنا کہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ... ﴾

"اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں"۔ (یونس: ۱۰۷)

نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: "جان لو کہ سارے لوگ جمع ہو کر بھی اگر تمہیں نفع پہنچانا چاہیں۔ تو اللہ نے تمہارے لئے جو لکھ دیا ہے اس کے سوا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر سارے مل کر بھی تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی وہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے"۔ (۲)

ع ۱ دیکھئے: صحيح البخاري (٣٤٧٧)، وصحيح مسلم (١٧٩٢).

ع ۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٧٩٥٧)، سنن الترمذي (٢٥١٦).

لہٰذا بندہ جب خالص توحید کو اپناتا ہے تو اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کا خوف نکل جاتا ہے، اور اس کا دشمن اس کے لئے اس سے نہایت کم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ساتھ اس سے بھی ڈرے۔ بلکہ وہ اللہ اکیلے سے ہی ڈرتا ہے۔ اور وہ اپنی فکر و سوچ کو اپنے دشمن کے بارے میں لگانے اور اس سے ڈرنے اور اس کی وجہ سے پریشان ہونے کو اپنی توحید میں نقص سمجھتا ہے۔ کیوں کہ اگر وہ اپنی توحید کو خالص کرے گا تو وہ اسی کے بارے میں مشغول و متفکر رہے گا، اور اللہ ہی اس کی حفاظت اور مدافعت کرے گا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے پھر اگر وہ مومن ہے تو ضروری اللہ تعالیٰ اس کا دفاع فرمائے گا اور اس کے ایمان (کی قوت) کے حساب سے اس کا دفاع ہو گا۔ اگر وہ کامل ایمان والا ہے تو اللہ کی طرف سے دفاع بھی مکمل اور پورا پورا ہو گا اور اگر ایمان میں اختلاط و ملاوٹ ہے تو دفاع بھی اسی طرح ہو گا۔ اور اگر کبھی ایمان کامل اور کبھی ناقص تو دفاع بھی کبھی کامل اور کبھی ناقص ہو گا۔ جیسا کہ سلف صالحین میں سے کسی نے کہا ہے: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل توجہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف کامل توجہ فرماتا ہے اور اگر اللہ سے بالکل اعراض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے کامل بے رخی کرتا ہے، اور اگر وہ دونوں طرح سے چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ اس طرح معاملہ فرماتا ہے"۔

لہٰذا توحید اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم ترین قلعہ ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہو گیا اسے امن مل جائے گا۔ سلف صالحین میں سے کسی نے کہا ہے: مَن خَافَ اللهَ خَافَه كُلُّ شَيءٍ، وَمَن لَم يَخفِ اللهَ أَخَافَه اللهُ مِن كُلِّ شَيءٍ،

"جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اس سے ہر چیز ڈرے گی (یعنی نقصان نہیں پہنچائے گی الا ماشاء اللہ) اور جو اللہ سے نہیں ڈرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر چیز سے ڈرائے گا"۔

یہ دس عظیم اسباب ہیں جن سے حاسد، نظر لگانے والے اور جادوگر کا شر دفع ہو جاتا ہے۔[1]

اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ہر قسم کے شر سے پناہ میں رکھے۔ وہ ہی ہر بات سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

---

[1] دیکھئے: بدائع الفوائد لابن القيم (۲۳۸/۲، ۲۴٦).

مریض کی بیمار پرسی کرتے وقت کیا کہا جائے؟

اسلام نے مریض کے حقوق ادا کرنے، اس کی زیارت کا اہتمام کرنے اور اس کے لئے شفاء وعافیت کی دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور ایسی دعائیں بھی بیان ہوئی ہیں جن کو بیمار پرسی کرتے وقت پڑھنا مستحب ہے۔

یہ ساری دیکھ بھال اور حق ادائیگی اور دعا اس وقت ہو سکتے ہیں جب مسلمان ایک انسان کی مانند ہوں، اور جو چیز کسی ایک کو خوش کرتی ہو وہ ان سب کو خوش کرے اور جو ایک کو تکلیف دے وہ سب کو تکلیف دے۔

❁ جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَثَلُ الْمُؤمِنِيْن فِي تَوادِّهم وَتَراحُمِهم وَتَعاطُفِهم مَثَل الجَسَد، إِذَا اشتَكَى مِنه عُضْوٌ تَداعَى لَه سَائِرُ الجَسَد بِالسَّهرِ وَالحُمَّى.

"مسلمان آپس میں محبت کرنے میں اور ایک دوسرے پر رحم کرنے میں اور نرمی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ اگر جسم کا عضو ایک بیمار اور تکلیف میں ہو تو سارا جسم بے قراری اور بخار محسوس کرتا ہے"۔[1]

❁ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: الْمُسْلِمُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنْ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنْ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ.

"مسلمان ایک انسان کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوگی اور اگر سر میں تکلیف ہو تو بھی پورا جسم درد محسوس کرے گا"۔[2]

اسی وجہ سے بیماروں کے ساتھ اچھائی اور ان سے تکلیف کو ہلکا کرنے کے لئے ان کی زیارت وعیادت مشروع ہوئی ہے۔ اور یہ ان کے حقوق میں سے ایک بنایا گیا ہے۔

❁ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَـيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ

---

[1] دیکھئے: صحیح البخاري (٦٠١١)، وصحیح مسلم (٢٥٨٦).

[2] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٥٨٦).

فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ.

"ایک مسلمان کے دوسرے پر چھ حق ہیں۔جب تو اس سے ملے تو سلام کرے، اور جب تمہاری دعوت کرے تو قبول کرو اور جب تم سے خیر خواہی چاہے تو اس کے ساتھ خیر خواہی کرو اور جب اسے چھینک آئے "اَلْحَمْدُلِلّٰه" کہے تو تم "یرحمك الله" کہو اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہو"۔ (۱)

عیادت کرنے کا ثواب

❁ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عَائِدُ المَرِيْضِ فِي مَخْرَفَةِ الجَنَةِ حَتى يَرْجِع .

"بیمار پرسی کرنے والا واپس لوٹنے تک جنت کے اندرونی راستوں میں چل رہا ہوتا ہے یا اس کے پھل چن رہا ہوتا ہے"۔

❁ ایک اور روایت میں ہے: مَنْ عَادَ مَرِيْضاً لَم يَزِل فِي خُرْفَةِ الجَنَة.

"جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے وہ (واپس آنے تک) جنت سے پھل چن رہا ہوتا ہے"۔ (۲)

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ عَادَ مَرِيْضاً أَوْ زَارَ أَخاً لَه فِي اللهِ نَادَاهُ مُنَادٍ: أَن طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاك، وَتَبَوَّأتَ مِن الجَنَّة مَنْزِلاً.

"جو شخص مریض کی عیادت کرنے یا اپنے دینی بھائی کی زیارت کرنے کے لئے جاتا، تو ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کہ خوش ہو جاؤ اور تمہارا آنا بھی اچھا ہوا اور تم نے جنت میں جگہ حاصل کر لی"۔ (۳)

اس باب میں اور بھی بہت احادیث مروی ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (٢١٦٢).

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم (٢٥٦٨).

(۳) یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٣٤٧٤)، سنن الترمذي (١٩٣١).

آدابِ عیادت

مسلمان کو چاہیئے کہ جب وہ بیمار کی عیادت کرے تو اسے اطمینان دلائے۔ اور اس کے لئے مسئلہ کو آسان بتائے، اور اس کو (بیماری میں) اللہ تعالیٰ کا ثواب و اجر یاد دلائے، اور یہ کہ بیماری کی وجہ سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے اور وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔

❁ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بدو کے پاس اس کی عیادت کرنے آئے۔ آپ ﷺ جب بھی مریض کی عیادت کے لئے آتے تو فرماتے:

لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ

"کوئی مسئلہ نہیں (یہ مرض گناہوں کو) پاک کردے گا"۔

اس بدو نے کہا: "آپ کہہ رہے ہیں مرض پاک کرنے والا ہے، (نہیں) بلکہ یہ تو ایسا بخار ہے کہ ایک بوڑھے پر جوش مار رہا ہے، اور اسے قبر تک پہنچا ہی دے گا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر یوں ہی صحیح"۔ (۱)

❁ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللهُ خبر ہے۔ اس کا مبتدا محذوف ہے یعنی: هُوَ طَهُوْرٌ لَكَ مِنْ ذُنُوْبِكَ، یہ مرض تمہیں گناہوں سے پاک کر دے گا

❁ ام العلاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: جب میں بیمار تھی رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ام العلاء خوش ہو جاؤ کیوں کہ مسلمان کی بیماری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح مٹا کر ختم کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کے زنگ وغیرہ کو ختم کرتی ہے"۔ (۲)

❁ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام السائب یا ام المسیب کے پاس آئے اور فرمایا: "اے ام سائب یا کہا ام المسیب! آپ کیوں کانپ رہی ہیں؟"، انہوں نے کہا: "بخار ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ ڈالے (یعنی اللہ اس کو نامبارک کرے)"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بخار کو برا بھلا مت کہو۔ یہ انسان کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے۔

ع ۱ دیکھئے: صحيح البخاري (٥٦٥٦).

ع ۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٣٤٣٨)، سنن أبي داود (٢٦٨٨).

جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے"۔[1]

❁ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَان وَعَادَ مَرِيْضاً فِي كِنْدَة فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ: أَبْشِر، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُؤمِنِ يَجْعَلُه الله لَه كَفَارةً وَمُستَعتِبًا، وَإِنَّ مَرَضَ الفَاجِرِ كَالبَعِيْرِ عَقله أَهلُه ثُمَّ أَرْسلُوه، فَلَا يَدْرِي لَم عُقل وَلِم أُرسِل.

سعید بن وہب نے کہا: میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اور انہوں نے بنو کندہ میں ایک بیمار کی عیادت کی۔ اور جب اس کے پاس آئے تو کہا: "خوش ہو جاؤ کیوں کہ مومن کی بیماری کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کفارہ بناتا ہے، اور اصلاح و توبہ کا سبب بناتا ہے۔ جب کہ فاجر و بدکار کا مرض اس اونٹ کی طرح ہے جس کو اس کے مالکان باندھتے ہیں، اور پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اسے باندھا کیوں تھا اور کھولا کیوں ہے"۔[2]

لہٰذا اسے بشارت اور نصیحت بھی کرے کہ یہ مصیبتیں جو مومن کو اس کے جسم میں آتی ہیں، ساری اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ.

"مسلمان کو جو بھی تھکاوٹ اور لاغری و کمزوری اور پریشانی، دکھ، تکلیف اور غم، یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے"۔[3]

❁ مستعتبا، یعنی وہ اپنے مرض کے دوران اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے اور اپنی خطا اور کوتاہی کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ جو کہ صحت و عافیت کے دوران اس کو موقع و فرصت نہیں ملتی اور نہ خیال آتا ہے۔

لہٰذا اس طرح مومن کا مرض اس کو گناہ د کوتاہی پر اپنے نفس کی ملامت و معاتبت کرنے کا سبب بنتا ہے، اور برائی سے رضاء الٰہی کی طرف رجوع کرنے کے لئے دھکیلتا ہے، اور یہ مومن کا حال ہوتا ہے۔ جب کہ فاجر جب بیمار ہوتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی ہے جس کو

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۵۷۵)۔

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب (۳۷۹)، الأدب المفرد (۴۹۳)۔

[3] دیکھئے: صحیح البخاري (۵۶۴۲)، وصحیح مسلم (۲۵۷۳)۔

اس کے مالک نے باندھ دیا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے، لیکن اس کو معلوم نہیں اور گناہوں میں مستقل آگے چلتا رہتا ہے اور اپنی سرکشی میں نہ عبرت حاصل کرتا ہے اور نہ اسے نصیحت اور وعظ حاصل ہوتا ہے۔ اور مریض کی عیادت کرنے والے کو عیادت کے مناسب وقت کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ عیادت سے مقصود مریض کو راحت پہنچانا اور اس کے دل کو خوش کرنا ہوتا ہے اور اس پر مشقت ڈالنا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے پاس زیادہ دیر تک ٹھہرنا اور بیٹھ جانا نہیں چاہیئے۔ الا یہ کہ مریض خود اس بات کو پسند کرے اور بیٹھنے میں فائدہ اور مصلحت ہو۔ اور عیادت کرنے والے کا مریض کے سرہانے بیٹھنا مسنون عمل ہے۔

❁ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ جب مریض کے پاس عیادت کے لئے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھتے۔ پھر سات بار یہ دعا پڑھتے:

أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ

”میں اللہ عظیم عرش بریں کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں شفاء دے“۔

پھر اگر اس کے اجل (موت) میں دیر ہوتی تو وہ اس تکلیف سے صحت یاب ہو جاتا“۔ [1]

❁ یہ بھی مسنون ہے کہ عیادت کرنے والا جب مریض کے لئے دعا کرنا چاہے تو اپنا ہاتھ اس کے جسم پر رکھے۔

❁ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کی تو اپنا ہاتھ مبارک ان کی پیشانی پر رکھا پھر اپنے ہاتھ کو ان کے چہرے اور پیٹ پر پھیرا اور کہا:

اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا

”یا اللہ سعد کو شفا دے“۔ [2]

❁ مریض پر ہاتھ رکھنے سے اس کو انسیت ملتی ہے، اور اس کے مرض کی شدت یا کمی معلوم ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ لطف و مہربانی ہوتی ہے۔ اس کے بعد عیادت کرنے والے کو

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب (٤١٦)، الأدب المفرد (٥٣٦).

[2] دیکھئے: صحیح البخاري (٥٦٥٩)، وصحیح مسلم (١٦٢٨).

چاہیئے کہ وہ مریض کو دعا کرنے کی نصیحت کرے اور اس کے پاس اچھی بات ہی کہے۔

❁ صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم مریض کے پاس یا قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہو۔ کیوں کہ فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں"۔ (۱)

❁ عیادت کرنے والا جامع دعا کا انتخاب کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دعاؤں کو ہی پڑھنے کی کوشش کرے۔ کیوں کہ یہ دعائیں بابرکت اور خیر کو جمع کرنے والی ہیں۔ اور خطاء اور غلطی سے پاک ہیں، مثلاً وہ کہے: اَللّٰھُمَّ اشْفِ فُلَانًا۔ (یا اللہ فلاں کو شفا دے، فلاں کی جگہ نام لے کر دعا کرے) یا کہے: طهور إِنْ شَاءَ الله، یا اس طرح کہے: أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ، یا اللهمَّ رَبَّ النَّاس اذهِبِ البَأْس وَاشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَائُكَ. شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث گذر چکی ہیں۔ یا سورۃ الفاتحہ اور معوذات کے ساتھ دم کرے۔ اس بارے میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی احادیث گذر چکی ہیں۔ یا اس دعا کے ساتھ رقیہ (دم) کرے: بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيكَ. بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ،

"میں اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ آپ پر دم کرتا ہوں، ہر ضرر پہنچانے والی چیز، ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی نظر بد سے۔ اللہ آپ کو شفاء عطا فرمائے، میں اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ آپ پر دم کرتا ہوں"۔

یہ وہ دعا رقیہ ہے جس کے ساتھ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دم کیا تھا، جب آپ بیمار ہو گئے تھے۔ یا یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفَى سَقِيمُنَا، بِإِذْنِ رَبِّنَا

"اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے بعض کے لعاب کے ساتھ ہمارے

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۹۱۹).

بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفا دی جائے"۔ (۱)

صحت مند انسان بیماروں کو دیکھ کر نصیحت و عبرت حاصل کرے، اور صحت و عافیت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور رب تعالیٰ سے عافیت طلب کرے۔ اور ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ بڑے مہربان سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے اور سارے مسلمان بیماروں کو شفاء عطاء فرمائے۔ اور سب کے لئے صحت، سلامتی اور عافیت لکھ دے۔ بلاشبہ وہ ہر چیز کو سننے والا اور دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

قریب المرگ انسان کے پاس کیا کہنا چاہیئے؟

مریض کی عیادت کے متعلق آداب کے بارے میں کچھ باتیں بیان ہوئی اور وہ دعائیں بھی جن کا عیادت کے وقت پڑھنا مسنون ہے۔ یہاں پر ہم اس بارے میں بحث کریں گے جو کچھ قریب المرگ مسلمان کے پاس کرنا اور کہنا چاہیئے۔ اسی طرح جس شخص کو موت آرہی ہو تو وہ کیا کہے؟ اس بارے میں اہم بات یہ ہے کہ اس کے لئے دعا کی جائے اور اس کے سامنے صرف اچھی بات کہی جائے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بھی تم مریض یا مرنے والے کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہو۔ کیوں کہ فرشتے تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں"۔ (۲)

اس کو کلمۂ توحید لاَ إِلٰہ إِلاَّ اللّٰہ کی تلقین کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ دنیا سے جاتے وقت اس کا آخری کلام یہی ہو۔

❁ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَقِّنُوا موتاکم لاَ إِلٰہ إِلاَّ اللّٰہ، یعنی "تمہارے مرنے والے (قریب المرگ) لوگوں کو لاَ إِلٰہ إِلاَّ اللّٰہ کی تلقین کیا کرو"۔ (۳)

موتاکم، سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی موت قریب آپہنچی ہو۔ وہ نہیں جو مر چکا ہو۔

۱۔ دیکھئے: صحيح البخاري (٥٧٤٥)، وصحيح مسلم (٢١٩٤).
۲۔ اس حدیث کی تخریج گذشتہ صفحات پر گذر چکی ہے۔
۳۔ دیکھئے: صحيح مسلم (٩١٦).

❁ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَآ إِلَهَ إِلَّآ اللهُ دَخَلَ الجَنَّةَ، "جس شخص کا (دنیا سے جاتے وقت) آخری کلام لآ إله إلاَّ الله ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا"۔ (۱)

❁ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات وهو يَعلمُ أنَّه لا إله إلاَّ الله دخل الجنة، "جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ اسے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے تو وہ جنت میں داخل ہو گا"۔ (۲)

❁ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص کی عیادت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا: "اے ماموں جان! لآ إله إلاَّ الله کہیں"۔ اس نے کہا: "ماموں یا چچا؟"، فرمایا: "بلکہ ماموں"۔ کہا: "کیا لآ إله إلاَّ الله کہنا میرے لئے بہتر ہے؟"، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"۔ (۳)

اس باب میں امام ابو زرعہ رازی کا قصہ بڑا عجیب ہے جو کہ ان کی وفات کے وقت کا ہے۔ یہ قصہ ثابت ہے اور اس کو کئی اہل علم نے ابو عبداللہ محمد بن مسلم البادی سے روایت کیا ہے۔ کہا میں ابو حاتم محمد بن ادریس کے ساتھ ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم رازی کے پاس گیا اور وہ حالت نزع میں تھے۔ میں نے ابو حاتم کو کہا: آؤ ابو زرعہ کو کلمۂ شہادت کی تلقین کریں (تلقین کا معنی ہے کہ قریب الموت کے پاس کلمہ شہادت پڑھا جائے تاکہ وہ بھی سن کر پڑھے۔ یہ معنی نہیں کہ اسے زبردستی پڑھایا جائے)۔ ابو حاتم نے کہا: مجھے ابو زرعہ سے حیاء آتی ہے کہ ان کو کلمۂ شہادت کی تلقین کروں۔ لیکن آؤ ایک دوسرے کو حدیث سنائیں تاکہ شاید سن کر کلمۂ شہادت کہہ دیں۔ محمد بن مسلم نے کہا: میں شروع ہوا اور کہا: حَدَّثَنَا أَبُوعَاصِمِ النَبِيْل قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدالحَمِيْد بْن جَعْفَر، یہاں تک کہ ایسا لگا کہ گویا میں نے اس حدیث کو نہ

---

(۱) دیکھئے: صحيح الجامع (٦٤٧٩)، سنن أبي داود (٣١١٦).

(۲) دیکھئے: صحيح مسلم (٢٦).

(۳) (صحیح) ہے، دیکھئے: احكام الجنائز للألباني (١٤) مسند أحمد (١٥٤/٣)،

سنا ہے اور نہ پڑھا ہے۔ پھر ابو حاتم شروع ہوئے اور کہا: حَدَّثَنا مُحَمَّد بنُ بَشَّار قَالَ حَدَّثَنا أَبُوعَاصِمِ النَبِيْل عَنْ عَبْدالحَمِيْد بْن جعفر، اور ایسا لگا کہ گویا انہوں نے اس حدیث کو نہ سنا ہے اور نہ پڑھا ہے۔ اس پر ابو زرعہ (جو کہ نزع اور قرب الموت میں تھے) شروع ہوئے اور کہا:

حَدَّثَنا مُحَمَّد بنُ بَشَّار قَالَ حَدَّثَنا أَبُوعَاصِمِ النَبِيْل قَالَ حَدَّثَنا عَبْدالحَمِيْد بْن جعفرعَن صَالِحِ بْن أَبِي عريب عَن كَثِير بن مُرة عَن مُعَاذبْن جَبل رضی اللہ عنہ،

یعنی ہمیں محمد بن بشار نے حدیث سنائی، ان کو ابو عاصم النبیل نے کہا، ہمیں عبد الحمید بن جعفر نے حدیث سنائی صالح بن ابی عریب سے، وہ کثیر بن مرہ سے روایت کرتے ہیں وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ مِن الدُّنيا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، "جس کا آخری کلام لاَ إِله إِلاَّ الله ہو گا"۔ ابو زرعہ لفظ اللہ کی ہاء تک پہنچے تو ان کی روح نکل گئی اور لفظ (دَخَلَ الجَنَّة) نہیں کہہ سکے۔[1]

قریب الموت مسلمان اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کا سوال کرے

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے فوت ہونے سے قبل کان لگا کر دھیان کے ساتھ سنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیٹھ مبارک کو میری طرف کر کے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ فرما رہے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ الأَعْلَى

"یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے"۔[2]

مرنے والا (قریب الموت) اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھے اور اس سے اچھائی کی امید رکھے

❁ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے تین

---

[1] دیکھئے: البدر المنير للشيخ ابن الملقن سراج الدين (٤) فضل التهليل وثوابه الجزيل لابن أبي الدنيا (ص ٨١، ٨٠)، القصة مختصرة برواية عبد الرحمن بن أبي حاتم في كتابه الجرح والتعديل (١/ ٣٤٦، ٣٤٥).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٤٤٤٠)، وصحيح مسلم (٢٤٤٤).

روز قبل کہتے ہوئے سنا: لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُم إِلاَّ وَهُو يُحسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ.
"تم میں سے ہر ایک مرتے وقت اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھے"۔ (۱)

❁ امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "حُسْنُ الظَّنِ بِاللهِ" میں امام ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مرنے والے کو اس کے اچھے اعمال کی تلقین کی جائے (یعنی زندگی میں اس نے جو نیکیاں کی ہیں، ان کا ذکر کیا جائے) تاکہ وہ اپنے رب کے بارے میں اچھا گمان رکھے"۔ (۲)

اس کے علاوہ کئی امور و مسائل ہیں کہ قریب الموت مسلمان کو ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

صبر کرنا

اللہ تعالیٰ کی قضاء پر رضامند رہے اور اس کی تقدیر پر صبر کرے تاکہ وہ صبر کرنے والوں اور احتساب (یعنی ثواب کی نیت کرنے والوں) کا اجر پائے۔

صحیح مسلم میں نبی کریم علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "مومن کا معاملہ عجیب ہے۔ اس کا ہر معاملہ خیر والا ہی ہے، اور مومن کے سوا کسی اور کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی۔ اسے اگر آسانی ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر اور اچھا ہوتا ہے، اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے۔ یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے"۔ (۳)

موت کی تمنا نہ کرنا

موت کی تمنا سے بچنا چاہئے اگرچہ مرض شدت اختیار کرلے اور تکلیف بڑھ جائے۔

❁ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا:

[لا يَتَمَنَّيَنَّ أحدُكُم الموتَ لِضُرٍّ أصابَه، فإن كان لا بدَّ فاعلاً فليقل:]

["تم میں سے کوئی بھی شخص کسی تکلیف پہنچنے پر موت کی تمنا نہ کرے اور اگر ضرور دعا کرنا ہی ہو تو اس طرح کہے:]

---

۱ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۸۷۷).

۲ دیکھئے: حسن الظن باللہ (۳۰).

۳ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۹۹۹).

اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي

"یا اللہ جب تک میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہے اس وقت تک مجھے زندہ رکھ اور جب مرنا بہتر ہو تو مار دے"۔[1]

✿ ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا بیمار تھے۔ انہوں نے موت کی تمنا کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا: "میرے چچا موت کی تمنا نہ کریں، کیوں کہ اگر آپ نیک ہیں تو آپ کو مہلت مل جاتی ہے تو آپ مزید نیکیاں کر سکتے ہیں، تو یہ آپ کے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر آپ گناہ گار ہیں اور آپ کو مہلت ملتی ہے تو اپنے گناہوں سے توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کریں تو یہ بھی آپ کے حق میں بہتر ہے۔ لہٰذا موت کی تمنا نہ کریں"۔[2]

خوف وامید دونوں کو یکجا کرے

مرنے والے کو چاہیئے کہ اپنے لئے خوف وامید دونوں کو جمع کرے۔ یعنی اللہ کی رحمت کی امید اور اپنے گناہوں کی وجہ سے اس کے عذاب کا خوف۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک نوجوان کے پاس آئے اور وہ قریب الموت تھا۔ آپ نے پوچھا: خود کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول میں اللہ تعالیٰ سے (رحمت ومغفرت) کی امید کرتا ہوں، اور اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: موت کے وقت جس مسلمان بندے کے دل میں بھی یہ دو چیزیں (خوف وامید) جمع ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز ضرور دے گا جس کی وہ امید کرتا ہے (یعنی رحمت وجنت) اور جس سے ڈرتا ہے (یعنی عذاب سے) اس سے بچائے گا۔[3]

ع۱ دیکھئے: صحيح البخاري (٣٦٥١)، وصحيح مسلم (٢٦٨٠).

ع۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٣٣٦٨)، المسند (٦/٣٣٩).

ع۳ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: سنن الترمذي (٩٠٥)، وسنن ابن ماجه (٤٣٥١) .

وصیت لکھے اور اپنے حقوق سے بری الذمہ ہو جائے

وصیت کا لکھنا اس کے لئے مستحب ہے اور اگر اس پر کسی کے حقوق ہیں، مثلاً امانات وغیرہ تو ان کو ادا کرے۔ اگر ممکن ہو، ورنہ وصیت ہی کر دے۔ اور مال وغیرہ اور جو اس پر (کسی کے) حقوق ہیں ان کے بارے میں وصیت کرنا واجب ہے۔ تاکہ وہ مال ضائع نہ ہو جائے صحیحین میں نبی کریم ﷺ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ، وَلَهُ شَيْءٌ يُرِيْدُ أَنْ يُوْصِيَ فِيْهِ إِلاَّ وَصِيَّتُه مَكْتُوبَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ، "کسی مسلمان شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دو راتیں گزارے اور اس کے پاس ایسی چیز ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی وصیت اس کے سرہانے پر لکھی ہوئی نہ ہو"۔ [1]

❁ مال کے بارے میں وصیت کرنی چاہیئے تاکہ اسے نیکی اور اچھائی کے کام میں خرچ کیا جائے اور اسے مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔ تو یہ مستحب عمل ہے اور شارع علیہ السلام نے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کے اندر مرتے وقت تصرف کرنے کا حق دیا ہے۔ (یعنی زیادہ سے زیادہ ایک تہائی یا اس سے کم کی وصیت کر سکتا ہے)۔

❁ یہ بھی مستحب ہے کہ اپنے اہل کو تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، اس کے اوامر کی محافظت و فرمانبرداری کرنے اور اس کے نبی کریم ﷺ کی سنت پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے کی وصیت کرے اور انہیں ہوا پرستی اور بدعات سے خبردار کرے اور روکے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس طرح وصیت لکھا کرتے تھے:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ

یہ فلاں بن فلاں کی طرف سے وصیت ہے۔ وہ وصیت کرتا ہے کہ وہ اس چیز کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی حقیقی معبود ہے وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور یہ محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اور قیامت ضرور آئے گی، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قبر والوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔۔۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٢٧٣٨)، وصحيح مسلم (١٦٢٧).

اپنے اہل کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور آپس میں صلح کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہے۔ اگر وہ مومن ہیں، اور ان کو اس چیز کی وصیت کرتا ہے جس کی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام نے وصیت کی تھی:

﴿...يَٰبَنِيَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصۡطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ١٣٢﴾

"میرے بیٹو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کو چنا ہے۔ سو تم اس حال میں ہی مرنا کہ تم مسلمان ہو"۔ (البقرۃ)[1]

کفن و دفن کے متعلق وصیت

اسے چاہئے کہ اہل و عیال کو اس بات کی بھی وصیت کرے کہ اس کی سنت کے مطابق تجہیز و تکفین کی جائے اور انہیں بدعت سے روکے، خاص طور پر جب اسے ایسی چیز کے واقع ہونے کا خوف ہو یا اس کے معاشرے میں بدعات مروج ہوں۔

جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت وصیت کرتے ہوئے کہا تھا: "جب تم میرے جنازے کو اٹھا کے چلو تو جلدی سے چلنا اور میرے پیچھے کوئی انگارہ نہ لے کر آنا اور میری لحد پر کوئی ایسی چیز نہ رکھنا جو کہ میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو۔ اور نہ میری قبر پر مقبرہ تعمیر کرنا۔ اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ہر بال منڈھوانے والی، بال نوچنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہوں"۔ لوگوں نے سوال کیا: "کیا آپ نے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟"، کہا: "ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے"۔[2]

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم سب کو اچھا خاتمہ نصیب کرے اور اپنے فضل و کرم سے ایمان پر موت دے۔

نمازِ جنازہ کی دعائیں

نماز جنازہ میں دعا کے بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

---

[1] دیکھئے: سنن سعيد بن منصور (ص/١٢٦) ط. الدار السلفية.

[2] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: أحكام الجنائز (ص/ ١٨)، مسند أحمد (٤/٣٩٧).

پہلی دعا

✿ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی، تو میں نے آپ کی دعا کو یاد کر لیا۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.

"یا اللہ اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما، اور اس کو عافیت دے، اور معاف فرما۔ اور اس کی عزت کی مہمان نوازی کر، اور اس کی قبر کو کشادہ کر، اور اس کو (اس کے گناہوں سے) پانی اور برف اور اولوں کے ساتھ دھو دے، اور اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا ہے۔ اور اس کے گھر کے متبادل اس کو بہتر گھر دے، اور اس کے اہل سے بھی اس کو اچھے اہل دے، اور اس کی بیوی سے بھی اس کو اچھی بیوی دے، اور اسے جنت میں داخل کر، اور اس کو قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ دے"۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو تمنا کی کہ: "کاش یہ جنازہ میرا ہوتا"۔[1]

یہ ایک عظیم اور جامع دعا ہے۔ اس میں میت کے لئے عفو، مغفرت، سلامت، نجات، اکرام و احسان کی خلوص کے ساتھ دعا کی گئی ہے۔ یہ وہ موقع ہے جس میں مرنے والے کے لئے رحمت کا سوال کرنے میں اور دعا میں مبالغہ کرنا مستحب ہے کیوں کہ یہاں مسلمانوں کے بھائی کو لایا گیا ہے تاکہ اس کے لئے دعا کریں، اور اللہ تعالیٰ سے اس کے گناہوں کی بخشش کا اور اس کے عیوب کی ستر پوشی اور کوتاہیوں کو درگزر کرنے کا سوال کریں۔ اور یہ دعا اللہ

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۹۶۳).

تعالیٰ کے حکم سے میت کو فائدہ دیتی ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جو کہ مسلمانوں کی ایک دوسرے کے اوپر رحم دلی اور شفقت و نرمی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور سنت یہ ہے کہ یہ دعا تیسری تکبیر کے بعد ادا کی جائے۔ اور پہلی تکبیر کے بعد سورۃ الفاتحہ پڑھے، اور دوسری تکبیر کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھے، اور تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا یا دیگر مسنون دعائیں پڑھے۔

تشریح

❁ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ، یہاں مغفرت کا معنی یہ ہے: گناہوں کو معاف کرنے کے ساتھ ان کی پردہ پوشی کرنا اور رحمت میں اس سے زیادہ مبالغہ ہے کیوں کہ رحمت میں ناپسندیدہ چیز (یعنی سزا) کے خاتمے کے بعد مرغوب (پسندیدہ) چیز کے حصول کا معنی بھی ہے

❁ وَعَافِهِ. وَاعْفُ عَنْهُ، یعنی اس کو عذاب سے عافیت میں رکھ اور اس سے سلامتی دے اور جو اس سے گمراہی اور کوتاہی ہوئی ہے وہ معاف فرما۔

❁ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، نزل اس چیز کو کہتے ہیں جو مہمان کو پیش کی جاتی ہے۔ یعنی اس کی اچھی ضیافت فرما۔

❁ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، یعنی قبر میں اس کے لئے کشادگی کر اور اس طرح اس کی اپنے یہاں جنت میں منازل کو وسیع اور کشادہ کر۔ کیوں کہ "مُدْخَل" یہاں مفرد اور مضاف ہے۔ لہٰذا عموم کا معنی دے گا۔

❁ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، یہ تینوں چیزیں گناہوں کی حرارت کی مخالفت اور مقابلے میں ہیں۔ لہٰذا اس کو ٹھنڈا کر دیں گی، اور اس کی گرمی کی شدت کو بجھا دیں گی۔

❁ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، یہ دونوں افعال تنقیۃ بمعنی تطہیر سے ہیں یعنی اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر جیسے سفید کپڑے کو اس میل سے پاک و صاف کیا جاتا ہے جو اس کو لگ جاتا ہے۔ یہاں خاص سفید کپڑے کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس میں میل کچیل کو ختم کرنا دوسرے رنگوں کی بنسبت زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔

❁ وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهِ، یعنی اس کو دنیا کے گھر کے بدلے میں جنت میں داخل کر جو

کہ تیری طرف سے تکریم کا گھر ہے۔

❁ وَأَهْلاً خَيْراً مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجاً خَيْراً مِنْ زَوْجِهِ، یعنی اس کو ان سے بہتر عطا فرما۔ یہ چیز اعیان اور اوصاف دونوں کی تبدیلی کو شامل ہے۔ اعیان کی تبدیلی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اہل سے بہتر (جنت کی حوریں) عطا فرمائے۔ اور اوصاف میں تبدیلی اس طرح کہ (دنیا میں) بوڑھی بیوی (جنت میں) جوان ہو جائے گی اور بد اخلاق اچھے اخلاق والی ہو جائے گی، اور بد صورت خوبصورت ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس کے لئے جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سوال کیا ہے اور قبر کے فتنے (آزمائش و عذاب) سے اور اس کے شر اور اثر سے سلامتی کا سوال کیا ہے۔

دوسری دعا

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو اس طرح دعا کی:

اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الإِسْلاَمِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيمَانِ، اَللّٰهُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلاَ تُضِلَّنَا بَعْدَهُ

"یا اللہ ہمارے زندہ اور مردہ، چھوٹے و بڑے، مرد و عورت اور حاضر و غائب کو کو بخش دے۔ یا اللہ تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا چاہے اس کو اسلام پر زندہ رکھ، اور جس کو وفات دینا چاہے اس کو ایمان پر وفات دے۔ یا اللہ ہمیں اس (میت پر نماز وغیرہ) کے ثواب سے محروم نہ کر اور نہ اس کے جانے کے بعد گمراہ کرنا"۔[1]

یہ عظیم دعا ہے جو کہ میت اور اس پر نماز پڑھنے والوں کو اور دیگر زندہ اور مردہ مسلمانوں کو اور چھوٹوں، بڑوں، مردوں، عورتوں کو اور حاضر و غائب سب کو شامل ہے۔ کیوں کہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی اور رحمت کے بے حد محتاج ہیں۔ اور جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کو ہر ایک مسلمان مرد و عورت گذرے ہوئے اور آنے والے سب

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجہ (۱۲۱۷)، مسند أحمد (۲/۳۶۸)، سنن ابن ماجہ (۱۴۹۸).

کے بدلے میں ایک ایک نیکی ملے گی کیوں کہ "المُعجَم الكَبِيْر لِلطبَرَاني" میں حسن سند کے ساتھ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ استغْفرَ لِلْمُؤْمِنِين وَالمُؤْمِنَات كَتَبَ الله لَه بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً،

"جو بھی شخص مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے گا (یعنی مغفرت و بخشش طلب کرے گا) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مومن مرد و عورت کی طرف سے ایک ایک نیکی دے گا"۔[1]

تشریح

❁ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الإِسْلاَمِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيمَانِ، یہاں زندگی کے بارے میں اسلام کا ذکر فرمایا اور موت کے وقت ایمان کا۔ یہ اس لئے کہ اسلام کو جب ایمان کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس وقت اسلام سے ظاہری شرعی اعمال مراد ہوتے ہیں اور ایمان سے باطنی (قلبی) اعتقادات۔ اس لئے حیات و زندگی کے بارے میں اسلام کا لفظ مناسب تھا۔ کیوں کہ انسان جب تک زندہ ہے اس کے لئے عمل و بندگی کرنے کا موقع و امکان ہوتا ہے۔ جب کہ موت کے وقت اس کی قوت نہیں ہوتی نہ امکان ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صحیح اعتقاد اور ایمان سلیم پر موت ہی ممکن ہوتی ہے۔

❁ اس لئے فرمایا: وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الإِيمَانِ، یعنی "ہم میں سے جس کو بھی موت دے اس کو ایمان پر مارنا"۔

❁ اَللّٰھُمَّ لاَ تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، یعنی وہ اجر جو اس کی تجہیز و تکفین، نماز جنازہ کے ساتھ چلنے اور لے کر جانے اور اس کو دفن کرنے سے ہمیں حاصل ہو۔ اس طرح وہ اجر جو ہم اس کی وجہ سے آنے والی تکلیف پر صبر کرنے سے حاصل کریں۔ جب کہ اس کے اعمال کا اجر خود اسی کو ملے گا اور ہمیں اس سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

❁ وَلاَ تُضِلَّنَا بَعْدَهُ، "ان کے فراق کے بعد ہمیں گمراہی، فتنے اور پھسلنے سے پناہ میں رکھ"۔

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (٦٠٢٦)، مجمع الزوائد (١٠/٢١٠).

تیسری دعا

✿ یزید بن رکانہ بن المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازہ پر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اس طرح دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ أَمَتِكَ احْتَاجَ إِلَى رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهِ إِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِي حَسَنَاتِهِ إِنْ كَانَ مُسِيئاً فَتَجَاوَزْ عَنْه.

”یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیری بندی کا بیٹا ہے، تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کو عذاب دینے سے بے پرواہ ہے۔ اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ کر، اور اگر برا ہے تو اس کے گناہوں کو معاف فرما“۔[1]

چوتھی دعا

✿ سعید المقبری سے روایت ہے کہ اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ جنازہ پر کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا: اللہ کی قسم میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میں اس کے گھر سے اس کے ساتھ جاتا ہوں۔ پھر جب وہ (نماز کے لئے) رکھا جاتا ہے تو پھر (نماز شروع کرتے وقت) اللہ اکبر کہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ پر صلاۃ (درود) پڑھتا ہوں۔ پھر کہتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ إِنَّه عَبْدُكَ وابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ. كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِه. اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِي إِحْسَانِه، وَإِنْ كَانَ مُسِيْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ. اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَه، وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

”یا اللہ بلا شبہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہے۔ یہ اس بات کی گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے، اور محمد (ﷺ) تیرے بندے اور

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: أحكام الجنائز للألباني (ص/۱۵۹)، المعجم الكبير (۲۴۹/۲۲)۔

رسول ہیں۔ اور تو اس کو زیادہ جاننے والا ہے۔ یا اللہ اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی میں اضافہ فرما اور اگر یہ برا تھا تو اس کی برائیوں سے تجاوز و در گذر فرما۔ یا اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور نہ ہی اس کے بعد ہمیں فتنے میں مبتلا کرنا"۔ (۱)

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بخش دے۔ بلاشبہ وہ بہت زیادہ بخشش کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

میت کو دفن کرتے ہوئے، تعزیت اور زیارتِ قبور کے وقت کیا کہنا چاہئے؟

ابھی ان اذکار کا بیان گذرا ہے جو کہ نماز جنازہ میں پڑھتے ہیں اور اب ہم ان اذکار کو بیان کریں گے جو کہ میت کو دفن کرتے وقت، دفن کرنے کے بعد کہتے ہیں، اور جو دعائیں سوگواروں کے ساتھ تعزیت کرتے وقت پڑھنی ہیں اور جو دعائیں قبر کے پاس جاتے وقت پڑھنی ہیں۔

✿ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں اتارتے تو کہتے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

"اللہ کے نام سے اور اس کے رسول کے دین پر"۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب تم مردوں کو قبروں میں رکھو تو اس طرح کہا کرو۔ پھر آپ نے یہی دعا ذکر فرمائی۔ (۲)

دفن کرنے کے بعد کی دعا

دفن سے فارغ ہونے کے بعد میت کے لئے مغفرت اور (منکر و نکیر کے) سوال پر ثابت قدمی کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے۔ پھر کہتے: اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو

عـ۱ دیکھئے: الموطا (٦٠٩).

عـ۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: الارواء (١٩٧/٣)، أبو داود (٣٢١٣)، الترمذي (١٠٤٦)

اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیوں کہ ابھی اس سے سوال ہو گا۔[1]

یہاں پر قرآن شریف سے کچھ پڑھنا یا میت کو اس کی صحبت (یعنی فرشتوں کے سوالات کے جواب) کی تلقین کرنا۔ جس طرح کچھ لوگ کرتے ہیں جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس مقام پر فقط استغفار اور ثابت قدمی کا سوال کرنا ہی مسنون ہے۔ جس کی تفصیل گذری۔

تعزیت کے وقت اہل میت یا ورثاء کیا کہیں

مسلمان کے لئے یہ مشروع ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح تعزیت کرے جو کہ اس کو تسلی دے اور اس کے غم کو دور کرے، اور قضاء پر رضامندی کے لئے اور مصیبت پر صبر کرنے کے لئے مددگار ہو۔ کوشش کرے کہ وہ الفاظ جو کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں یا کوئی اچھی بات کہے۔ جو کہ اصل مقصود کو پورا کرے، اور شرع کے خلاف بھی نہ ہو۔

اور مسلمان کو اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تعزیت کرنے سے اور ان کی آزمائش اور مصیبت میں بھی اجر ملتا ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آپ نے فرمایا: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ إِلاَّ كَسَاهُ اللهُ عزَّ وجلَّ مَن حُلَلِ الكَرَامَةِ يومَ القيامَة.

"جو بھی شخص مصیبت کے دن اپنے بھائی سے تعزیت کرتا ہے تو اس کو اللہ رب العزت قیامت کے دن کرامت وعزت کا لباس پہنائے گا"۔[2]

تعزیت کرنے کا طریقہ

❁ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ایک بیٹی نے آپ کو پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا وفات پا چکا ہے، آپ آئیں۔ آپ نے جواباً سلام بھیجا اور کہا: إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کی وہ چیز تھی جو اس نے لی ہے اور جو چیز اس نے دی ہے وہ بھی اسی

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٧٦٠)، سنن أبي داود (٣٢٢١).

[2] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٣٥٠٨)، سنن ابن ماجه (١٦٠١).

کی ہے اور ہر چیز کا اس کے ہاں اجل مقرر ہے۔ لہٰذا صبر کرو اور (مصیبت میں) ثواب کی نیت رکھو"۔ (١)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث تعزیت کا ایک طریقہ بیان کرتی ہے اور اسی طرح تعزیت کی جائے"۔

❁ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں حدیث میں ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ (جس طرح ہر انسان کی آنکھیں موت کے وقت کھل جاتی ہیں) پھر آپ علیہ السلام نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمایا: "روح جب قبض ہوتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں"۔ ابو سلمہ کے گھر کے کچھ لوگ چیخ کر رونے لگے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "اپنے اوپر بددعا نہیں کرو، بلکہ اپنے لئے اچھی دعا ہی کرو۔ کیوں کہ فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہہ رہے ہیں"۔ پھر فرمایا:

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وارْفَعْ دَرَجَتَه فِى الْمَهْدِيِّينَ، واخْلُفْه فِى عَقِبِهِ فِى الْغَابِرِينَ، واغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، وافْسَحْ لَهُ فِى قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ.

"یا اللہ ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند کر ان کے گھر والوں کیلئے بہتر وارث بنا اور ہمیں اور اس کو بخش دے، اے جہانوں کے پروردگار اور اس کے لئے اس کی قبر میں کشادگی فرما اور اس میں نور اور روشنی پیدا فرما"۔ (٢)

زیارت قبور کی مشروعیت اور مقاصد

احادیث میں قبروں کی زیارت کا جواز اور مشروعیت ثابت ہے۔ اور یہ زیارت برائے نصیحت اور آخرت کی یاد کے لئے اور قبروں میں مدفون مسلمانوں کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرنے کی نیت سے ہونی چاہیئے۔ ابتداء اسلام میں لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا گیا

---

(١) دیکھئے: صحيح البخاري (١٢٨٤)، وصحيح مسلم (٩٢٣).

(٢) دیکھئے: صحيح مسلم (٩٢٠).

تھا۔ کیوں کہ انہوں نے ابھی قریب میں ہی جاہلیت کو چھوڑا تھا اور یہ خوف تھا کہ قبروں کی زیارت کرتے وقت لوگ اہل جاہلیت کی کوئی بات نہ کہہ دیں۔ پھر جب اسلام کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں، اور اس کے احکام عام و آسان ہو گئے اور اس کی راہِ ہدایت کے نشانات مشہور ہو گئے تو ان کے لئے قبروں کی زیارت حلال و جائز کر دی گئی۔ ساتھ ساتھ اس زیارت کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا اور قبروں پر غلط بات کرنے سے بھی روک دیا گیا۔

بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو“۔

اس کو مسلم، احمد اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور احمد نے مزید الفاظ روایت کئے ہیں: فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الآخِرَةَ، کیوں کہ یہ تمہیں آخرت یاد دلاتی ہیں۔ اور نسائی کے زائد الفاظ یہ ہیں: فَمَنْ أَرَادَ أَن يَزُورَ فَلْيَزُرْ، وَلاَ تَقُولُوا هُجراً۔[1]

لہٰذا جو زیارت کرنا چاہے کر سکتا ہے لیکن (وہاں پر) غلط اور باطل بات نہ کہو۔

”الھجر“ باطل قول کو کہتے ہیں، مثلاً اہل قبور کو پکارنا یا اللہ کو چھوڑ کر انہیں فریاد کرنا یا ان کے ذریعے سے توسل کرنا یا ان سے برکت طلب کرنا اور اس جیسی دوسری باطل اور گمراہی پر مبنی باتیں کرنا۔

قبرستان میں داخل ہوتے وقت کیا کہنا چاہئے؟

❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو رب تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ آپ بقیع قبرستان والوں کے پاس جا کر ان کے لئے استغفار کریں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول (اگر میں جاؤں تو؟) کیا کہوں؟“، فرمایا: ”اس طرح کہو:

السَّلاَمُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ،
وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلاَحِقُونَ

---

[1] دیکھئے: صحيح مسلم (۹۷۷)، المسند (۳۵۵/۵)، سنن النسائي (۸۹/٤).

"سلام ہو قبرستان میں (مدفون) مومنوں اور مسلمانوں پر۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے گذر جانے والوں پر اور ہم سے بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے۔ ان شاء اللہ ہم بھی آپ سے ملنے والے ہیں"۔ (۱)

✿ بریدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں سکھلاتے تھے کہ جب وہ قبرستان کی طرف جائیں (تو کیا کہیں؟)۔ پھر کہنے والا اس طرح کہتا:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.

"سلام ہو تم پر اے قبرستان کے مومنوں اور مسلمانوں اور ہم بھی اگر اللہ نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتا ہوں"۔ (۲)

✿ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب زاد المعاد میں زیارت قبور کے باب میں لکھا ہے: "نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبروں کی زیارت، ان کے لئے رحمت و استغفار کی نیت سے کرتے تھے اور یہی وہ زیارت ہے جس کو آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے مسنون کہا ہے۔ آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرتے وقت اس طرح سلام و دعا کرنے کا حکم فرمایا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.

آپ ﷺ قبروں کی زیارت کرتے وقت اسی طرح قبر والوں کے لئے دعا و استغفار کرتے تھے، جیسے نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا کرتے اور اس کے لئے رحمت و مغفرت طلب کرتے تھے۔ لیکن مشرکوں نے وہ سب کچھ چھوڑ کر قبر والوں کو پکارنے لگے ہیں، اور ان کو اللہ تعالیٰ کے شریک کرنے لگے ہیں۔ اور ان کی اللہ تعالیٰ کو قسمیں دیتے ہیں، اور ان سے اپنی حاجات پوری کرنے کا سوال کرتے ہیں، اور ان سے استعانت و مدد طلب کرتے

---

(۱) دیکھئے: صحيح مسلم (۹۷۴).

(۲) دیکھئے: صحيح مسلم (۹۷۵).

ہیں۔ تو ان ہی کی طرف دعا وغیرہ میں متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقے کے خلاف ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ زیارت قبور کے وقت توحید اور میت کے ساتھ احسان و اچھائی کا طریقہ روا رکھتے تھے۔ جب کہ ان مشرکوں کا طریقہ شرکیہ کا اور اپنے اور میت کے ساتھ بھی برائی کا ہے۔ یہ مشرکین تین قسم کے ہیں:

(۱) یا تو میت (قبر والے) کو پکارتے ہیں،

(۲) یا اس کے واسطے سے پکارتے ہیں،

(۳) یا اس کے پاس جا کر دعا کرتے ہیں۔

اور قبروں کے پاس جا کر دعا کرنے کو بہت بڑا واجب اور مسجدوں میں دعا مانگنے سے بھی افضل سمجھتے ہیں۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقے پر غور کرے گا تو دونوں طریقوں میں فرق واضح سمجھ جائے گا"۔[1]

گذشتہ بحث سے واضح ہوا کہ زیارت قبور کے بارے میں لوگوں کا حال تین حالات سے باہر نہیں ہوگا۔

اول: اس لئے قبروں کی زیارت کرے گا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کا سوال کرے اور مردوں کے حال اور جس چیز کی طرف وہ گئے اس سے عبرت حاصل کرے۔ سو یہ چیز اس کے لئے عبرت و نصیحت کا سبب بنتی ہے اور یہی شرعی زیارت ہے۔

دوم: اس لئے زیارت کرے کہ وہاں جا کر اپنے لئے اور جس کے لئے چاہے دعا کرے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ قبرستان یا قبروں کے پاس دعا کرنے سے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ یہ ایک گندی بدعت ہے۔

سوم: اس لئے زیارت کرے تاکہ مردوں کے جاہ اور حق کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ مثلاً کہے: یا اللہ میں تجھ سے فلاں کے جان کے توسل سے یا فلاں کے حق کے توسل سے سوال کرتا ہوں۔ یہ ایک حرام بدعت اور شرک کا ایک وسیلہ ہے۔

چہارم: اس لئے زیارت کرے کہ قبر والوں کو پکارے اور ان سے فریاد کرے اور ان سے

---

[1] دیکھئے: زاد المعاد (۵۲۶/۱ ، ۵۲۷).

استغاثہ کرے اور مدد کے لئے ان کو پکارے یا شفا طلب کرے وغیرہ یہ شرک اکبر ہے۔ جو کہ انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہماری اور آپ کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہر نیکی کی توفیق عطا فرمائے بلاشبہ وہ ہر دعا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

بارش طلب کرنے کی دعا

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے یہ مشروع کیا ہے کہ جب ان کے علاقوں میں خشک سالی آجائے، اور بارشیں کم ہوں اور قحط آجائے تو نماز، دعا اور استغفار کی طرف جلدی کریں اور یہ بھی بتایا ہے کہ جو بھی بندہ اس کو پکارے گا اسے وہ رسوا نہیں کرے گا اور جو بھی مومن اسے پکارے گا اس کی دعا کو رد نہیں کرے گا۔ لہٰذا جو شخص اس کو صدق دل اور گڑگڑاہٹ اور اصرار کے ساتھ پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا کرتا ہے اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور اس کا سوال پورا کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾ (البقرة)

"اور جب میرے بندے آپ کو میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دیں کہ) بلا شبہ میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں، جب بھی وہ مجھے پکارے۔ پس وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت والے بنیں"۔

رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ جب بارش بند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔ جو کہ بارش کے بند ہو جانے کا سبب ہیں۔ اور رب تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام کے متعلق بتایا ہے کہ وہ اپنی امتوں کو توجہ و استغفار کا حکم کرتے اور ترغیب دلاتے تھے۔ اور ان کو واضح بتاتے تھے کہ استغفار دعا کی قبولیت، بارش برسنے اور مال و اولاد میں خیر و برکت کی کثرت کے اسباب میں سے ہے۔ رب ذوالجلال نے نوح علیہ السلام کے بارے میں بتایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا: ﴿ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّـٰتٍ وَيَجْعَل

لَكُوْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ ﴾ (نوح)

"پھر میں نے کہا اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ وہ بہت زیادہ بخشش کرنے والا ہے۔ آسمان سے تمہارے لئے موسلادھار بارش برسائے گا اور تمہیں مال و اولاد دے گا، اور تمہارے لئے باغات بنائے گا، اور تمہارے لئے دریا بہائے گا"۔

اور ھود علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ انہوں نے اپنی قوم کو کہا: ﴿ وَيَٰقَوْمِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا۟ مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾ ﴾ (هود)

"اور اے میری قوم (کے لوگو) اپنے رب سے (اپنے گناہوں کی) بخشش طلب کرو اور اسی کی طرف لوٹ آؤ (تو) آسمان سے موسلادھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں اور اضافہ کرے گا اور مجرم بن کر پھر نہ جاؤ"۔

اور باری تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْقُرَىٰٓ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ... ﴾ (الأعراف: ٩٦) "اور اگر گاؤں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم ان کے لئے آسمان و زمین سے برکتوں کو کھول دیتے"۔

اور فرمایا: ﴿ وَأَنِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَٰعًا حَسَنًا ... ﴾ (هود: ٣)

"اور یہ کہ اپنے رب سے بخشش مانگو۔ پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو اچھا فائدہ دے گا"۔

ان نصوص میں دلالت ہے کہ توبہ و استغفار خیر کے نازل ہونے، برکات کے جاری رہنے اور دعاؤں کے قبول ہونے کا سبب ہے اور اس مقام پر مسلمان کو اس بات سے بچنا چاہیئے کہ کہیں اس کے دل پر مایوسی اور ناامیدی غالب نہ آجائے یا ایسی بات کرے جو کہ تنگ دلی اور ناراضگی پر دلالت کرے۔ کیوں کہ مومن ہمیشہ اپنے رب سے مانگتا رہتا ہے، اور اس کے فضل میں اور رحمت پر امید رکھتا ہے، اور منافع کو حاصل کرنے اور ضرر رساں اشیاء کو ہر جہت سے دفع کرنے کے لئے بھی اکیلے رب ذوالجلال کا محتاج ہوتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا رب نہیں ہے۔ جس کی طرف متوجہ ہو، اور اس کو

پکارے، اور نہ ہی کوئی دوسرا معبود و رب ہو سکتا ہے۔ جس سے امید رکھے۔ وہ نہ اپنے
رب کے دروازے کو چھوڑ سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کے دروازے پر دستک دے سکتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ سے کئی مبارک دعائیں مروی ہیں۔ جن کا بارش کو طلب کرنے کے لئے ادا کرنا مشروع ہے۔ ان دعاؤں میں اللہ کے واسطے تذلل اور اس کے سامنے خضوع اور جھکنے کا اظہار ہے، اور اس کی عظمت و کمال اور بندوں کے اس کے ہاں محتاج ہونے کا اظہار ہے۔ اور اکیلا اللہ تعالیٰ بے پرواہ و محمود ہے۔

پہلی دعا

❁ عن أنس بن مالك رضي الله عنه: "أَنَّ رَجُلاً دَخَلَ يَوْمَ الجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وُجَاهَ المِنْبَرِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَائِماً فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ المَوَاشِي، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ يُغِيثُنَا. قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ: **اللَّهُمَّ اسْقِنَا. اللَّهُمَّ اسْقِنَا. اللَّهُمَّ اسْقِنَا،** قَالَ أَنَسٌ: وَلاَ وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلاَ قَزَعَةٍ وَلاَ شَيْئاً، وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلاَ دَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ. قَالَ: وَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سَبْتاً، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ البَابِ فِي الجُمُعَةِ المُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِماً فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الأَمْوَالُ، وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ، فَادْعُ اللهَ يُمْسِكُهَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: **اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا. اللَّهُمَّ عَلَى الآكَامِ وَالظِّرَابِ وَالأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.** قَالَ: فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ".

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص جمعہ کے دن (مسجد نبوی میں) اس دروازے سے داخل ہوا جو کہ منبر کے سامنے ہوتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اور عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ مویشی ہلاک ہو چکے اور راستے بند ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے

دعا کریں۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا.

"یا اللہ ہم پر بارش برسا، یا اللہ ہم پر بارش برسا، یا اللہ ہم پر بارش برسا"۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم ہم نہ تو آسمان میں بادل دیکھ رہے تھے، اور نہ بادل کا کوئی ٹکڑا اور نہ کوئی اور چیز ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر وغیرہ نہیں تھا۔ پھر اس کے پیچھے سے ڈھال کی طرح کا ایک بادل نمودار ہوا۔ پھر جب آسمان کے وسط میں آیا تو بارش برسانے لگا۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم ہم نے ایک ہفتے تک سورج نہیں دیکھا (یا دھوپ نہیں دیکھی) پھر اگلے جمعے کو اسی دروازے سے ایک شخص داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ وہ شخص آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اللہ کے رسول ﷺ مال تباہ ہو گیا اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ بارش کو روک دے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا، اَللّٰھُمَّ عَلَى الآكَامِ وَالظِّرَابِ وَالأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ.

"یا اللہ ہمارے ارد گرد بارش برسا ہم پر نہ برسا۔ یا اللہ ریتیلے ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور وادیوں پر اور درخت اور گھاس کے اگنے کی جگہ پر برسا"۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر بادل ٹوٹ کر بکھر گئے اور ہم (مسجد سے) باہر نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔[1]

تشریح

- حدیث میں لفظ "سَلْعٍ" مدینہ منورہ میں ایک معروف پہاڑ کا نام ہے۔
- سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ، بادل اپنی گولائی و کثافت کے لحاظ سے ڈھال کی طرح ہے۔

---

[1] دیکھیے: صحيح البخاري (١٠١٣)، وصحيح مسلم (٨٩٧).

* اللَّهُمَّ عَلَى الآكَامِ وَالظِّرَابِ، الآکام ریت کے ٹیلوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد أَكَمَة ہے،
* "الظِّرَابِ" یہ "الظَرِب" کی جمع ہے یعنی چھوٹی پہاڑیاں۔

اور اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارش طول پکڑے اور کثرت سے برسے اور اس سے ضرر ونقصان کا اندیشہ ہو تو بارش روکنے کے لئے دعا کی جاسکتی ہے۔

دوسری دعا

* عن عائشة رضي الله عنها قالت: "شَكَى النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ قُحُوطَ الْمَطَرِ، فَأَمَرَ بِمِنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمُصَلَّى، وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْماً يَخْرُجُونَ فِيهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَبَّرَ، وَحَمِدَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ، وَاسْتِئْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ عَنْكُمْ، وَقَدْ أَمَرَكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ، وَوَعَدَكُمْ أَنْ يَسْتَجِيبَ لَكُمْ، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ اللهُ لاَ إِلهَ إِلاَّ أَنْتَ الْغَنِيُّ، وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلاَغاً إِلَى حِينٍ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ، فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتَّى بَدَا بَيَاضُ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلَّبَ أَوْ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، فَأَنْشَأَ اللهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ، ثُمَّ أَمْطَرَتْ بِإِذْنِ اللهِ، فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهُ حَتَّى سَالَتِ السُّيُولُ، فَلَمَّا رَأَى سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ".

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے منبر کے لئے حکم کیا جو کہ ان کے لئے عید گاہ میں رکھ دیا گیا اور لوگوں کے لئے ایک دن مقرر فرمایا تھا کہ اس دن وہ (نماز استسقاء کے لئے) نکلیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ اس وقت باہر نکلے جب سورج کی ٹکیا ظاہر

ہوئی۔ آپ ﷺ منبر پر بیٹھے اور اللہ اکبر کہا۔ یعنی اللہ کی بڑائی بیان کی اور اس کی حمد کی۔ پھر فرمایا: تم لوگوں نے اپنے ملک میں خشک سالی اور مقررہ وقت پر بارش نہ ہونے کی شکایت کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تم اس کو پکارو اور اس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا کو قبول فرمائے گا۔ پھر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ الْغَنِيُّ، وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَ بَلَاغًا إِلٰى حِيْنٍ

”ساری تعریف جہانوں کے رب اللہ کے لئے ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود برحق نہیں ہے وہ جو چاہتا کرتا ہے۔ یا اللہ تو ہی معبود ہے اور تیرے سوا کسی کی عبادت حلال نہیں ہے تو بے پرواہ ہے اور ہم محتاج ہیں ہم پر بارش برسا اور جو بارش تو برسائے اس کو ہمارے لئے قوت اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے کافی بنا“۔

پھر آپ ﷺ نے دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے اور آپ ہاتھوں کو بلند کرتے رہے۔ یہاں تک آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی پیٹھ مبارک لوگوں کی طرف کی اور اپنی چادر کو پلٹا اور آپ ہاتھ بھی اٹھاتے رہے۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف توجہ کی اور منبر سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک بادل پیدا کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گرج وچمک کے ساتھ برسا اور آپ کے مسجد واپس آنے سے قبل ہی ندیاں اور نالے بہنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے جب لوگوں کو (برسات کے پانی سے بچنے کے لئے) بچاؤ کی جگہ کی طرف ڈرتے دیکھا تو آپ ﷺ ہنس دیئے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں"۔[1]

تشریح

❁ قُحُوطَ الْمَطَرِ ، یعنی بارش بند ہو جانا، اور منقطع ہو جانا۔

❁ حِينَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ، یعنی جب سورج کا ایک کونا ظاہر ہو۔

❁ عَنْ إِبَّانِ زَمَانِهِ، اس کے نازل ہونے اور برسنے کے وقت سے دیر کی ہے۔

❁ فَلَمَّا رَأَى سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكِنِّ، الكِنّ مسکن وگھر وغیرہ کو کہتے ہیں۔ جو گرمی یا سردی سے بچائے۔

تیسری دعا

❁ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ بَوَاكِي فَقَالَ: « اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلاً غَيْرَ آجِلٍ». قَالَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ.

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ رونے والیاں آئیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس طرح دعا کی:

اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيثاً مَرِيئاً مَرِيعاً نَافِعاً،
غَيْرَ ضَارٍّ، عَاجِلاً غَيْرَ آجِلٍ

"یا اللہ ہم پر مفید بارش برسا، نفع دینے والی ہو۔ نقصان دینے والی نہ ہو۔ جلدی آنی والی ہو دیر کرنے والی نہ ہو"۔ فرمایا: "پھر آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی"۔[2]

تشریح

❁ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ بَوَاكِي، بَوَاكِي (بَاكِيَة) کی جمع ہے جس کا معنی (رونے والی)۔ بعض نسخوں میں (رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُوَاكِي) اس کا معنی ہے: میں نے آپ ﷺ کو اپنے

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود (١٠٤٠)، سنن أبي داود (١١٧٣).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود (١٠٣٦)، سنن أبي داود (١١٦٩).

دونوں ہاتھوں پر زور لگاتے ہوئے دیکھا جب آپ ان کو دعا میں اٹھا رہے تھے۔

لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ جب بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، یا کوئی اور دعا کرے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا گمان رکھے اور اس کی ذات میں بڑی امید رکھے اور دعا میں اس سے (قبولیت واجابت کے لئے) اصرار کرے اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیوں کہ اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور اس کی سخاوت بھی عظیم ہے اور اس کی رحمت بھی ہر چیز سے وسیع ہے۔

بارش برستے وقت کیا کہنا چاہیے؟

* ابھی استسقاء یعنی بارش طلب کرنے کے متعلق دعائیں گذری ہیں۔ اور وہ دعائیں جو کہ بارش بند ہو جانے یا وقت پر نہ ہونے پر مانگی جائیں۔ اور اس وجہ سے جو خشک سالی ہوتی ہے، اور مویشی ہلاک ہوتے ہیں، اور دوسرے نقصانات ہوتے ہیں۔ اس وقت وہ دعائیں مانگی جائیں۔ ادر یہ دعائیں بڑی بابرکت ہیں، اور یہ جہانوں کے پروردگار سے فریادیں ہیں کہ جو ساری مخلوق کا خالق ہے۔ جس کے ہاتھ میں سارے امور کی باگ ہے، اور آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ وہ رب جو اگر کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو فقط (کُنْ) "ہو جا" کہتا ہے تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔
* دعا شدتِ احتیاج اور بندگی کے اثبات کا اظہار ہے جو کہ بندے کے لئے خشوع وخضوع اور رب ذوالجلال کے سامنے شدید انکساری کو واجب کرتی ہے۔
* اور کتنی دعائیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ اور بے شمار نقصان دہ اشیاء کو دور کرتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے بندہ بے شمار بھلائیاں برکتیں اور کئی قسم کی مسرتیں حاصل کرتا ہے۔
* بندے کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر کام میں پکارے۔ جب بارش میں دیر ہو تو بھی پکارے اور جب بارش برسے تب بھی دعا کرے، اور جب گرج سنے تو بھی اللہ کو یاد کرے۔ سو اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف محتاجی اس کی ذات میں شامل ہے اور پلک جھپکنے کے برابر بھی وہ اپنے رب سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ اکیلا ہی بے پرواہ اور تعریف کا مستحق ہے۔ بارش طلب کرنے اور رکنے کے لئے اذکار ودعائیں ابھی گذری ہیں اور جب بارش برسے

تو یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

اَللّٰھُمَّ صَیِّباً نَافِعاً

"یا اللہ فائدہ مند بارش برسا"۔ (1)

تشریح

❁ صَیِّباً، فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی "اجعله" اس کو مفید بنا اور "الصیب" بارش کو کہتے ہیں۔

❁ نافِعاً، یہ صَیِّباً کی صفت ہے۔ اس سے الصیب الضار یعنی نقصان دہ بارش سے احتراز کیا گیا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ بارش کا نزول کبھی رحمت اور نعمت ہوتا ہے اور یہ بارش نافع ہوتی ہے کبھی اس کا برسنا عقوبت اور عذاب ہوتا ہے ایسی بارش ضار یعنی نقصان دہ ہوتی ہے۔

❁ جب بارش برسے تو مسلمان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ بارش نافع اور نقصان دہ نہ ہو۔ اور یہ دعا مذکورہ بارش نازل ہونے کے بعد برائے زیادتِ خیر و برکت بھی مستحب ہے۔ اور اس مقام پر بندے پر واجب ہے کہ اپنے اوپر رب ذوالجلال کی نعمتوں کو پہچانے اور اس کے فضل کا اعتراف کرے۔ کیوں کہ وہ ہی نعمتوں کا مالک اور اتمام کرنے والا ہے۔ وہی دیتا ہے اور روکتا ہے، جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی رب اور معبودِ حقیقی نہیں ہے۔

❁ زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صیبہ کے مقام پر فجر کی نماز پڑھائی، اور وہاں رات کو بارش ہو چکی تھی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے کچھ بندے صبح کو مجھ پر ایمان لائے اور کچھ نے میرے ساتھ کفر کیا ہے۔ جس نے کہا بارش محض اللہ کے فضل سے ہوئی ہے، وہ میرے اوپر ایمان لایا ہے، اور کواکب یعنی ستاروں کے ساتھ کفر کیا، اور جس نے کہا کہ فلاں کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو اس نے میرے

---

(1) دیکھئے: صحیح البخاري (۱۰۳۲).

ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا ہے۔[1]

❁ جو شخص بارش برستے وقت کہتا ہے کہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ برسی ہے۔ تو وہ نعمت کی نسبت اس کی طرف کرتا ہے۔ جس نے دی ہے، اور وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس فضل اور خیر و رحمت کا نزول محض اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی رحمت کے آثار ہیں۔ اور جو شخص بارش برسنے پر کہتا ہے کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے تو یہ بات دو امور سے خالی نہیں ہو سکتی۔ یا تو وہ اعتقاد رکھتا ہو کہ بارش کو ستارے نے ہی برسایا ہے، اور یہ ظاہر کفر ہے جو کہ انسان کو اسلام سے خارج کر دے گا۔ یا یہ اعتقاد رکھے کہ بارش تو رب تعالیٰ ہی برساتا ہے جب کہ ستارہ محض اس کا سبب ہے سو یہ نعمت کی نسبت اس چیز کی طرف کرتا ہے جس کو وہ سبب سمجھتا ہے اور یہ نعمت کی ناشکری ہے، اور شرکِ خفی میں سے ہے۔

❁ ستارے بارش کے نزول کیلئے اسباب نہیں ہیں۔ بلکہ بارش کے نزول کا سبب انسانوں اور دیگر جانداروں کی اپنے رب کی طرف محتاجی و افتقار، اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے سوال کرنا، اور ان کا استغفار و توبہ کرنا، اور اسی کی طرف لوٹنا اور اپنے رب کو حال و مقال کی زبان سے پکارنا ہے۔

❁ پھر وہ اپنی حکمت و رحمت سے مناسب وقت پر ان کی حاجت و ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بارش برساتا ہے۔ اور بندے کی توحید تب تک مکمل نہیں ہو سکتی، جب تک وہ اپنے اوپر اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اعتراف نہیں کرے گا۔ اور ان نعمتوں کی نسبت اکیلے اللہ تعالیٰ کی طرف کرے گا۔ اور ان نعمتوں سے رب تعالیٰ کی عبادت اور ذکر و شکر کے لئے فائدہ اٹھائے گا۔[2]

تیز آندھی چلے تو کیا کہنا چاہئے؟

❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب تیز آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (۱۰۳۸)، وصحيح مسلم (۷۱)

[2] دیکھئے: القول السديد لابن سعدي (ص/۱۰۸، ۱۰۹).

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ

"یا اللہ میں تجھ سے اس کی ہوا بھلائی اور خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس خیر کا جو اس میں ہے اور جس خیر کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے اور میں اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس شر سے جو اس میں ہے اور جس شر کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے"۔ [1]

کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تیز ہوا اور آندھی و طوفان کو گالی دے یا برا بھلا کہے کیوں کہ یہ تیز ہوا اور آندھی اللہ کے امر سے مسخر اور مدبر و مامور ہے۔

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: الرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللهِ، تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَتَأْتِي بِالعَذَابِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلاَ تَسُبُّوهَا، وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا، وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا،

"تیز آندھی اللہ تعالیٰ کے ارواح میں سے ہے، اور یہ کبھی رحمت کے ساتھ آتی ہے، تو کبھی عذاب کے ساتھ لہٰذا جب بھی آندھی دیکھو تو اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو"۔ [2]

❁ مِنْ رَوْحِ اللهِ، کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے ان ارواح سے ہے جن کو اس نے پیدا کیا ہے اور یہ اضافت خلق و ایجاد کی ہے۔

❁ جناب سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: اللّٰهُمَّ لَاقِحًا لَا عَقِيمًا.

"یا اللہ اس ہوا کو ایسی ہوا بنا جو درختوں کو حاملہ کر دے (یعنی نر کھجور وغیرہ کے درخت کا بور اڑا کر مادہ کھجور پر ڈال دے) اور ایسی ہوا نہ بنانا جو بانجھ کرنے والی ہو"۔ [3]

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۸۹۹).

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب (۶۹۶)، الأدب المفرد (۹۰۶)، وسنن أبي داود (۵۰۹۷)

[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب (۵۵۳)، الأدب المفرد (۷۱۸).

❁ لَاقِحًا، کا معنی ہے: "ملقحة للسحاب"، یعنی بادلوں کو اڑانے والی ہوا۔ اس معنی میں فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿٢٢﴾ ﴾ (الحجر)

"اور ہم نے ہواؤں کو باردار بنا کر پھر آسمان سے بارش برسائی، اور ہم نے تمہیں پانی پلایا اور تم وہ پانی کبھی جمع نہیں کر سکتے تھے"۔

یعنی رحمت کی ہواؤں کو ہم نے مسخر کر دیا ہے۔ وہ بادلوں کو ایسے اٹھاتی ہیں جیسے نر مادہ کو پھر اس اللہ کے حکم سے پانی پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ وہ پانی بندوں کو اور مویشی و جانوروں اور زراعت کو پلاتا ہے۔ اور ان کی ضرورت کے لئے زمین میں ذخیرہ ہو جاتا ہے۔ پس ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور نعمتیں بھی اس کی ہیں، اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

گرج سن کر کیا کہنا چاہیئے؟

❁ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ جب گرج سنتے تھے تو بات کرنا چھوڑ دیتے، اور اس طرح کہتے:

سُبْحَانَ الَّذِي يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ،

"پاک ہے وہ ذات کہ رعد (یعنی گرج یا رعد فرشتہ جو بادلوں کو ہانکتا ہے) اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتا ہے اور فرشتے بھی اس سے ڈرتے ہوئے اس کی تسبیح کرتے ہیں"۔ (۱)

❁ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب گرج کی آواز سنتے تھے تو "سُبْحَانَ الَّذِي سَبَّحت لَه"، (یعنی پاک ہے وہ ذات جس کے لئے ان بادلوں اور گرج نے تسبیح بیان کی ہے) کہتے تھے۔ (۲)

اس مقام پر تسبیح بیان کرنے میں رب ذوالجلال کی تعظیم ہے کہ جس کی کمال قوت وقدرت کی علامات میں سے رعد یعنی گرج بھی ہے۔ اس میں رعد یعنی گرج کو جواب بھی

---

۱ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب (٥٥٦)، الأدب المفرد (٧٢٣)، والموطأ (١٨٢٢).

۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الأدب (٥٥٥)، الأدب المفرد (٧٢٢).

ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ہم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔

سورج یا چاند گرہن کے وقت کے اذکار

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کے لئے بے شمار مخلوقات کو اس کا اکرام اور اس پر مہربانی کرتے ہوئے مسخر کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو پورا کرے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے آسمانوں، زمین، رات و دن، سورج و چاند وغیرہ سب کو مسخر کر دیا ہے یعنی یہ سارے انسان کے مفاد و فائدے اور موافقت میں چل رہے ہیں۔ اور اس کے خلاف طغیانی نہیں کرتے۔

اس کے علاوہ رب ذوالجلال کی انسان پر اتنی مہربانیاں ہیں کہ شمار نہیں کی جاسکتیں۔

فرمان الٰہی ہے:﴿ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾ ﴾(الجاثیة)

”اللہ ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے تابع کیا ہے تاکہ اس میں اسی کے حکم سے کشتیاں چلیں، اور تم اس کے فضل (رزق وغیرہ) کو تلاش کرو اور اس کا شکر بجالاؤ اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے تابع کر دیا ہے، جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے“۔

اور فرمایا:﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٩﴾ ﴾ (لقمان)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور اس نے سورج و چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ہر چیز ایک مقرر مدت کی طرف چل رہی ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے جو تم کرتے ہو باخبر ہے“۔

اور فرمایا:﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ

وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلْأَنْهَٰرَ ﴿٣٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ﴿٣٣﴾ وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ (إبراهيم)

''اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے۔ اور آسمان سے پانی (بارش) اتارتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ تمہارے رزق کے لئے پھل پیدا کرتا ہے اور اس نے تمہارے لئے کشتیوں کو بھی مسخر کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اس کے حکم سے سمندروں میں چلیں اور اس نے تمہارے لئے دریاؤں کو بھی مسخر کر دیا ہے۔ اور اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو بھی مسخر کر دیا ہے جو کہ لگاتار چل رہے ہیں۔ اور اس نے رات و دن کو بھی تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ اور وہ تمہیں ہر وہ چیز دیتا ہے جو تم اس سے مانگتے ہو۔ اور اگر اس کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان بڑا ظالم بڑا ناشکرا ہے''۔

بہر حال سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے ذریعے رب ذوالجلال نے بندوں پر مہربانی اور احسان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہمیشہ چلنے والے بنایا ہے اور وہ تھکتے بھی نہیں ہیں۔ یہ دونوں انسانی مصالح کے لئے زمانے کے حساب سے چل رہے ہیں اور جسم، حیوان، زراعت اور پھلوں کے فوائد کے لئے چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس طرح بنایا ہے کہ یہ ایک مضبوط حساب اور اندازے سے چلتے ہیں کہ اس حساب اور تقدیر سے نہ اوپر ہوتے ہیں اور نہ نیچے، نہ دائیں مڑتے ہیں اور نہ بائیں، نہ آگے جاتے ہیں اور نہ پیچھے۔ فرمایا:

﴿ ٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ ﴾ (الرحمن)

''سورج و چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں''۔

اور فرمایا:﴿ وَٱلشَّمْسُ تَجْرِى لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلْعُرْجُونِ ٱلْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ وَلَا ٱلَّيْلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِى فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾ ﴾ (يس)

"اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چل رہا ہے۔ یہ بڑے غالب بہت جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند کی ہم نے منازل مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ کر ایسا ہو جاتا ہے جیسی (کھجور کی) پرانی مڑی ہوئی شاخ ہوتی ہے۔ اور سورج کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ چاند کو جا پہنچے اور نہ رات دن سے سبقت لے سکتی ہے۔ اور سب کے سب فضاء میں تیر رہے ہیں"۔

پھر یہ کہ سورج و چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور اس کی مخلوق میں سے ہیں۔ اسی کے حکم سے روشن ہوتے ہیں اور بے نور ہوتے ہیں اور انہیں گرہن لگتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے گناہوں کی عاقبت سے ڈرانا چاہتا ہے تو ان کی ساری روشنی یا بعض روشنی کو ختم کر کے ان کو گرہن لگا دیتا ہے۔ لوگوں کو ڈرانے اور انہیں نصیحت دلانے کے لئے، تاکہ وہ لوٹ آئیں اور توبہ کر لیں اور اپنے رب کے اوامر کو پورا کریں اور جس کام کو اس نے حرام کیا ہے اسے چھوڑ دیں جیسا کہ فرمایا ہے:

﴿وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿٥٩﴾﴾ (الإسراء)

"ہم نشانیاں فقط ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں"۔

اس میں رب تعالیٰ کی کمال قدرت پر دلالت ہے۔ وہ اشیاء کو پھیرنے، امور کو تبدیل کرنے اور مخلوق کو جیسے چاہے بدلنے کی قدرت رکھتا ہے مثلاً سورج و چاند کا جو کہ روشن ہیں، گرہن لگ کر سیاہ ہونا اور ظلمات میں ڈوب جانا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی وجہ سے گرہن کے وقت نماز، دعا، ذکر، استغفار اور صدقے کی طرف جلدی کرنا مشروع کیا گیا ہے۔

❁ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، لاَ يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْعُوا اللهَ، وَكَبِّرُوا، وَصَلُّوا، وَتَصَدَّقُوا ۔

"بلاشبہ سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر گرہن نہیں ہوتے۔ لہٰذا جب تم یہ گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور اس

کی بڑائی بیان کرو اور نماز پڑھو، اور صدقہ و خیرات کرو"۔ (۱)

❁ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دفعہ سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں قیامت برپا نہ ہو جائے۔ آپ مسجد میں آئے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ جس میں قیام، رکوع اور سجدے اتنے لمبے کئے کہ میں نے کبھی آپ کو اتنے لمبے کرتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ نشانیاں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ بھیجتا اور ظاہر کرتا ہے۔ یہ نشانیاں کسی کے مرنے اور پیدا ہونے پر ظاہر نہیں ہوتیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ڈرانا چاہتا ہے۔ لہٰذا جب تم ان نشانیوں میں سے کوئی چیز دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، دعا اور استغفار کی طرف جلدی کرو"۔ (۲)

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک دفعہ ہی سورج گرہن سنہ دسویں ہجری میں ہوا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تھے۔ اور جاہلیت میں لوگ سمجھتے تھے کہ سورج یا چاند گرہن کسی عظیم شخصیت کے مرنے یا پیدا ہونے پر ہی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ یہ گمان غلط اور باطل ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گذشتہ حدیث میں فرمایا ہے: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لاَ يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلاَ لِحَيَاتِهِ.

یعنی سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر گرہن نہیں ہوتے۔

❁ جب سورج گرہن ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کے عالم میں مسجد کی طرف آئے اور موذن کو حکم دیا کہ وہ "الصَّلَاۃ جَامِعَة"، "نماز کے لئے جمع ہو جاؤ" کی نداء لگائے۔ لہٰذا مسجد میں مرد و عورتیں جمع ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے صفیں بنا لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا، سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ پھر ایک طویل سورت

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (١٠٤٤)، وصحيح مسلم (٩٠١).

(۲) دیکھئے: صحيح البخاري (١٠٥٩)، وصحيح مسلم (٩١٢).

پڑھی۔ قرأت جہری کی، پھر رکوع کیا، اور رکوع بھی بہت طویل کیا۔ پھر سر مبارک اٹھایا اور "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" کہا اور طویل قیام کیا جو کہ تقریباً رکوع کے برابر تھا۔ پھر لمبا سجدہ کیا جو کہ رکوع کے برابر تھا۔ پھر سر اٹھایا طویل جلسہ کیا یعنی دیر تک بیٹھ گئے۔ پھر لمبا سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی وہی کچھ کیا جو پہلی رکعت میں کیا تھا لیکن یہ دوسری رکعت پہلی رکعت سے قرأت، رکوع اور قیام میں کم تھی۔ پھر تشہد کیا اور سلام پھیرا اور سورج روشن ہو چکا تھا۔ پھر آپ نے نہایت عظیم و بلیغ خطبہ دیا۔ جس میں آپ ﷺ نے بیان کیا کہ: سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کے مرنے یا پیدا ہونے پر گرہن نہیں ہوتے۔ اور آپ ﷺ نے گرہن کے وقت نماز، ذکر الٰہی، دعا و استغفار کی طرف جلدی کرنے کی ترغیب دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے کھول دے، اور روشن ہو جائے۔ اور آپ ﷺ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا کہ: اے محمد ﷺ کی امت! اللہ کی قسم کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند نہیں ہے۔ اور اس کو اس بات سے غیرت آتی ہے کہ اس کا بندہ یا اس کی بندی زنا کرے۔ اے امت محمد ﷺ جو بات میں جانتا ہوں وہ تم جانو تو تمہاری ہنسی کم ہو جائے اور رونا بڑھ جائے۔

اور یہ بھی فرمایا: میں نے جو بھی چیز نہیں دیکھی تھی وہ اس جگہ دیکھ لی۔ یہاں تک کہ جنت و جہنم بھی۔ اور مجھے وحی کی گئی کہ مسیح دجال کے فتنے کے برابر تم پر قبروں میں آزمائش آئے گی۔ یہ پوچھا جائے گا کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ یعنی محمد ﷺ کے بارے میں۔ سو مومن اور صاحب یقین تو کہے گا کہ یہ محمد ﷺ ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر آئے تھے۔ پھر ہم نے قبول کیا اور پیروی کی۔ اس کو کہا جائے گا آرام سے سو جا تو واقعۃً صاحب یقین تھا۔ اور منافق یا شک کرنے والا کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔ لوگوں کو سنا کہ کچھ کہہ رہے تھے تو میں نے بھی وہ کہہ دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ کو اس جگہ کچھ لیتے ہوئے دیکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ رہے تھے۔ فرمایا:

میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ لینے کی کوشش کی اور اگر اس کو لے لیتا تو رہتی دنیا تک تم اس سے کھاتے رہتے۔ اور میں نے جہنم بھی دیکھی اور آج جیسا بھیانک اور ڈراؤنی منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور میں نے اس میں اکثر عورتیں دیکھیں۔ صحابہ نے عرض کیا: کیوں اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ نے فرمایا: اپنے کفر (ناشکری) کی وجہ سے۔ عرض کیا: کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ کہا: اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں، اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ ہمیشہ اچھائی کرتا ہے، پھر اگر اس نے تیری طرف سے کوئی کوتاہی دیکھی تو کہے گی، میں نے آپ سے کبھی کوئی بھلائی اور خیر نہیں پائی۔[1]

۞ گرہن کے وقت نبی کریم ﷺ کا پریشان ہونا اور نماز ادا کرنا، جنت و جہنم کا اس نماز کے دوران پیش کیا جانا، اور ہم نے دنیا و آخرت کے مسائل میں سے جس کا سامنا کرنا ہے۔ اس کا دیکھنا، اور آپ کا اپنی امت کو قبروں میں حالتِ فتنے میں دیکھنا اور اس قدر بلیغ و مؤثر خطبہ دینا اور اپنی امت کو گرہن کے وقت میں نماز، ذکر، دعا، استغفار، تکبیر اور صدقے کا حکم کرنا۔ البتہ کسوف یعنی گرہن ایک نہایت عظیم مسئلہ ہے، اور اس دوران نماز، دعا اور استغفار کی اہمیت پر بھی ثابت کرتا ہے۔ حالانکہ اس زمانے میں اکثر لوگ گرہن کے مسئلہ میں سستی سے کام لیتے ہیں۔ اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے اور ان کے نہ کوئی اندر تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ فقط ایمان کی کمزوری اور سنت سے لاعلمی کی وجہ سے ہوا ہے، اور ایسے افراد پر اعتماد کی وجہ سے جو کہ گرہن کو فقط طبعی اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہیں، اور اس کے شرعی اسباب اور اس زبردست حکمت سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں۔ جن کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ گرہن کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی آیات کی تعظیم کرنے اور اس سے ڈرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی آیات سے عبرت حاصل کرنے اور ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ وہی بہت بڑا سخی اور مہربان ہے۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (١٠٤٤)، وغيره، وصحيح مسلم (٢/٦٢٢، ٦٢٧).

نیا چاند دیکھ کر کیا کہنا چاہیے؟

ہر ماہ کا نیا چاند دیکھ کر دعا پڑھنے کے متعلق حدیث مروی ہے۔ اس دعا میں رب ذوالجلال سے سوال کیا گیا ہے کہ اس ماہ کو جس کا چاند نظر آیا ہے، سعادت، ایمان، سلامتی اور اسلام کا مہینہ بنا دے۔ یہ ایک بابرکت دعا ہے اور مسلمان کو چاہیئے کہ جب بھی وہ نیا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے۔

✿ طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

اللَّهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ.

"یا اللہ اس چاند کو ہمارے لئے سعادت، ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے"۔ [1]

اس دعا کے معانی کے متعلق بحث کرنے سے پہلے تھوڑا سا رک کر ہم اس واضح نشانی اور آیت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ جو رب ذوالجلال کی عظمت اور کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے۔

✿ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "چاند کی طرف دیکھو، اور اس کی عجیب نشانیوں کو بھی دیکھو۔ کس طرح اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا کہ باریک دھاگا ہو۔ پھر اس کی روشنی بتدریج بڑھتی ہے، اور آہستہ آہستہ ہر رات کو کمال کی طرف بڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کامل اور چودھویں کی رات میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر دوبارہ آہستہ آہستہ گھٹنا شروع ہوتا ہے ۔یہاں تک کہ پہلی حالت پر آجاتا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے سے لوگوں کے معاش (یعنی دنیوی کام کاج) عبادات اور مناسک (یعنی حج کے مسائل و اعمال) کے لئے اوقات معلوم ہوں۔ اور ماہ و برس کی تمیز ہو۔ اس کے علاوہ اس میں کئی حکمتیں، نشانیاں اور عبرتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا"۔ [2]

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٧٢٦)، سنن الترمذي (٣٤٥١).

[2] دیکھئے: مفتاح دار السعادة (٢/٢٧).

اللہ تعالیٰ نے چاند کو قرآن مجید میں اپنی عظیم آیات (نشانیوں) اور زبردست براہین کے ضمن میں شمار کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَءَايَةٌ لَّهُمُ ٱلَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ ٱلنَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ﴿٣٧﴾ وَٱلشَّمْسُ تَجْرِى لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ ٱلْعَزِيزِ ٱلْعَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَٰهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَٱلْعُرْجُونِ ٱلْقَدِيمِ ﴿٣٩﴾ لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ وَلَا ٱلَّيْلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِى فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾ ﴾ (یس)

"اور ان کے لئے رات بھی ایک نشانی ہے۔ جس سے ہم دن کو نکالتے ہیں تو وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چل رہا ہے۔ یہ بہت ہی غالب بہت ہی زیادہ جاننے والے کا اندازہ ہے اور چاند کی ہم نے منازل مقرر کر دی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دوبارہ کھجور کی پرانی مڑی ہوئی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے اور سورج کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پہنچے اور نہ ہی رات دن سے سبقت لے سکتی ہے اور سارے فضا میں تیر رہے ہیں"۔

﴿ ... وَٱلْقَمَرَ قَدَّرْنَٰهُ مَنَازِلَ ... ﴾، یعنی اس کی اترنے کی منازل جہاں وہ ہر ایک منزل میں ہر رات کو اترتا ہے۔ یہاں تک کہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح بہت ہی چھوٹا ہو جاتا ہے۔ جس طرح کھجور کی پرانی شاخ خشک ہو جاتی ہے، اور اس کا حجم چھوٹا ہو جاتا ہے اور مڑ جاتی ہے۔ پھر دوبارہ مہینے کے شروع میں طلوع ہوتا ہے۔ اور بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کی روشنی مکمل ہو جاتی ہے۔ سو کتنی بڑی نشانی ہے اور خالق تعالیٰ کی عظمت پر کتنی واضح دلیل ہے۔ اور اس کی صفات کی عظمت پر بھی کوئی شک نہیں کہ اس نشانی اور دیگر آیات کے بارے میں رب تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ سو ان آیات میں غور و فکر انسان کو رب ذوالجلال کے بارے میں معرفت و علم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اور اس کی وحدانیت اور صفات کمال اور نعوت، یعنی عموم قدرت، وسعت علم، کمال حکمت اور کثرت بر و احسان وغیرہ کی طرف۔ پھر بندہ اپنے دین کو باری تعالیٰ کے لئے خالص کرتا ہے اور اس اکیلے کے لئے تذلل، خضوع، حب انابت اور خوف و امید کو خالص کرتا ہے۔ لہٰذا یہ

واضح اور ظاہر دلائل ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ربوبیت والوہیت اور عظمت وکبریائی میں متفرد اور اکیلا ہے۔

❁ اس وجہ سے جب آپ ﷺ نیا چاند دیکھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ کیوں کہ یہ رب تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی پر عظیم دلیل اور نشانی ہے۔ تکبیر کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہے، اور اس سے کوئی چیز بڑی نہیں ہے۔ عدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فَهَلْ مِنْ شَيْءٍ أَكْبَرُ مِنَ اللهِ "کیا کوئی چیز اللہ سے بڑی ہو سکتی ہے"؟[1]

یقیناً کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے بڑی نہیں ہو سکتی، یہاں استفہام انکاری ہے۔ بلکہ ہر بڑی اور عظیم چیز کو دیکھتے وقت اللہ اکبر کہنا مشروع ہے۔ تاکہ قلب میں فقط اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور تعظیم کے ساتھ مشغولیت باقی رہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: "کبار مواضع میں اللہ اکبر کہنا مشروع ہے۔ (کبار مواضع وہ ہیں جو کہ کثرت جمع یا عظمت فعل یا قوت ذاتی وغیرہ کی وجہ سے بڑے سمجھے جائیں)۔ یہ اس لئے کہ اس بات کو بیان کیا جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے۔ اور اس کی کبریائی قلوب میں ان امورِ کبار کی بڑائی پر غالب رہے۔ تاکہ دین (یعنی ایمان و عمل) سارا اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔ اور سارے بندے اس کی بڑائی بیان کریں اور ان کو دو مقصود حاصل ہوں"۔[2]

❁ نبی اکرم ﷺ کا نیا چاند دیکھ کر اللہ اکبر کہنے کا تذکرہ سنن دارمی میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ، اللَّهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ.

کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو اس طرح کہتے:

---

[1] دیکھئے: المسند (۴/۳۷۸)، وصحیح ابن حبان (الإحسان) (۶/۷۲۰۶).

[2] دیکھئے: مجموع الفتاوی (۲۴/۲۲۶).

اللَّهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالأَمْنِ وَالإِيمَانِ، وَالسَّلاَمَةِ وَالإِسْلاَمِ، والتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وتَرْضَى، رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ.

"یا اللہ اس چاند کو ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر۔ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ (اے چاند) تیرا اور میرا رب اللہ ہی ہے"۔ (۱)

تشریح

❁ الْهِلاَل، پہلی، دوسری اور تیسری رات کے چاند کو کہا جاتا ہے۔ جب کہ دیگر راتوں کے چاند کو قمر ہی کہا جاتا ہے۔

❁ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا، یعنی ہم پر طلوع کر اور ہمیں دکھا۔

❁ بِالأَمْنِ وَالإِيمَانِ، امن، اطمینان، راحت، سکون کو اور آفات اور شرور سے سلامتی کو کہا جاتا ہے۔ اور طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں الیمن کا لفظ ہے۔ جس کا معنی سعادت ہے۔ ایمان زبان سے اقرار، دل کی تصدیق اور اعضاءِ جسم سے عمل صالح کرنے کا نام ہے۔

❁ وَالسَّلاَمَةِ وَالإِسْلاَمِ، سلامۃ بچاؤ اور آفات و مصائب سے نجات کو کہا جاتا ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی شریعت کے لئے انقیاد و عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

❁ رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ، اس میں اس بات کا اثبات ہے کہ انسان، چاند اور تمام مخلوقات، اللہ تعالیٰ کی ہی ربوبیت کے تحت ہیں، اور اس کے امر کے ساتھ مسخر اور اس کے حکم کے سامنے سر جھکانے والے ہیں۔ اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر چاند کی عبادت کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمِنْ ءَايَـٰتِهِ ٱلَّيْلُ وَٱلنَّهَارُ وَٱلشَّمْسُ وَٱلْقَمَرُ ... ﴾ (فصلت: ۳۷)

"سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو بنایا ہے اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو"۔

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (۱۸۱٦) سنن الدارمي (١٦٨٧)۔

اس کے علاوہ اس حدیث میں کئی فوائد ہیں۔ جن میں سے چند کی طرف میں یہاں اشارہ کرتا ہوں۔

❁ ان فوائد میں یہ بھی ہے کہ اس میں ایمان اور اسلام کے درمیان فرق کا بیان ہے اور یہ کہ یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں ہیں۔ جب ان دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہو۔ بلکہ ہر ایک کا خاص اور الگ معنی اور ایمان سے باطنی ہوتا ہے اعتقاد مراد ہوتا ہے اور اسلام سے ظاہری اعمال مراد ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ بیان کیا جائے تو ہر ایک دوسرے کا معنی بھی دے گا۔

❁ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ امن، ایمان کے ساتھ مربوط ہے جب کہ سلامتی اسلام کے ساتھ۔ سو ایمان امن و امان کا راستہ ہے اور اسلام سلامتی کا راستہ ہے اور جو شخص ان دونوں کو چھوڑ کر امن و سلامتی چاہے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾﴾ (الأنعام)

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہ ملایا ان ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت والے ہیں“۔

❁ اس حدیث میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سب سے اہم عمل، جس کے اندر اپنے مال وسائل اور اوقات صرف کئے جائیں اور مشغول رہا جائے وہ ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اور اس بات پر ایمان لانا جس پر ایمان لانے کا رب ذوالجلال والاکرام نے اپنے بندوں کو حکم فرمایا ہے۔ اور اس کے ہر حکم و امر میں اس کی فرماں برداری کرنا۔

❁ جو بندہ اس عظیم مقصد سے روگردانی میں مہینوں گذارتا ہے۔ وہ مہینوں کو ضائع کر رہا ہے، اور خیر و بھلائی سے محروم ہو رہا ہے۔ کیوں کہ مہینے فقط اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ ان میں ایمان و اعمال کی محافظت کی جائے۔

❁ اس بات کی حقیقت لوگوں کے لئے اس وقت واضح ہو گی جب وہ روز محشر کو رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ تاکہ وہ اپنے اعمال کے نتائج اور اپنی زندگی کی (کھیتی کی) کٹائی اور اوقات کا پھل دیکھیں۔

✿ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”سال درخت ہے، مہینے اس کی شاخیں ہیں اور دن اس کی ٹہنیاں اور گھنٹے اس کے پتے ہیں، اور سانسیں اس کا پھل ہیں۔ پھر جس کی سانسیں اللہ کی اطاعت میں گذرتی ہیں۔ اس کے درخت کا پھل اچھا ہے، اور جس کی سانسیں اللہ کی معصیت ونافرمانی میں گذرتی ہیں اس کے درخت کا پھل اندرائن (ایک نہایت کڑوا پھل) کی طرح ہے۔ اور کٹائی تو قیامت کے دن ہو گی اور اس وقت پتہ چل جائے گا کس کا پھل میٹھا ہے اور کس کا کڑوا“۔ (۱)

اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اوقات کی اصلاح فرمائے۔ اور ان کو امن وایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ آباد کرے۔ اور اس عمل کے لئے توفیق کا بھی سوال کرتے ہیں جس کو وہ چاہتا اور پسند فرماتا ہے وہ ہی ہمارا رب ہے، اور اس کے سوا کوئی بھی پروردگار حقیقی نہیں ہے۔

---

۱ دیکھئے: الفوائد (ص/۲۹۲).

شب قدر کی دعائیں

سال کے کچھ دنوں اور اوقات کو فضیلت حاصل ہے۔ ان میں دعا کرنا بھی افضل ہے اور دعا کی قبولیت واجابت کی بھی زیادہ امید ہے اور رب ذوالجلال کی بڑی زبردست حکمت ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ...﴾ (القصص: ٦٨)

"وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چنتا اور پسند کرتا ہے"۔

سو وہ اپنی کمالِ حکمت و قدرت اور کامل علم و احاطے سے اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے یعنی اوقات، مکان اور اشخاص وغیرہ میں سے۔ پھر وہ ان کو اپنے بڑے فضل وعنایت اور احسان کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ یہ اس کی ربوبیت کی سب سے بڑی آیات میں سے اور اس کی وحدانیت کے شواہد میں سے ہے اور رب تعالیٰ صفات کمال کے ساتھ متفرد ہے اور اول تا آخر اس کا امر چلتا ہے۔ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور ان کے بارے میں جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾﴾ (الجاثية)

"پس اللہ ہی کے لئے ہر اچھی تعریف ہے۔ آسمانوں اور زمین کے رب کے لئے، جہانوں کے رب کے لئے۔ اور اسی کے لئے بڑائی ہے، آسمانوں اور زمین میں اور وہ نہایت غالب حکمت والا ہے"۔

ماہ رمضان ان اوقات میں سے ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بڑی فضیلت اور تکریم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس ماہ کو سارے مہینوں پر فضیلت دی ہے۔ اس کے آخری عشرے کو اس کے دیگر ایام پر فضیلت دی ہے۔ شب قدر کو اس کی زبردست فضیلت ومقام کی وجہ سے ایک ہزار مہینوں سے بہتر بنایا ہے۔ اور رب ذوالجلال نے اس کے معاملہ کو اور شان کو عظیم بنایا ہے اسی شب میں اس نے اپنی وحیٔ مبین اور کلامِ کریم قرآن حکیم کو متقین کے لئے ہدایت بنا کر نازل فرمایا ہے۔ اور اہل ایمان کے لئے اس کو فرقان اور نور ورحمت بنا

کر اتارا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَـٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿٣﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿٤﴾ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٦﴾ رَبِّ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿٧﴾ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ ءَابَآئِكُمُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٨﴾ ﴾ (الدخان)

"یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے، بے شک ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس سے حکم ہو کر، ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں۔ آپ کے رب کی مہربانی سے، وہ ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ وہی تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے آباؤ واجداد کا"۔

اور فرمایا: ﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَـٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ﴿٥﴾ ﴾ (القدر)

"یقیناً ہم نے اسے شبِ قدر کی رات میں نازل فرمایا۔ تو کیا سمجھا کہ شبِ قدر کی رات کیا ہے؟۔ شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)"۔

پس اللہ ہی کی حمد و ثنا ہو، کتنی بڑی اور عظیم رات ہے، اور کتنی زبردست بھلائی ہے اس میں کتنی وافر برکت ہے۔ ایک رات ایک ہزار ماہ سے بھی بہتر یعنی ایک معمر شخص کی عمر اسی برس سے بھی بڑھ کر، اور یہ ایک لمبی عمر ہے۔ اگر مسلمان اس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صرف کرے۔ لیکن قدر کی ایک رات اس لمبی عمر سے بھی بہتر ہے۔ اور یہ فضیلت و برکت

اس انسان کے لئے ہے جو اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "شب قدر ہزار ایسے مہینوں سے بہتر ہے جن میں شب قدر نہیں ہے۔ (یعنی ماہ رمضان کے علاوہ) اور یہی بات قتادہ، شافعی اور دیگر کئی اہل علم نے کہی ہے"۔
اس بابرکت رات میں فرشتے بکثرت اترتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں برکت بڑی کثرت سے نازل ہوتی ہے، اور فرشتے برکت کے ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ رات سلامتی والی ہوتی ہے جب تک فجر طلوع نہ ہو۔ یعنی اس میں صرف خیر ہی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک کوئی شر نہیں ہوتا۔

اسی رات میں ہر وہ مقدر کیا جاتا ہے، جو کہ اس سال میں رب ذوالجلال والاکرام کے حکم سے ہونا ہے۔ اس تقدیر سے سالانہ تقدیر مراد ہے۔ جب کہ عام تقدیر جو کہ لوح محفوظ میں ہے، وہ تو زمین و آسمان کی پیدائش سے بھی بچاس ہزار سال پہلے لکھ دی گئی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحیح حدیث میں ثابت ہے۔

اس لئے مسلمان کو ایسی عظیم الشان رات کو طلب کرنے کی مکمل کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ اس کا ثواب اور خیر وبرکت حاصل ہو۔ اور محروم وہ ہے جو ثواب سے محروم کیا جائے اور وہ شخص جس پر یہ رات بیت جائے۔ لیکن وہ پہلے کی طرح گناہ ہی کرتے جا رہا ہو۔ اور اپنی گمراہی میں آگے بڑھتا جائے اور معصیت میں منہمک ہو۔ اسے غفلت اور دین الٰہی سے روگردانی ہلاک وتباہ کر دے، اور سرکشی نے اس کا راستہ روک لیا ہو۔ اس کی کتنی بڑی حسرت و ندامت ہوگی۔

سو جو شخص اس رات میں نفع حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ پھر کب کوشش کرے گا؟ جو بندہ اس عظیم وقت میں رب ذوالجلال کی طرف نہیں لوٹتا وہ پھر کب لوٹے گا اور جو شخص اس رات میں نیکیوں سے کتراتا ہے وہ پھر کب عمل صالح کرے گا؟

اس رات کو طلب کرنے کی کوشش کرنا اور اس کے میں نیکی اور دعا کی کوشش کرنا، نیک وصالح لوگوں کی علامت ہے۔ بلکہ وہ اس رات میں رب تعالیٰ سے اصرار کرتے ہیں کہ ان

کے لئے عفو و عافیت کو واجب کر دے۔ کیوں کہ یہ وہ رات ہے جس میں وہ سب کچھ لکھا جاتا ہے جو انسان سے ہونا ہے یا انسان کو ملنا ہے۔ اس لئے وہ اس رات میں دعا اور اصرار کرتے ہیں اور سارے سال جد وجہد کرتے ہیں اور باری تعالیٰ سے مدد اور توفیق طلب کرتے ہیں۔

اور یہ بابرکت دعا عظیم المعنی اور بڑے نفع اور اثر والی ہے۔ یہ اس رات کے ساتھ عنایت کی مناسبت رکھتی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: میں نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے اگر معلوم ہو کہ کوئی رات قدر کی رات ہے تو میں اس رات میں کیا کہوں؟ فرمایا کہو:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي،

"یا اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، سو مجھے معاف کر"۔ (۱)

یہ رات جیسا کہ بیان ہوا وہ رات ہے جس میں محکم امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور بندوں کے ایک سال تک کے اعمال مقدر کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسری لیلۃ القدر آئے۔ لہٰذا جس شخص کو اس رات میں عافیت مل گئی اور رب تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا وہ کامیاب ہو گیا اور بڑا عظیم فائدہ حاصل کر لیا اور جس شخص کو دنیا و آخرت میں عافیت مل گئی اسے مکمل خیر مل گئی، اور عافیت کے برابر تو کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔

❁ جناب عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرض کیا کہ: مجھے کوئی ایسی چیز سکھلائیں جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے عباس اے اللہ کے رسول ﷺ کے چچا اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کریں"۔ (۲)

❁ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اللہ کے رسول کون سی دعا افضل ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں معافی اور عافیت کا سوال

م۱ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح ابن ماجه (٣١٠٥)، سنن الترمذي (٣٥١٣)،

م۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الأدب (٥٥٨)، سنن الترمذي (٣٥١٤).

کرنا۔ اور جب تمہیں دنیا و آخرت میں عافیت مل گئی تو تم کامیاب ہو جائو گے۔ (۱)

❁ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد (خطبے کے لئے) کھڑے ہوئے اور کہا: نبی کریم ﷺ پچھلے سال اس جگہ کھڑے تھے، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر کہا: سچ کو لازم کرو، کیوں کہ وہ نیکی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور (نیکی اور سچ) دونوں جنت میں لے جاتے ہیں۔ اور جھوٹ سے بچو، کیوں کہ وہ فجور اور برائی کی طرف لے جاتا ہے، اور یہ دونوں جہنم میں لے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، کیوں کہ یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی اچھی چیز نہیں مل سکتی۔ اور نہ قطع تعلقی کرو، اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو نہ حسد کرو، اور نہ بغض کرو، اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ۔ (۲)

❁ لہٰذا مسلمان کے لئے خیر اسی میں ہے کہ وہ اس مبارک دعا کو ہر وقت کثرت کے ساتھ پڑھے۔ خاص طور پر شب قدر میں جب ہر محکم امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور مسلمان کو جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ اور وہ معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى يَقْبَلُ ٱلتَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِۦ وَيَعْفُوا۟ عَنِ ٱلسَّيِّـَٔاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٢٥﴾ ﴾

"اور (اللہ) وہی ہے جو کہ توبہ قبول کرتا ہے، اور گناہوں کو معاف کرتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتا ہے"۔ (الشوریٰ)

❁ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے معاف کرنے والا ہے، اور ہمیشہ معاف کرے گا، اور وہ مغفرت کے ساتھ ازل سے ابد تک موصوف ہے، اور ہر ایک اس کی معافی کے لئے مجبور ہے، اور اس کی بخشش کا محتاج ہے، اور کوئی بھی شخص اس کی معافی اور مغفرت سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا ہے۔ جس طرح کوئی بھی اس کی رحمت و کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی معافی کو ہم پر عام کر دے اور ہمیں اپنی

---

۱ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الأدب (٤٩٥)، وسنن الترمذي (٣٥١٢).

۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الأدب (٥٥٧)، الأدب المفرد (٧٢٤).

رحمت میں داخل کر دے اور ہمیں اپنی فرمانبرداری کی توفیق دے اور صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے۔

سواری اور سفر کی دعائیں

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿١٤﴾ ﴾ (الزخرف)

"اور وہ جس نے جوڑے پیدا کئے سب کے سب، اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے پیدا کئے۔ جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو پھر اپنے رب کی مہربانی کو یاد کرو، جب اس پر برابر بیٹھ جاؤ اور کہو: پاک ہے وہ جس نے اس کو ہمارے لئے تابع کیا، اور ہم اس کو مسخر کرنے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

۞ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر نقل و انتقال کے جو وسائل مثلاً کشتیاں، چوپائے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں لوگوں کے لئے سفر کے جو جدید وسائل مسخر کر دیئے ہیں۔ بعض ان میں سے زمین پر چلتے ہیں اور بعض ہوا میں تیرتے ہیں، تو بعض سمندروں میں چلتے ہیں، اور لوگوں کا ان وسائل نقل : سفر پر قرار وسکون کے ساتھ بیٹھنا اور آرام اور اطمینان کے ساتھ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لطف، تسخیر اور اکرام و مہربانی ہے۔ لہٰذا جو ان وسائل کو استعمال کرتا ہے تو وہ فضل و کرم کرنے والی ذات کے ذکر کو کیسے بھول سکتا ہے۔

۞ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا سواری پر بیٹھتے وقت اور دوران سفر طریقہ کار بھی کامل ترین ہوتا تھا۔ کیوں نہ ہو؟ جب کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام لوگوں میں سے سب سے زیادہ کامل اطاعت گذار ذات تھے

اور سب سے اچھی عبادت کرنے والے اور سب سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزہ سیرت کے مالک تھے۔ ذیل میں ہم آپ ﷺ کے اس باب میں طریقہ ہدایت سے کچھ پیش کرتے ہیں۔

❁ علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہا میں علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا، جہاں ان کے لئے سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں۔ پھر جب انہوں نے رکاب میں اپنا پاؤں رکھا تو بِسْمِ اللهِ کہا اور جب اس کی پیٹھ پر بیٹھ گئے تو کہا:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ

پھر تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا اور پھر تین بار اللّٰهُ أَكْبَر کہا، پھر کہا:

سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.

"یا اللہ تو پاک ہے۔ بلاشبہ میں نے خود پر ظلم کیا ہے، سو تو مجھے بخش دے اور تیرے سوا کوئی بخشش کرنے والا نہیں ہے"۔

پھر ہنس پڑے۔ تو انہیں کہا گیا: آپ کس وجہ سے ہنستے ہیں؟ کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے ویسے ہی کیا جیسے میں نے کیا ہے اور پھر آپ ﷺ ہنس پڑے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ کیوں ہنس رہے تھے؟ فرمایا: "تیرا رب اپنے بندے سے تعجب کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ میرے رب میرے گناہ بخش دے۔ وہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی بھی گناہ بخشش کرنے والا نہیں ہے"۔ [1]

مسلمان کو اس حدیث میں تدبر کرنا چاہیئے اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل، وسعت مغفرت اور زبردست احسان و مہربانی پر دلالت ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ اپنے بندوں کی توبہ و استغفار سے بے نیاز ہے۔

❁ آپ ﷺ جب سفر کے لئے سواری پر بیٹھتے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے کہ وہ ان کے لئے نیکی اور تقویٰ کو واجب کر دے اور عمل صالح کو آسان بنائے جو اس کو راضی

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترمذي (۲۷٤۲)، أبو داود (۲٦۰۲)، الترمذي (۳٤٤٦).

کرے اور ان کے لئے سفر کو بھی آسان فرمائے اور ان کو اس سفر کے دوران اپنی جان اور مال اور اہل میں

برے عواقب و نتائج سے پناہ میں رکھے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ جب سفر کے لئے اپنے اونٹ پر بیٹھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے۔ پھر کہتے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ

"پاک ہے وہ جس نے اس کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ،

"یا اللہ ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ کا سوال کرتے ہیں، اور ایسے عمل کا جو تو پسند کرے۔ یا اللہ ہمارے لئے اس سفر کو آسان فرما، اور اس کی دوری کو ہمارے لئے لپیٹ دے۔ یا اللہ تو ہی ساتھی ہے سفر میں اور نائب ہے اہل میں۔ یا اللہ میں سفر کی مشقت سے اور برے حال سے اور مال و اہل میں بری طرح لوٹنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

اور جب آپ ﷺ واپس لوٹتے تو بھی یہی دعا پڑھتے اور مزید یہ الفاظ کہتے:

آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ.

"ہم (سلامتی کے ساتھ) لوٹنے والے ہیں اور توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں"۔ (۱)

---

۱ دیکھئے: صحیح مسلم (۱۳۴۲)

تشریح

* اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، "الْبِرَّ" سے مراد نیکیاں کرنا ہے اور تقویٰ معاصی اور گناہوں کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اور یہ اس وقت جب یہ دونوں ایک ساتھ ذکر ہوئے ہوں۔ جس طرح یہاں ہیں، اور جب ان میں سے ہر ایک علیحدہ ذکر ہو تو پھر ہر ایک دوسرے کا معنی دیتا ہے۔

* اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، یہاں صحبت سے معیتِ خاصہ مراد ہے جو کہ اعانت اور تائید کے معانی میں مستعمل ہے اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو پھر وہ کس سے ڈرے گا؟

* وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، خلیفہ اس کو کہا جاتا ہے جو کسی کا کسی معاملے میں نائب یا ذمہ دار ہو۔ یہاں معنی یہ ہے کہ یا اللہ میں اپنے اہل کی حفاظت کے لئے فقط تجھ پر اعتماد کرتا ہوں۔

* اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، یعنی سفر کی مشقت اور تھکاوٹ سے۔

* وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، یعنی غم اور درد کی وجہ سے برا حال اور انکساری۔ وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ... لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، سفر سے لوٹتے وقت یہ کلمات کہنا ثابت ہے، تو اپنے شہر یا گاؤں کو دیکھتے وقت اور قریب ہوتے وقت بھی ان کلمات کو ادا کرنا مسنون ہے۔

* انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ کو دیکھتے تو فرماتے: آئِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، اور مدینہ میں داخل ہونے تک یہی کلمات دھراتے رہتے۔[1]

* آئِبُونَ، یہ آب یعنی رجع سے ہے یعنی ہم سلامتی اور خیر کے ساتھ لوٹنے والے ہیں۔

* تَائِبُونَ، یعنی اپنے گناہوں اور کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے اور توبہ کرنے والے ہیں۔ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، یعنی رب تعالیٰ کی عظیم نعمتوں اور زبردست عطایا اور اس کی طرف سے تسہیل (یعنی سفر کو آسان کرنے) پر اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٣٠٨٥)، وصحيح مسلم (١٣٤٥).

❁ بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہنے سے قلب و زبان، رب تعالیٰ کی تعظیم میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کی کبریائی اور عظمت کا اعلان بھی ہوتا ہے اور اسی طرح تکبر اور خود پسندی اور غرور کا خاتمہ ہوتا ہے اور نیچے کی طرف اترتے وقت سبحان اللہ کہنے میں اللہ تعالیٰ کی نقائص و عیوب اور ہر اس چیز سے تنزیہ ہوتی ہے۔ جو کہ اس کے کمال و جلال کے منافی ہو۔

❁ آپ ﷺ سفر کا ارادہ کرنے والے کو حفظ اور حسن عاقبت اور کام آسان ہونے کی دعا دیتے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے تھے۔

الوداع کرتے وقت کیا کہا جائے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرتا تو اس کو فرماتے کہ: میرے قریب آجاؤ تاکہ میں آپ کو رخصت کروں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمیں رخصت کرتے تھے۔ پھر کہتے:

أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ، وَأَمَانَتَكَ، وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ.

”میں تیرے دین، امانت اور خاتمۂ عمل کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں“۔ [۱]

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ ان چیزوں کی تیرے لئے خاص حفاظت فرمائے۔

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: اللہ کے رسول ﷺ میں سفر کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو لازم کرو اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہنا“۔ پھر جب وہ شخص واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے کہا: ”یا اللہ اس کے لئے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما“۔ [۲]

❁ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا

---

[۱] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترمذي (۲۷۳۸)، سنن الترمذي (۳۴۴۳).

[۲] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترمذي (۲۷۳۹)، وابن ماجه (۲۷۷۱).

اے اللہ کے رسول میں سفر کرنا چاہتا ہوں، آپ مجھے زادراہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تمہیں تقویٰ کا توشہ دے (یعنی تقویٰ عطا فرمائے) اس نے کہا: مزید دیں۔ فرمایا: اللہ تیرے گناہ بخش دے۔ اس نے پھر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اور مزید دیں۔ فرمایا: اللہ تیرے لئے خیر کو آسان کرے تو جہاں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ تیرے لئے خیر کو میسر فرمائے۔ (۱)

❁ آپ ﷺ سفر کرنے والے کو وصیت فرماتے کہ وہ پیچھے چھوڑ کر جانے والوں کے لئے دعا کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں۔ موسیٰ بن وردان نے کہا: میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی سفر کے لئے رخصت ہونے کے لئے آیا، تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: بھتیجے کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھلاؤں جو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رخصت کرتے وقت کہنے کے لئے سکھلائی ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ کہا: کہو:

أَسْتَوْدِعُكُمُ اللهَ الَّذِي لَا تَضِيعُ وَدَائِعُه.

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتا ہوں جس کی امانتیں کبھی ضائع نہیں ہوتیں"۔

اور یہی روایت ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رخصت کیا تو فرمایا: (آگے پھر وہی حدیث بیان کی)۔ (۲)

مسند احمد میں روایت ہے کہ لقمان حکیم علیہ السلام کہا کرتے تھے کہ: "جب کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کی جاتی ہے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے"۔ (۳)

پس ہم اللہ ذوالجلال والاکرام سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے ہمارے دین کی حفاظت فرمائے اور ہر خیر کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترمذي (۲۷۳۹)، سنن الترمذي (۳۴۴۴).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح ابن ماجه (۲۲۷۸)، ابن ماجه (۲۸۲۵).

(۳) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (۱۷۰۸) مسند أحمد (۸۷/۲).

کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے ہوئے، کسی گاؤں یا شہر میں داخل ہوتے وقت کے اذکار

سواری پر بیٹھتے وقت کی اور سفر کی دعاؤں کی تفصیل گذری اور یہ دعائیں نہایت بابرکت ہیں۔ جن کے سوار اور مسافر پر بڑے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے ہر کام کی درستی، آفات و شرور سے حفاظت اور سلامت رہنے کے ضامن ہیں۔

❁ مسلمان کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ جب کہیں پڑاؤ ڈالے تو اس وقت بھی دعا پڑھے۔ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو کوئی کسی جگہ پڑاؤ کرتا ہے اور یہ دعا پڑھتا ہے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

"میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات سے ہر اس چیز سے پناہ چاہتا ہوں۔ جس کو اس نے پیدا فرمایا ہے۔ تو اس کو اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی"۔ [1]

یہ ایک عظیم دعا ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے التجاء کی گئی ہے اور اسی سے سہارا طلب کیا گیا ہے اور اس کے کلمات سے تعوذ کیا گیا ہے۔ برخلاف اس طریقے کے جس پر اہل جاہلیت تھے۔ مثلاً جنوں اور پتھروں وغیرہ سے پناہ مانگنا۔ یعنی ایسی چیز جو انہیں گناہ و سرکشی، کمزوری اور ذلت میں بڑھاتی تھی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ۝٦﴾ (الجن: ٦)

"اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ چاہتے تھے۔ پھر انہوں نے ان کو سرکشی میں بڑھا دیا"۔

سو اللہ تعالیٰ نے اس استعاذہ (یعنی جنوں وغیرہ سے پناہ طلب کرنے) کی بڑی عیب گیری کی ہے اور اس کے دنیا و آخرت میں بھیانک اور دردناک عواقب و نتائج بیان کئے ہیں۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۰۸).

اور رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے فقط اسی کی ذات سے پناہ مانگنے اور اسی کی طرف التجاء کرنے کو مشروع کیا ہے۔ کیوں کہ اسی کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اور بندوں کی پیشانیاں ہیں۔ وہ اپنے لئے بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا تو کسی دوسرے کے لئے کیا اختیار رکھے گا۔

تشریح

* أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ، یعنی پناہ مانگتا ہوں اور بچاؤ لیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلمات قرآن مجید ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے کلمات کونیہ قدریہ (یعنی وہ کلمات جن سے رب تعالیٰ امور واشیاء کو وجود میں لاتا ہے) مراد ہیں اور التَّامَّاتِ کا معنی ہے ایسے کلمات جن میں نہ نقص ہو اور نہ عیب۔ جس طرح انسان کے کلام میں ہوتا ہے۔
* اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ تعوذ کی مشروعیت پر دلالت ہے اور استعاذہ عبادت ہے۔ جو کہ غیر اللہ کے لئے بجالانا جائز نہیں ہے اور اللہ کا کلام مثلاً قرآن مجید مخلوق نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر مخلوق ہوتا تو اس سے تعوذ فرماتے۔ کیوں کہ غیر اللہ سے تعوذ جائز نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔
* مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، یعنی مخلوق میں سے جس میں شر ہے اس کے ہر شر سے۔ جاندار ہو یا غیر جاندار، انسان یا جن، کیڑا ہو یا جانور، ہوا ہو یا گرج غرض کوئی بھی عذاب و مصیبت ہو۔ لم يضره شي حتي... یعنی کوئی بھی چیز اس کو ضرر نہیں پہنچائے گی۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس دعا (کی اجابت) کے لئے شرط ہے کہ وہ محل قابل اجابت ہو۔ نیت صحیح ہو، اور اللہ تعالیٰ پر مضبوط بھروسہ ہو، اور ہر منزل میں جہاں پر وہ اترتا ہے اس دعا کو مداومت کے ساتھ ادا کرے۔
* امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ خبر (حدیث) صحیح ہے اور سچ ہے۔ ہم نے اس کی سچائی کو دلیل اور تجربے کے ساتھ پرکھ لیا ہے۔ کیوں کہ جب سے میں نے یہ حدیث سنی ہے، اس پر عمل کیا اور مجھے کسی چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ یہاں تک کہ مہدیہ نامی مقام پر ایک رات کو

مجھے بچھو نے کاٹ لیا۔ پھر میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس جگہ پر میں ان کلمات کو پڑھنا بھول گیا تھا۔ (۱)

جس گاؤں یا شہر میں داخل ہونا ہے، اس کو دیکھ کر دعا کرنا

صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی گاؤں یا شہر کو دیکھتے۔ جس میں داخل ہونا چاہتے تو دیکھتے ہی یہ دعا ضرور پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ، وَرَبَّ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ، وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ، فَإِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ، وَخَيْرَ أَهْلِهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا.

”یا اللہ ساتوں آسمانوں کے اور جس پر انہوں نے سایہ کیا ہے اس کے رب، ساتوں زمینوں کے اور جس کو انہوں نے اٹھایا ہے اس کے رب۔ شیاطین کے اور جس کو انہوں نے گمراہ کیا ہے اس کے رب، ہواؤں کے اور جس کو وہ اڑاتی ہیں اس کے رب، ہم تجھ سے اس گاؤں کی خیر اور اس کے رہنے والوں کی خیر مانگتے ہیں، اور اس چیز کی خیر جو اس میں ہے، اور ہم تجھ سے اس کے شر سے اور اس کے رہنے والوں کے شر سے اور جو بھی اس میں ہے اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں“۔ (۲)

الْقَرْيَة: ایسی جگہ کا نام ہے جہاں پر لوگ رہتے ہوں اور کبھی کبھی اس کا اطلاق شہروں پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾﴾ (یس)

”اور ان کے لئے شہر والوں کی مثال بیان کر جب ان کے پاس رسول آئے“۔

عــ۱ دیکھئے: تيسير العزيز الحميد للشيخ سليمان بن عبد الله (ص/٤١٢).

عــ۲ یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (٢٧٥٩)، عمل اليوم والليلة للنسائي (٥٤٧).

اس قریے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے انطاکیہ یا مکۃ المکرمۃ مراد ہے۔
بہر حال یہ دعا گاؤں یا شہر میں داخل ہوتے وقت پڑھی جائے۔

تشریح

* اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ، اس میں اللہ تعالیٰ سے اس کی ساتوں آسمانوں اور اس چیز کے لئے ربوبیت کے توسل سے سوال کیا گیا ہے جس پر انہوں نے سایہ کیا ہوا ہے مثلاً ستارے، سورج اور چاند وغیرہ۔
* وَمَا أَظْلَلْنَ، الإظلال سے ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے ساتوں آسمان بلند اور اوپر ہیں اور اس کے لئے گویا کہ چھتری ہیں۔
* وَرَبَّ الأَرَضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ، الاقلال سے ہے یعنی جو انسان، جانور اور درخت وغیرہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہیں۔
* وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضْلَلْنَ، اضلال کا معنی گمراہ کرنا اور اللہ کے راستے یعنی دین سے روکنا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ إِنَٰثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَٰنًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ وَلَءَامُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيْطَٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ ﴾ (النساء)

”یہ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو ہی پوجتے ہیں ۔ جسے اللہ نے لعنت کی اور اس نے بیڑا اٹھایا کہ میں تیرے بندوں میں سے مقرر شدہ حصہ لے کر رہوں گا۔ اور انہیں راہ سے بہکاتا رہوں گا اور باطل امیدیں دلاتا رہوں گا اور انہیں سکھاؤں گا کے جانوروں کے کان چیر دیں، اور ان سے کہوں گا کے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں، سنو! جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق

بنائے گا وہ صریح نقصان میں ڈوبے گا۔ وہ ان سے زبانی کرتا رہے گا، اور سبز باغ دکھاتا رہے گا (مگر یاد رکھو!) شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں"۔

جب انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا رب اور مالک ہے اور وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور اس کی قدرت ہر چیز پر محیط ہے، اور اس کی مشیت ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کو نہ کوئی زمین میں اور نہ آسمان میں عاجز کر سکتا ہے۔ تو ضرور اس اکیلے سے پناہ لے گا اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا۔

❁ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ، کہا جاتا ہے: وزنة الرياح یعنی اڑاتی ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿...فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾﴾ (الکہف)
"پھر وہ چورا چورا بن جاتا ہے کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔

❁ فَإِنَّا نَسْأَلُكَ، اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ اس گاؤں یا شہر کو اس کے لئے مبارک بنائے اور اسے اس کا خیر عطا فرمائے اور اس کے لئے اس میں سلامتی اور عافیت کے ساتھ سکونت کو میسر بنائے اور آسان بنائے۔

❁ خَيْرَ أَهْلِهَا، یعنی جو ان کے یہاں ایمان، استقامت اور نیکی اور اچھائی کے کاموں میں تعاون وغیرہ ہے۔

❁ وخَيْرَ مَا فِيهَا، یعنی لوگ، مساکن اور کھانا پینا وغیرہ سب کی اچھائی۔

❁ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، اس میں رب ذوالجلال والاکرام سے تمام شرور سے اور اذیت و ایذاء رساں اشیاء سے پناہ مانگی گئی ہے۔ وہ شر خود گاؤں یا شہر میں ہو یا اس میں رہنے والوں میں ہو یا جو چیز اس کے اندر ہے اس میں ہو۔

❁ سو اللہ تعالیٰ سے خیر کے سوال کو اور شر سے تعوذ پر مشتمل یہ جامع دعا ہے اور اس میں رب تعالیٰ سے اس کی ہر چیز کے لئے ربوبیت کے توسل سے سوال کیا گیا ہے۔

❁ اس کے علاوہ مسافر کو چاہیئے کہ وہ سفر کے دوران اپنے لئے اور والدین، اہل و اولاد اور تمام

مسلمانوں کے لئے کثرت کے ساتھ دعا کرے اور جامع المعانی دعاؤں کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے اصرار بھی کرے، اس لئے کہ مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے۔

❁ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”تین دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ والد کی دعا (یعنی اولاد کے بارے میں) اور روزے دار کی دعا اور مسافر کی دعا“۔[1]

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین قسم کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ان کی اجابت میں کوئی شک نہیں ہے۔ مظلوم اور مسافر کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے بارے میں دعا“۔[2]

اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو اپنی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت کی توفیق دے، بلاشک وہی سننے والا قبول فرمانے والا ہے۔

کھانے اور پینے سے قبل کے اذکار

ہر مسلمان کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھانے اور پینے سے قبل بسم اللہ پڑھے تاکہ جو چیز وہ کھا یا پی رہا ہے اس میں اس کے لئے برکت شامل کی جائے اور اس بابرکت طعام و مشروب کے ذریعے اس کے جسم اور اعضاء کی حفاظت ہو اور اسے تر و تازگی حاصل ہو۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا بچہ تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک تھا اور میرا ہاتھ تھال میں مختلف جگہ جا رہا تھا تو مجھے آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بیٹے! بسم اللہ کہو، اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ“۔ تو آپ ﷺ کے اسی فرمان پر آج تک میری زندگی کاربند ہے۔

ابتداء طعام میں بسم اللہ پڑھنے کے فوائد

بسم اللہ پڑھنے کے بے شمار فوائد ہیں جن میں چند آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں:

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: الصحيحة (١٧٩٧)، السنن الكبرى للبيهقي (٣/٣٤٥).

[2] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: الصحيحة (٥٩٦)، أبو داود (١٥٣٦)، الترمذي (١٩٠٥)

① بسم اللہ پڑھنا کھانے میں برکت کا باعث ہے۔ سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں وحشی بن حرب اپنے والد حرب بن وحشی سے وہ اپنے والد وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن پیٹ نہیں بھرتا؟"، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم الگ الگ ہو کر کھاتے ہو۔ صحابہ نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کھانا کھاتے وقت اکھٹے ہو کر کھایا کرو، اور بسم اللہ پڑھا کرو۔ تمہارے کھانے میں برکت ڈال دی جائے گی"۔

② بسم اللہ کہنے سے شیطان کھانے میں شراکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ: جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے پر جمع ہوتے تو اس وقت تک ہم کھانا شروع نہ کرتے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نہ کر لیتے۔ "ایک مرتبہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے تو کیا دیکھا کہ ایک لونڈی کھانے کے برتن کی طرف دھکیلی جارہی ہے جیسے زبردستی کوئی پیچھے سے اس کو کھانے میں شریک کرنے لارہا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر ایک اعرابی آیا وہ بھی اسی طرح کی حالت میں آگے بڑھایا جارہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی ہاتھ تھام لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک شیطان اس شخص کے ذریعے جو بسم اللہ نہیں پڑھتا اپنے لئے کھانے کا بندوبست کر لیتا ہے تو وہ پہلے اس لونڈی کے ذریعے اپنے لئے کھانے کا بندوبست کرنا چاہ رہا تھا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس اعرابی کے ذریعے اس نے کوشش کی تو اس کے ہاتھ کو بھی میں نے پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان کا ہاتھ اس لونڈی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے"۔

ایک حدیث مبارکہ میں یہ بات ثابت ہے کہ جب مسلمان گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جاتا ہے تو شیطان اپنے کارندوں کو کہتا ہے تمہیں کھانے کھانے اور رہنے کی جگہ میسر آگئی۔

اس عظیم حدیث سے اس بات کا اثبات ملتا ہے کہ جب انسان گھر میں داخل ہوتے

کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ کہتا ہے تو شیاطین کے لئے یہ ذکر اس گھر میں داخل ہونے اور کھانے میں شریک ہونے سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔

"بسم اللہ" کے ساتھ "الرحمٰن الرحیم" کا اضافہ کسی حدیث میں آپ ﷺ سے ثابت نہیں لہٰذا جو مسنون الفاظ ہیں وہ صرف اور صرف بسم اللہ ہی پڑھنا ہے۔

بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھے اور اگر ابتداء میں "بِسْمِ اللّٰهِ" کہنا بھول جائے تو "بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" کہے۔[1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ "بِسْمِ اللّٰهِ" کھانا شروع کرنے سے پہلے پڑھنا چاہیے، اور اگر مسلمان ابتداء میں "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھنا بھول جائے تو اس کے لئے یہی کافی ہوگا کہ اوپر ذکر کردہ الفاظ کھانے کے دوران ہی کہہ دے۔

۞ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ مسلمان کھانے کے درمیان میں اگر "بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" کہتا ہے تو شیطان اپنے پیٹ سے جو کچھ اس نے کھایا ہے قے کر دیتا ہے۔

یہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت ہے۔ امیہ بن مخشی سے کہ: رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص کھانا کھا رہا تھا، اور اس نے "بِسْمِ اللّٰهِ" نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ باقی رہ گیا۔ پھر جب اس نے وہ لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو "بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" کہا۔ اس پر آپ ﷺ ہنس پڑے اور پھر فرمایا: "شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھا رہا تھا اور جب اس نے "بِسْمِ اللّٰهِ" پڑھی تو اس نے اپنے پیٹ سے وہ سب قے کر دیا (جو کھایا تھا)"۔[2]

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ابن حجر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ جب کہ جو شخص بھول جائے تو وہ کھانے کے درمیان میں "بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ" کہہ سکتا ہے یہ

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۳۸۰)، سنن أبي داود (۳۷٦۷).

[2] دیکھئے: إرواء الغليل (۷/۲٦)، الترغيب والترهيب (۱۲۸۳) سنن أبي داود (۳۷٦۸).

حدیث سے ثابت ہے۔

کھانا کھانے کے بعد کیا کہے؟

مسلمان کو چاہئے کہ کھانے اور پینے سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش ہوتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلا شک اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کھانے اور پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرے"۔ (۱)

کھانے کے بعد حمد کے کئی کلمات آئے ہیں۔ اگر مسلمان ان کو حفظ کرلے اور کبھی ایک پر عمل کرے اور کبھی دوسرے پر تو کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے حق میں اور اس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے میں زیادہ اکمل و ابلغ ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو بھی "الحَمْدُ للهِ" کہنا نہ چھوڑے۔ کیوں کہ یہ ایک عظیم اور بابرکت اور اللہ تعالیٰ کو محبوب کلمہ ہے۔

پہلی دعا

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

الحَمْدُ للهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ.

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، جس نے مجھے یہ کھلایا اور عطا کیا۔ میرے کسی حیلہ اور قوت کے بغیر"۔ (۲)

دوسری دعا

ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا دستر خوان اٹھاتے تو اس طرح کہتے:

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم (۲۷۳٤).

(۲) یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (٦٠٨٦)، سنن أبي داود (٤٠٢٣).

الحَمْدُ للهِ كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلاَ مُوَدَّعٍ وَلاَ مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

"ہر تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ بہت زیادہ، پاک اور بابرکت حمد، نہ ہی (یہ کھانا) کافی سمجھا گیا، اور نہ ہی (یہ کھانا) ترک کیا گیا (یا آخری) ہے، اور اے ہمارے رب! نہ ہی (اس کھانے سے) بے رخی برتی گئی"۔ (۱)

تیسری دعا

عبدالرحمن بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہیں اس صحابی نے حدیث بیان کی جس نے آٹھ سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تھا کہ جب کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا جاتا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا اور کھانا شروع کرتے) تو "بِسْمِ اللهِ" کہتے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو کہتے:

اللَّهُمَّ أَطْعَمْتَ وَأَسْقَيْتَ وَأَغْنَيْتَ وَأَقْنَيْتَ وَهَدَيْتَ وَأَحْيَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَعْطَيْتَ

"یا اللہ تو نے ہی کھلایا اور پلایا اور بے پرواہ کیا اور اس پر راضی کیا ہدایت دی اور زندہ کیا، سو تیرے لئے ہی ہر تعریف ہے اس پر جو تو نے دیا ہے"۔ (۲)

روزہ افطار کرتے وقت کیا کہا جائے؟

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ العُرُوقُ، وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

"پیاس بجھ گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا"۔ (۳)

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (٥٤٥٨).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٧٦٨)، المسند (٤/٦٢).

(۳) یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٦٧٨)، سنن أبي داود (٢٣٥٧).

کھانا کھلانے والے کے لئے دعا

پہلی دعا

مقداد رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللَّهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي

"یا اللہ جس نے مجھے کھلایا اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا ہے اسے پلا"۔ (۱)

دوسری دعا

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے پاس آئے۔ پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا اور وطبہ (حیس نامی عربی کھانے کو کہتے ہیں جو کہ کھجور، پنیر اور گھی سے مل کر بنتا ہے) پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کھا رہے تھے اور گٹھلی کو اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان سے پھینک رہے تھے۔ عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر بتایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی دیا گیا جو کہ آپ نے پیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی اپنی دائیں جانب کے آدمی کو دیا۔ پھر میرے والد نے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے، کہا: (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لئے دعا کریں۔ آپ نے کہا:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَا رَزَقْتَهُمْ، وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ.

"یا اللہ ان کے رزق میں برکت عطا فرما اور ان کو بخش دے اور ان پر رحم فرما"۔ (۲)

تیسری دعا

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ روٹی اور تیل لائے آپ نے کھایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الأَبْرَارُ،

ع۱ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۰۵۵).

ع۲ دیکھئے: صحیح مسلم (۲۰۴۲).

وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ.

"تمہارے ہاں روزہ داروں نے روزہ افطار کیا، اور تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، اور فرشتوں نے تمہارے لئے دعا کی"۔[1]

اور کتنا بہتر ہو گا کہ مسلمان کھانے میں اس کے آداب اور اذکار کا لحاظ رکھے، تاکہ یہ اس کے کھانے میں زیادہ برکت کا باعث ہوں۔

سلام کے احکام و آداب

بلاشبہ سلام کرنا اسلام کے بہترین آداب اور اچھی خصال میں سے ہے۔ سلام مومنوں کا تحفہ ہے اور اہل توحید کا شعار ہے اور مسلمانوں کے درمیان اخوت، الفت اور محبت کا داعی ہے اور یہ مبارک اور اچھا تحفہ ہے۔ جیسا کہ رب ذوالجلال نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

﴿... فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً﴾ (النور:٦١)

"سو جب تم گھروں میں داخل ہو تو ایک دوسرے پر سلام کرو۔ زندہ سلامت رہنے کی دعا جو کہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ بابرکت پاکیزہ ہے"۔

یہ اہل جنت کے لئے بھی تحفہ اور سلام ہے اور اسی سے فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ اور یہ اس وقت جب جنت والوں کو جماعتوں کی شکل میں جنت کی طرف لایا جائے گا اور ان کے لئے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ پھر جنت کے داروغے ان کا اس طرح سلام کرتے ہوئے استقبال کریں گے:

﴿... سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾﴾ (الزمر: ٧٣)

"سلام ہو تم پر، تم پاکیزہ رہے ہو اس لئے اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ہمیشہ رہنے والے"۔

اور یہی اہل جنت کی ایک دوسرے کے لئے دعا ہو گی۔ فرمایا:

﴿... تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴿٢٣﴾﴾ (إبراهيم: ٢٣)

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (٣٢٦٣)، سنن أبي داود (٣٨٥٤).

"جہاں ان کا خیر مقدم سلام سے ہو گا"۔

اور یہ فرشتوں کی اور آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی ایک دوسرے کو دعا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس کی صورت پر پیدا فرمایا۔ ان کا طول ساٹھ ذراع تھا (یعنی تقریباً نوے فٹ) اور جب ان کو پیدا کر لیا تو کہا: "جاؤ فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کہو"۔ اور وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر جو وہ تمہیں سلام کا جواب دیتے ہیں اس کو دھیان کے ساتھ سننا وہی تیرا اور تیری اولاد کا سلام ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" فرشتوں نے کہا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" انہوں نے "رَحْمَةُ اللهِ" کا لفظ بڑھایا۔ فرمایا: جو بھی شخص جنت میں داخل ہو گا اس کی صورت آدم علیہ السلام جیسی ہو گی۔ اس کے بعد مسلسل اب تک قد گھٹتا رہا ہے۔[1]

سلام کی فضیلت

سلام کے فضائل کثیرہ میں سے چند ایک فضائل درج ذیل ہیں:

- عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ" اسلام کا کون سا عمل زیادہ اچھا ہے؟ فرمایا:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.

"یہ کہ تو کھانا کھلائے اور اس کو سلام کر جس کو تو جانتا ہے اور جس کو نہیں جانتا اس کو بھی سلام کر"۔[2]

- سلام کرنا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق میں سے ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ، وذكر منها: وَإِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ،

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ آپ نے ان میں سے ایک یہ بھی بتایا کہ "جب بھی تو اس سے ملے تو اس کو سلام کر"۔[3]

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٢٢٧)، وصحيح مسلم (٢٨٤١).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٢٨)، وصحيح مسلم (٣٩).

[3] اس حدیث کی تخریج گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے۔

✿ سلام مسلمانوں کی آپس کی محبت والفت کا بڑا سبب ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لاَ تَدْخُلُوا الجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا. . .[1]

”تم تب تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ایمان والے بھی تب تک نہیں ہوسکتے جب تک ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کو کروگے تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے لگوگے؟ آپس میں سلام کو عام کرو“۔

✿ یہاں جو محبت حاصل ہورہی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ آپس میں ملنے والے دونوں ایک دوسرے کو شرور سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں اور اس رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کہ ہر خیر کو لانے والی ہے۔

لٰہذا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”أَفْشُوا السَّلَامَ تَسْلَمُوا“، سلام کو عام کرو، تم سلامت رہوگے۔[2]

یعنی ہر اس چیز سے سلامتی میں رہوگے جو کہ افتراق اور انقطاع کی موجب ہے۔ پھر اس وقت کیا کہنا جب اس سلام کے ساتھ ساتھ مسکراہٹ اور خوش آمدید اور اچھے اخلاق بھی ہوں۔

✿ جس شخص کو سلام کہا گیا ہے اسے چاہیئے کہ وہ اس سے بہتر یا ویسا ہی جواب دے۔ اس لئے کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا۟ بِأَحْسَنَ مِنْهَآ أَوْ رُدُّوهَآ . . . ﴾ (النساء: ٨٦)

”اور جب تمہیں سلام کہا جائے تو اس سے بہتر سلام کہو یا اسی کو لوٹا دو“۔

✿ دو آدمیوں میں سے اچھا شخص وہ ہے جو سلام میں پہل کرتا ہے۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سے اچھا شخص وہ ہے جو ان کو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے“۔[3]

---

[1] دیکھئے: صحيح مسلم (٥٤).

[2] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (١٠٨٧)، المسند (٢٨٦/٤).

[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٢٧٠٣)، سنن أبي داود (٥١٩٧).

❁ اگر وہ شخص سلام نہیں کرتا جس نے پہل کرنی ہے۔ تو دوسرا شخص سلام کرے اور سنت کو ترک نہ کریں اور سنت یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور تھوڑے زیادہ کو، سوار پیدال کو، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سوار چلتے ہوئے کو سلام کرے، اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ اکثر کو سلام کریں۔ اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور قلیل کثیر کو سلام کریں"۔ (۱)

❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو سلام کہتے تھے اور خود سلام کرنے میں پہل کرتے تھے اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع سے ہے اور یہ طریقہ سلف صالحین کا رہا ہے۔

یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہا میں ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہا تھا تو وہ بچوں کے قریب سے گزرے، تو ان کو سلام کہا اور ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ وہ جناب انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے تو وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کہا۔ اور انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے آپ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا۔ (۲)

❁ سلام میں ابتداء کرنا سنت موکدہ ہے۔ اور جن پر سلام کیا گیا ہے وہ جماعت ہیں (یعنی دو یا زیادہ ہیں) اور ان میں سے ایک ہی جواب دے تب بھی کافی ہے۔ اور اگر سب کے سب جواب دیں تو افضل ہے۔ اور پہلے سلام کرتے وقت آواز کو بلند کرنا سنت ہے تاکہ جن کو سلام کیا گیا ہے وہ سب کے سب صحیح طور پر سن لیں۔ کیوں کہ حدیث ہے: "أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ" (آپس میں سلام کو عام کرو)۔ اور کچھ سوئے ہوئے اور کچھ جاگ رہے ہوں تو آواز دھیمی رکھے تاکہ جاگنے والے سنیں اور سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو۔ اور یہ اسلام کا بہت اچھا ادب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (گھر میں) آتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سوئے ہوئے

---

۱ دیکھئے: صحيح البخاري (٦٢٣٢، ٦٢٣٤)، وصحيح مسلم (٢١٦٠).

۲ دیکھئے: صحيح مسلم (٢١٦٨).

کو نہ جگاتے اور جاگنے والا سن لیتا۔[1]

❁ بات چیت شروع کرنے سے پہلے سلام کرنا مسنون ہے۔ کیوں کہ حدیث ہے:

مَنْ بَدَأَ بِالْكَلَامِ قَبْلَ السَّلَامِ فَلَا تُجِيْبُوْهُ،

''جو شخص سلام کرنے سے پہلے بات کرتا ہے اس کو جواب نہ دو''۔[2]

❁ سلام کو مسنون و ماثورہ الفاظ کو بڑھانے سے ثواب بھی بڑھے گا اور ہر لفظ کے عوض دس دس نیکیاں ملیں گیں۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' آپ نے اس کو جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا اور فرمایا دس (نیکیاں)۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ'' آپ نے اس کو جواب دیا اور وہ شخص بیٹھ گیا۔ آپ نے کہا بیں (نیکیاں)۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' آپ نے اس کو جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا اور آپ نے فرمایا: ''تیس (نیکیاں)''۔[3]

❁ مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس سے الفاظ کو بڑھائے، مثلاً ''وَمَغْفِرَتُه وَمَرضَاتِه''، کیوں کہ مسنون سلام ''وَبَرَكَاتُهُ'' تک ختم ہو چکا ہے اور اگر اس سے زیادہ الفاظ میں خیر اور نیکی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ضرور بتاتے۔

محمد بن عمرو بن عطا سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ تو یمن کا ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' پھر کچھ اور الفاظ بڑھائے اسی طرح کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کی ان دنوں بصارت ختم ہو چکی تھی، پوچھا: ''یہ کون ہے؟''، لوگوں نے کہا: ''یہ وہ یمنی شخص ہے جو کہ آپ کے پاس آتا رہتا ہے''، اور پھر انہوں نے اس کا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تعارف کروایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] دیکھئے: صحيح مسلم (٢٠٥٥).

[2] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: الصحيحة (٨١٦)، عمل اليوم والليلة (٢١٠).

[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٢٧١٠)، سنن أبي داود (٥١٩٥).

نے فرمایا: "سلام "وَبَرَكَاتُهُ" پر ختم ہو جاتا ہے"۔ (۱)

❁ سلام کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ فقط جان پہچان والوں کو سلام نہ کہا جائے۔ بلکہ مسلمان کو چاہیئے کہ جس کو پہنچانتا ہو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانتا ہو اس کو بھی سلام کرے۔ اس بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گذر چکی ہے۔

❁ فقط جان پہچان والوں کو سلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ سلام فقط جان پہچان والوں کو کیا جائے گا"۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آدمی کسی بھی دوسرے آدمی کو فقط جان پہچان کی وجہ سے سلام کرے گا۔

❁ سلام کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: لَا تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ، "یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو"۔ (۳)

❁ اگر وہ سلام کرتے ہیں تو فقط "وَعَلَيْكُمْ" کہنے پر اکتفا کی جائے کیوں کہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل کتاب جب تمہیں سلام کرتے ہیں تو وہ "السَّامُ عَلَيْكُمْ" (یعنی تم پر موت ہو) کہتے ہیں، لہٰذا تم "وَعَلَيْكُمْ" کہو"۔ (۴)

❁ اہل بدعت و ضلالت کو سلام کرنے کے مسئلے میں تفصیل ہے جو کہ ادلہ کا مطالعہ کرنے سے اور سلف صالحین کے طریقہ کی معرفت حاصل کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر صاحب بدعت اپنی بدعت کی وجہ سے کافر ہے، اور اہل تحقیق نے اس پر اسلام سے خارج

---

(۱) دیکھیے: مؤطا مالك (٢٧٥٨).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھیے: الصحيحة (٦٤٨)، المسند (٣٨٧/١).

(۳) دیکھیے: صحيح مسلم (٢١٦٧).

(۴) دیکھیے: صحيح البخاري (٦٢٥٧)، وصحيح مسلم (٢١٦٤).

ہونے کا حکم لگایا ہے۔ تو اس پر سلام نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ اس پر سلام کرنے کا اور دیگر کفار پر سلام کرنے کا حکم ایک ہی ہے۔

اگر وہ اپنی بدعت کی وجہ سے کفر کی حد کو نہیں پہنچا ہے تو اس کو سلام کرنا اور جواب دینا جائز ہے۔ جب تک وہ مسلمان ہے۔ کیوں کہ اسلام اس کے لئے سلام کے استحقاق کو واجب کرتا ہے۔ اور یہی حکم فاسق و گناہ گار مسلمانوں کا ہے۔

بعض حالات میں ان کو سلام نہ کرنا بھی مشروع ہے۔ جب سلام ترک کرنے میں واضح مصلحت حاصل ہو، اور کوئی واضح فساد و برائی دفع ہونے کا امکان ہو مثلاً ان کو تادیب کی خاطر سلام نہ کرنا یا دوسروں کو کسی برائی سے روکنا اور ڈرانا مقصود ہو۔ یا خود کو ان سے متاثر ہونے سے بچانا یا کوئی دوسرا شرعی مقصد پیش نظر ہو جبکہ بلا کسی شرعی عذر کے بے رخی کرنا اور قطع تعلقی کرنا ایک ایسا کام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پسند نہیں کرتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کو حق اور ہدایت پر جمع کر دے اور ان کے قلوب کو نیکی اور تقویٰ کی بنیاد پر ملا دے اور ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت دے۔

چھینک آنے اور جمائی لینے کے وقت کے اذکار

یہاں پر ہم چھینک آنے کے وقت کے اذکار اور جمائی آتے وقت کے اذکار کے متعلق بات کریں گے۔

❁ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، "بلاشبہ رب ذوالجلال چھینک کو پسند کرتا ہے"۔ [1]

❁ جب (کسی مسلمان کو) چھینک آئے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو ہر مسلمان پر جو اس کو سنتا ہے واجب ہے کہ اس کو "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہے۔ جبکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے۔ لہٰذا جتنا ہو سکے اس کو روکے، اور جمائی لیتے ہوئے "ہاہا" کہتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔ [2]

❁ چھینک کے وقت "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہنے کی حکمت کے بارے میں امام ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ع [1] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٢٢٦).

ع [2] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٢٢٣).

''چھینکنے سے انسان کو بڑی نعمت اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ چھینکنے سے دماغ سے وہ جمع شدہ بخارات خارج ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ اس کے اندر باقی رہتے تو خطرناک امراض پیدا کر دیتے۔ اس وجہ سے یہ مشروع قرار دیا گیا ہے کہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے کہ اتنی بڑی نعمت بھی حاصل ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے جھٹکے کے باوجود تمام اعضاء اپنی ہیئت پر باقی اور سلامت رہے۔ جس جھٹکے نے اس کے بدن کو ہلا کر رکھ دیا تھا''۔ (۱)

پس اللہ ہی کے لئے ہر اچھی تعریف ہے۔ جیسے اس کے لائق ہے۔

❁ ابھی حدیث گذری کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور یہ اس لئے کہ اس میں انسان کے لئے نفع اور خیر ہے۔ اور جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور دعا مشروع ہوئی ہے۔

❁ جمائی کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ کیوں کہ وہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے بھی کہ یہ غالباً بدن کے بھاری پن اور پھول جانے اور ڈھیلا پن اور سستی کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ جتنا ہو سکے اس کو روکے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ لہٰذا تم میں جب کسی کو جمائی آئے تو جتنا ہو سکے اس کو روکے۔ کیوں کہ جب کوئی ''ہاہا'' کہتا ہے تو شیطان اس پر ہنستا ہے''۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: فإذا تَثَاءَبَ أحدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ، (۲) یعنی ''تم میں سے جب کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکنے کی کوشش کرے''۔

''فَلْيَكْظِمْ ما اسْتَطَاعَ''، یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جمائی آنے کو روکنے کی کوشش کی جائے اور یہ نہ ہو سکے تو جمائی آتے وقت منہ کو بند کیا جائے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو منہ پر ہاتھ رکھے یا اپنے کپڑے کا کوئی حصہ۔

❁ یہ کسی مسلمان شایان شان نہیں کہ وہ بغیر اپنے ہاتھ کو یا کپڑے کے کسی حصہ کو منہ پر

ع۱ دیکھئے: زاد المعاد (۲/۴۳۸، ۴۳۹).

ع۲ دیکھئے: صحيح البخاري (۳۲۸۹)، وصحيح مسلم (۲۹۹٤).

رکھے منہ کھول کر جمائی لے کیوں کہ اس طرح کرنا ہیئت و منظر میں قبیح اور برا ہونے کے ساتھ ساتھ شیطان کے داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ سے منہ کو بند کرے۔ کیوں کہ شیطان (اس وقت) داخل ہوتا ہے۔"[1]

❁ جمائی آتے وقت "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" کہنا ثابت نہیں ہے، لیکن اگر اسے جمائی کے وقت یاد آتا ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب تک اس کو مقرر سنت نہ بنالے۔

چھینک کے آداب واحکام

چھینک کے متعلق احادیث میں عظیم آداب و احکام وارد ہوئے ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ ان کا لحاظ رکھے اور حفاظت کرے اور یہ احکام وآداب اس شریعت کی خوبصورتی، کمال اور انسان کے تمام مسائل واحوال کے احاطہ کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور اس کا مسلمان بھائی یا کہا ساتھی "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ"، "اللہ تجھ پر رحم فرمائے" کہے اور جب وہ "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہے تو چھینکنے والا "يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ"، اللہ تمہیں ہدایت دے، اور تیرا حال درست فرمائے۔[2]

میرے بھائی اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ اس جمال و کمال کو تو دیکھئے جس کی شریعت نے چھینک کے وقت تعلیم دی ہے۔ حمد و ثناء اور رحمت کی دعا اور دیگر دعائیں، چھینکنے والا اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔ سننے والا اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہے۔ پھر چھینکنے والا دعا کے عوض میں دعا ہی کرتا ہے۔ اور اس کے لئے ہدایت اور اصلاح حال کی دعا کرتا ہے۔ دیکھو کتنی

---

[1] دیکھئے: صحيح مسلم (٢٩٩٥).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٢٢٤).

مضبوط قرابت ہے اور کتنا خوبصورت اور بہترین باہم رابطہ اور اتصال ہے۔ بلکہ چھینکنے والے کے لئے "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہنے کو اسلام نے مسلمانوں کے ایک دوسرے کے حقوق میں شمار کیا ہے۔

❁ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتْبَعْهُ.

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ جب تو اس سے ملے تو اس کو سلام کہے اور جب وہ تمہیں دعوت دے تو تو قبول کر، اور جب تجھ سے نصیحت و خیر خواہی چاہے تو اس کو نصیحت کر اور اس کے ساتھ خیر خواہی کر، اور جب اسے چھینک آئے اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہے تو تو اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہہ، اور جب بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کر اور جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو"۔ [1]

"اَلتَّشْمِيْتُ" دعا خیر کو کہتے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ "اَلشَّوَامِتُ" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی "اَلْقَوَائِمُ" یعنی پاؤں ہے۔ گویا کہ یہ دعا اطاعت الٰہی پر قائم اور ثابت رہنے کے لئے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے "بَعَّدَكَ اللهُ عَنِ الشَّمَاتَةِ" (اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی حالت سے دور کرے کہ دشمن تجھ پر ہنسیں)۔

❁ اس تشمیت کا مستحق وہ شخص ہے جو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہا اور دوسرے کو نہیں کہا۔ جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یَرْحَمُكَ اللهُ" نہیں کہا اس نے کہا: فلاں شخص کو چھینک آئی تو آپ نے اس کو جواب دیا مجھے جواب نہیں دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا اور تو نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" نہیں کہا ہے۔ [2]

---

[1] اس حدیث کی تخریج گذشتہ صفحات پر گزر چکی ہے۔

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٦٢٢٥)، وصحيح مسلم (٢٩٩١).

✿ ابو بردہ سے روایت ہے کہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیٹی کے گھر میں تھے۔ مجھے وہاں چھینک آئی لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ اور ان (فضل بن عباس رضی اللہ عنہما) کی بیٹی کو چھینک آئی تو اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہا۔ میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور ان کو آکر بتایا۔ پھر جب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ میری والدہ کے پاس آئے تو ان کو کہا: میرے بیٹے کو آپ کے پاس چھینک آئی لیکن آپ نے اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" نہیں کہا، لیکن فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیٹی کو چھینک آئی تو آپ نے "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہا۔

جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" نہیں کہا۔ اس لئے میں نے اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" نہیں کہا۔ اور اس کو چھینک آئی تو اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہا لہٰذا میں نے اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے پھر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہو اور اگر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" نہیں کہتا تو پھر اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" نہ کہو۔[1]

✿ تَشْمِیْتُ یعنی "یَرْحَمُكَ اللهُ" تین بار کہنا چاہیے، اور اس کے بعد اگر چھینک آئے تو وہ زکام ہے اور پھر اس کے لئے شفاء اور عافیت کی دعا کی جائے۔

✿ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک شخص کو چھینک آئی، تو آپ نے اس کو "یَرْحَمُكَ اللهُ" کہا، پھر دوسری بار اس کو چھینک آئی تو آپ نے فرمایا: یہ شخص زکام زدہ ہے۔[2] اور ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں ہے کہ اس شخص کو دوسری اور تیسری بار چھینک آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو زکام ہے۔[3]

✿ سنن ابو داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع و موقوف روایت ہے کہ: شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ.

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٩٩٢).

[2] دیکھئے: صحیح مسلم (٢٩٩٣).

[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح سنن الترمذي (٢٧٤٣). سنن الترمذي (٢٦٦٧)

"اپنے بھائی کو تین بار تک چھینک پر "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہو اس کے بعد چھینک آئے تو یہ زکام ہو گا"۔ [1]

❁ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اس حدیث میں "اَلرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ" یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کے لئے عافیت کی دعا کی جائے۔ کیوں کہ زکام ایک بیماری ہے، اور اس میں تیسری چھینک کے بعد "تَشْمِيْت" نہ کرنے کا عذر موجود ہے۔ اور اس میں یہ بھی تنبیہ ہے کہ اس علت اور بیماری کا تدارک کیا جائے اور اس کو ڈھیل نہ دی جائے کہ کہیں معاملہ مشکل بن جائے۔ لہٰذا آپ ﷺ کا کلام حکمت، رحمت اور علم وھدایت سے بھرپور ہے"۔ [2]

❁ چھینک کی آواز کو کم کرنا بھی سنت ہے کہ کہیں لوگ پریشان نہ ہوں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چھینکتے تو اپنا ہاتھ یا اپنا کپڑا اپنے منہ مبارک پر رکھتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز کو کم کرتے۔ [3]

❁ چھینکنے والے اور اس کو دعا دینے والے دونوں کو چاہیئے کہ اس مسئلہ میں سختی کا التزام کریں اور سنت یہ ہے کہ چھینکنے والا فقط "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰي كُلِّ حَالٍ" بھی کہہ سکتا ہے کیوں کہ یہ اضافہ سنن ابی داوٗد میں ثابت ہے اور اس کو جواب دینے والا "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہے۔ اس کے بعد چھینکنے والا "يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کے ساتھ "يَرْحَمُنَا اللهُ وَإِيَّاكُمْ وَيَغْفِرُ لَنَا وَلَكُمْ" (اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور آپ پر بھی اور ہماری بخشش فرمائے اور آپ کی بھی) کہہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں نافع کے واسطے سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: وہ جب چھینکتے اور انہیں "يَرْحَمُكَ اللهُ" کہا جاتا تو "يَرْحَمُنَا اللهُ وَإِيَّاكُمْ وَيَغْفِرُ لَنَا وَلَكُمْ" کہتے۔ [4]

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: السلسلة الصحيحة (١٣٣٠)، سنن أبي داود (٥٠٣٤).

[2] دیکھئے: زاد المعاد (٢/٤٤١).

[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٧٥٥)، سنن أبي داود (٥٠٢٩).

[4] دیکھئے: موطا مالك (٢٧٧٠).

❁ سلف صالحین نے مسنون ذکر سے زائد کہنے کا انکار بھی کیا ہے۔ ترمذی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی تو اس نے کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ" اس پر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں بھی یہ کہہ سکتا ہوں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھلایا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں سکھلایا ہے کہ ہم "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" کہیں۔[1]

اس روایت میں سلف صالحین کی سنت کو لازم کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور نقش قدم پر چلنے کی حرص معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ شامل کرے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نکاح، شادی کی مبارکباد دینے، بیوی کے پاس جانے اور اولاد کے متعلق اذکار وادعیہ کا بیان

نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر ایک عظیم احسان ہے۔ اس سے وہ منافع و مصالح اور فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں ہے۔ اور نکاح انبیاء کرام اور رسولوں کی سنت ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَٰجًا وَذُرِّيَّةً ... ﴾ (الرعد: ۳۸)

"اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی رسول بھیجے ہیں۔ اور ان کی بیویاں اور اولاد بنائی ہے"۔

اور اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی آیات میں فضل وحمد کے طور پر ذکر کیا ہے۔ مثلاً فرمایا: ﴿ وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَٰجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ ... ﴾ (النحل ۷۲)

"اور اللہ نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں میں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا"۔

اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحیح الترمذي (۲۲۰۰)، سنن الترمذي (۲۷۳۸).

وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ (الروم)

”اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔ بلاشبہ اس کے اندر ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں“۔

❁ قرآن مجید کی ایسی کئی آیات ہیں جن کے اندر نکاح کا حکم ہے اور اس کی ترغیب ہے اور اس کے فوائد کا بیان ہے۔ یا اس سے متعلق حقوق کا بیان ہے۔ مثلاً حسنِ معاشرت و محبت اور تکلیف دینے سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ اور ایسے ضوابط و حقوق بیان کئے ہیں جو زوجین کے لئے پاکیزہ زندگی اور اچھی معاشرت واجب اور ثابت کرتے ہیں۔

احادیث میں نکاح، شادی کی مبارکباد، بیوی سے ملنے اور جماع سے متعلق کئی اذکار نافعہ مروی ہیں۔ جن کی حفاظت اور ان پر عمل کرنے سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن سے زوجین کو ان کی زندگی میں خیر، نفع اور برکت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

خطبۂ نکاح

عقد نکاح کے وقت ذکر کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبۂ حاجت سکھلایا اور وہ اس طرح ہے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

”ہر اچھی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اسی سے اپنے نفسوں کے شرور سے پناہ چاہتے ہیں، اور اپنے برے اعمال کے شر سے بھی۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی بھی

گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جس کو بھی وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے۔ جس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝١﴾

"اے انسانوں اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا فرمایا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا فرمایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر نگہبان ہے"۔(النساء)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝١٠٢﴾

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے حقیقت میں ڈرنا چاہیئے اور اس حال ہی میں مرو کہ تم مسلمان ہو"۔(آل عمران)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوْلًا سَدِيدًا ۝٧٠ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝٧١﴾ (الأحزاب)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے عظیم کامیابی حاصل کی"۔ [1]

✿ یہ عظیم خطبہ اور بابرکت ذکر ہے۔ عقد نکاح کے وقت اس کا ادا کرنا مستحب ہے اور یہ ذکر عظیم معانی اور دلالات جلیلہ پر مشتمل ہے۔ خطبۂ نکاح کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اس اکیلے سے استعانت اور مدد طلب کرنے، اس کی مغفرت طلب کرنے، اس سے نفسوں کے

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: خطبة الحاجة للألباني، سنن أبي داود (۲۱۱۸).

شر دراور برے اعمال کے شرور سے پناہ لینے کا بیان ہے۔ اور رب ذوالجلال کی قضاء و قدر پر ایمان، اس کے لئے وحدانیت اور اس کے نبی ﷺ کے لئے رسالت کی گواہی دینے کی بات ہے۔ تو اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، اس کے فضل و نعمت کو یاد کرنے، اس کی اطاعت کو لازم کرنے کی وصیت بھی ہے۔ اس طرح یہ خطبہ جوامع الکلام میں سے ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "یہ خطبہ نظام اسلام و ایمان کا عقد و معاہدہ ہے"۔ [1] یعنی باوجود اختصار کے اس نے اسلام و ایمان کے مسائل یعنی اعتقاد صحیح اور عمل صالح و مستقیم کو جمع کر دیا ہے۔

❁ یہ بات لائق تنبیہ ہے کہ عقد نکاح میں سورۃ الفاتحہ کی قرأت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

شادی کی مبارکباد دینا

دولہا اور دولہن کو مبارکباد دینے کی کئی احادیث مروی ہیں یعنی ان کے لئے برکت کی دعا مانگی جائے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیر پر / یا خیر کے ساتھ جمع رکھے۔

❁ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف پر زردی کا نشان دیکھا تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: اللہ کے رسول میں نے ایک گٹھلی کے برابر سونے (یعنی: مہر) پر ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

"اللہ تعالیٰ آپ کے لئے برکت عطا فرمائے، ولیمہ کرو ایک بکری کا ہی سہی"۔ [2]

❁ عن أبي هريرة رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَّأَ الإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ. وَبَارَكَ عَلَيْكَ. وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کبھی کسی انسان کو شادی کرنے پر مبارکباد دیتے تو اس طرح فرماتے:

---

[1] دیکھئے: مجموع الفتاوی (۲۲۳/۱۴).

[2] دیکھئے: صحیح البخاري (۵۱۵۵)، وصحیح مسلم (۱۴۲۷).

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ.

"اللہ تعالیٰ تمہارے لئے برکت کرے اور تمہارے اوپر برکت نازل فرمائے اور تمہیں خیر کے ساتھ جمع رکھے"۔[1]

❁ "إِذَا رَفَّأَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ"، یعنی جب آپ اس کو شادی کی مناسبت سے دعا اور مبارک باد دیتے، اور دور جاہلیت میں لوگ شادی کرنے والے کو "بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ" کہتے تھے۔ (یعنی تمہارے درمیان اتفاق رہے اور بیٹے ہوں)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا اور ان کا قول "بِالْبَنِينَ" ان کے اس عادت سے موافق تھا کہ وہ بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے اور ان کے پیدا ہونے میں کوئی رغبت وشوق نہیں رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس دعا سے منع فرمایا، اور اس مبارک دعا کی تعلیم دی جو کہ زوجین کے لئے برکت پر مشتمل دعا ہے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیر کے ساتھ جمع رکھے۔

شب زفاف کے اذکار

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا کی سند سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً أَوِ اشْتَرَى خَادِماً فَلْيَقُلْ:]

["جب بھی تم میں سے کوئی کسی عورت کے ساتھ شادی کرے یا کوئی باندی وغلام خرید کرے تو اس طرح کہے:]

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ.

"یا اللہ میں تجھ سے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس چیز کی خیر جس پر تو نے اس کو پیدا کیا

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (٤٧٢٩)، سنن أبي داود (٢١٣٠)، الترمذي (١٠٩١).

ہے اور میں اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس پر تو نے اس کو پیدا کیا ہے“۔

اور جب اونٹ خریدے تو بھی اس کی کوہان کے اوپری حصہ کو پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔ [1]

تشریح

* اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، یعنی اس عورت کی خیر مثلاً حسن معاشرت، بستر کی حفاظت، مال میں امانت، شوہر کے حقوق کی حفاظت وغیرہ۔
* خَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، یعنی وہ اچھے اخلاق، پسندیدہ طبیعت اور پاکیزہ عادات جن پر تو نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ زوجین کے مسائل و معاملات کی اصلاح اور اتفاق و محبت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اس پر اعتماد کرنے اور اس اکیلے سے مدد، توفیق اور اچھائی کا سوال لئے بغیر نہیں ہو سکتی۔

جماع کے وقت کی دعا

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرتا ہے اس وقت اس طرح کہے تو اگر اس دوران ان کے لئے اولاد کا فیصلہ ہو گیا تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچائے گا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

”یا اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو تو ہمیں اولاد عطا فرمائے اس کو بھی شیطان سے بچا“۔ [2]

اس میں حکمت یہ ہے کہ شیطان اموال اور اولاد میں مشارکت کی کوشش کرتا ہے۔

جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿...وَشَارِكْهُمْ فِي ٱلْأَمْوَٰلِ وَٱلْأَوْلَـٰدِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾﴾ (الإسراء)

”ان کے ساتھ اموال اور اولاد میں شریک ہو جا اور ان کے ساتھ وعدہ کر اور شیطان

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحیح ابن ماجه (۱۵۵۷)، سنن أبي داود (۲۱۶۰).

[2] دیکھئے: صحیح البخاري (۵۱۶۵)، وصحیح مسلم (۱۴۳۴).

ان کے ساتھ دھوکے کا ہی وعدہ کرتا ہے“۔

سو جب مسلمان یہ دعا پڑھتا ہے تو اس شراکت سے بچ جائے گا اور شیطان کے شر سے پناہ میں رہے گا اور اس طرح اولاد کو شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دینے کے متعلق بھی احادیث مروی ہیں۔

بچوں کے لئے دعا کرنا

❁ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پر دعا پڑھتے تھے اور فرماتے تھے تمہارے بابا ابراہیم خلیل اللہ اسی دعا کے ذریعے اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لئے پناہ مانگتے تھے۔ وہ دعا اس طرح ہے:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

”میں (تم کو) اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ ہر شیطان، زہریلے حشرات اور نظر بد سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں“۔[1]

❁ آپ ﷺ بچوں کے لئے برکت کی دعا فرماتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں اور اس کو آپ ﷺ کی گود میں رکھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور منگوائی اور اس کو چبایا اور پھر اس کو اس کے منہ میں لعاب ڈالا۔ سو سب سے پہلی چیز آپ ﷺ کا لعاب ہی تھا۔ جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیٹ میں داخل ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کو نرم کر کے اس کے منہ میں ڈالی اور پھر اس کے لئے برکت کی دعا کی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پہلا بچہ تھا جو اسلام کے آنے کے بعد پیدا ہوا تھا۔[2] یعنی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں۔

---

[1] دیکھئے: صحيح البخاري (٣٣٧١).

[2] دیکھئے: صحيح البخاري (٣٩٠٩)، وصحيح مسلم (٢١٤٦).

غصہ آئے تو کیا کہنا چاہیئے؟

غصہ ان برے اخلاق اور خراب خصلتوں میں سے ہے جن سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ اور غصہ دم قلب کے جوش مارنے اور اس کی تیز دھڑکن کا نام ہے، جو کہ ایذاء و تکلیف پہنچنے کے خوف سے یا جس طرف سے ایذاء و تکلیف پہنچی ہو اس سے انتقام لینے کے لئے پیدا ہوتا ہے اور غصے کی وجہ سے کتنے ہی حرام افعال مثلاً قتل، مار پیٹ، ظلم کی بے شمار انواع، سرکشی اور کئی قسم کے حرام اقوال مثلاً تہمت لگانا، گالی دینا، فحش زبان کا استعمال، بے ہودگی وغیرہ سرزد ہوتی ہے۔

❁ اسی طرح ایسی قسمیں جن کا التزام کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور بیوی کو طلاق دینا وغیرہ ایسے کام ہیں جن کی عاقبت ندامت ہی ہوتی ہے۔ یہ سب واضح دلیل ہے کہ غصہ شر کا مجموعہ اور اس کے ابواب کی کنجی ہے۔

❁ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا: غصہ نہ کرو۔ اس نے کئی بار دہرا کر وصیت کے لئے عرض کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا غصہ نہ کرو“۔ (۱)

اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اسے مختصر اور خصال خیر کو جمع کرنے والی وصیت کریں تاکہ وہ اسے حفظ کرے اور اس پر عمل کرے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہی وصیت کی کہ غصہ نہ کرے۔ اس صحابی نے بار بار سوال کو دہرایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہی جواب دیا کہ غصہ نہ کر، اس میں دلالت ہے کہ غضب مجموعۂ شر اور اس کی کنجی ہے اور اس سے بچنا مجموعۂ خیر ہے۔

❁ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول مجھے وصیت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَغْضَبْ“، غصہ نہ کر۔ اس شخص نے کہا: پھر میں نے سوچا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی تو مجھے معلوم ہوا کہ غصہ ہی سارے شر کا

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاري (٦١١٦).

مجموعہ ہے۔[1]

✿ سلف صالحین سے غصے سے بچنے اوراس کے خراب نتائج و عواقب کے بارے میں کئی روایات منقول ہیں۔ جعفر بن محمد نے فرمایا: ''الغَضَبُ مِفتَاحُ كُلِّ شَرٍّ''، غصہ ہر شر کی کنجی ہے۔

✿ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کہا گیا کہ آپ ہمیں حسن اخلاق کو ایک ہی کلمہ میں جمع کر کے دکھائیں۔ انہوں نے کہا: ''تَرْكُ الغَضَبِ''، یعنی غصہ نہ کرنا۔

✿ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''وہ شخص کامیاب ہو گیا جو ہوائے نفس، غصہ اور طمع ولالچ سے بچ گیا''۔

✿ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ غصے کی ابتداء جنون سے ہوتی ہے اور انتہاء ندامت پر ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے غصہ عقل کا دشمن ہے۔ اسی طرح قول ہے: ''كُلَّ العَطبِ فِي الغَضَبِ''، ہر ہلاکت غصے کے اندر ہے۔

✿ جب غصہ اس قدر خطرناک ہے تو ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ غصہ سے بچے اور اس سے دور رہنے کے لئے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے۔ تاکہ اس کے خطرناک نتائج و عواقب سے محفوظ رہے۔

✿ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''لَا تَغضَبْ''، غصہ نہ کر۔ غصے اور اس کے نتائج سے سلامت رہنے کے لئے دو عظیم امور کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے:

اول: (ایسے) اسباب پر عمل کرنے کا امر (جن کے کرنے سے غصہ دور ہو جائے) اور نفس کی حسن اخلاق، حلم وبردباری، صبر اور لوگوں کی قولی و فعلی اذیت کی برداشت پر مشق کرنا۔ لہٰذا بندے کو جب اس چیز کی توفیق حاصل ہوتی ہے تو جب بھی اس پر غصہ نازل ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنے اخلاق اور حلم و صبر کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے۔

اور (اصول فقہ میں) یہ اصول مقرر ہے کہ کسی چیز کا امر اس چیز کو کرنے کا امر ہے۔ تو اس چیز کا بھی امر ہے جس کے سوا وہ چیز مکمل نہیں ہوتی اور کسی چیز سے نہی اور منع اس کی

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الترغيب (٢٧٤٦)، المسند (٥/٣٧٣).

ضد کا امر ہے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کا غضب سے روکنا، صبر و حلم اور حسن اخلاق کے امر کو متضمن ہے۔

دوم: آپ ﷺ کے غصہ نہ کرنے کے امر میں غصے کو نافذ نہ کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے کا بھی حکم ہے۔ کیوں کہ غالباً ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان غصے کو روک نہیں سکتا۔ لیکن وہ اس کی تنفیذ اور اس پر عمل کرنے سے بچ سکتا ہے۔

لہٰذا انسان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ خود کو ایسے اقوال و افعال سے روکے جن کی طرف غصہ لے کر جاتا ہے۔ سو جب انسان خود کو غصے کے نقصان وہ آثار و نتائج سے روک لے تو گویا اس نے حقیقت میں غصہ کیا ہی نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿...وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾﴾ (الشوری: ۳۷)

"اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو بخش دیتے ہیں"۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص کو غصہ آتا ہے اس کو ایسے اسباب پر عمل کرنے کا حکم کرتے جو کہ غصے کو دفع کرتے ہیں اور اس کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں، اور آپ ﷺ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کا حکم فرماتے جو کہ غصے کو دلوں کے اندر بھڑکاتا ہے اور فتنوں کو بڑھاتا ہے اور شر و فساد کی طرف بلاتا ہے۔

❁ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ہاں دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا اور ہم بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص غصے سے اپنے ساتھی کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص وہ کلمہ کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا"۔ یعنی "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"، لوگوں نے اس شخص کو کہا: کیا تو نے رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں سنی؟، اس شخص نے کہا: "میں جنونی اور پاگل نہیں ہوں"۔ (۱)

---

(۱) [illegible] ۶۱۱۵ [illegible]

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غصہ شیطان کے بھڑکانے سے پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ جس کو غصہ آئے اسے "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" کہنا چاہیئے۔ اس کی دلیل اس آیت کریمہ میں بھی ہے:

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (۲۰۰)
(الأعراف)

"آپ کو اگر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجیے، بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے"۔

پھر یہ بھی ہے کہ شیطان سے اللہ ہمیں پناہ میں رکھے۔ شیطان غصے کی حالت میں انسان پر قابو پالیتا ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ اور سب وشتم اور اذیت پہنچانے اور جرم کرنے کے لئے بھڑکاتا ہے۔ اس لئے انسان جب اللہ کی پناہ لیتا ہے تو اس کے شر سے بچ جاتا ہے۔

❁ نبی کریم ﷺ نے غصہ کرنے والے کو ہر اس چیز سے دور رہنے کا حکم کیا ہے جو اس کو جوش میں ڈالے اور انتقام کے قریب لے جائے۔ چاہے وہ غصے کو بڑھانے والی چیز قول ہو یا فعل۔

قول کے بارے میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب بھی تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیئے کہ وہ چپ رہے"۔ آپ نے یہ بات تین بار کہی۔[1]

یہ اس لئے کہ دوران غصہ اگر بات کرے گا تو اس کی بات پر زیادتی اور برائی غالب ہوگی۔ لہٰذا اس کے لئے اچھائی اس بات میں ہے کہ وہ غصے کے دوران بات کرنے سے رک جائے۔ یہاں تک کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو۔ پھر جب غصہ ختم ہو جائے گا تو اس کی بات میں توازن اور اچھائی ہوگی۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے:

---

[1] دیکھئے: مسند احمد (۱/ ۲۳۹)

وَأَسْأَلُكَ كَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا

"یا اللہ میں غصے اور رضا (دونوں حالات) میں حق بات کہنے کا تجھ سے سوال کرتا ہوں"۔[1]

فعل کے بارے میں ابو ذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ.

"جب بھی تم میں سے کوئی غصہ ہو اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے پھر اگر اس کا غصہ چلا جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے"۔[2]

یہ اس لئے کہ غصہ کرنے والا دوران غصہ اگر کھڑا رہے گا تو شاید اس شخص کے قریب ہو گا جس پر غصہ کر رہا ہے۔ اور اس سے انتقام لینے کی حالت میں ہو گا اور ہو سکتا ہے۔ اس کو مارے پیٹے یا تھپڑ مارے یا اس پر زیادتی کرے اور جب بیٹھ جائے گا تو اس سے دور ہو جائے گا اور جب لیٹے گا تو اور زیادہ دور ہو گا۔

اس میں دلالت ہے کہ غصہ کرنے والے کو خود پر قولاً و فعلاً کنٹرول کرنا چاہیئے اور ٹھنڈا ہوتے وقت کوئی قول و فعل نہ کرے تاکہ اس کی بات حق اور اس کا فعل عدل پر مبنی ہو۔ نہ اس میں گمراہی اور پھسلاہٹ ہو اور نہ ظلم و زیادتی۔ اللہ تعالیٰ اکیلے سے ہی سوال کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو سیدھی بات اور صالح عمل کی توفیق دے اور ہم سب کو سیدھی راہ کی ہدایت دے۔

متفرق دعائیں

اب ہم متفرق مسائل کے بارے میں کچھ مسنون دعاؤں کو لے کر ان کے معانی کی طرف اشارہ کریں گے۔ یہ معانی رسول اللہ علیہ السلام کے کامل طریقے اور ان دعاؤں کی شان عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

---

[1] یہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا قطعہ ہے جو کہ پچھلے صفحات پر گذر چکی ہے۔

[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٦٩٤)، سنن أبي داود (٤٧٨٢)، والمسند (١٥٢/٥).

نیا کپڑا پہننے کی دعا

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْباً سَمَّاهُ بِاسْمِهِ، عِمَامَةً أَوْ قَمِيصاً أَوْ رِدَاءً، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ، وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ".

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے یعنی عمامہ یا قمیض یا چادر پھر کہتے:

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ، وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ.

"یا اللہ تیرے لئے ہی ہر اچھی تعریف ہے اور تو نے ہی یہ مجھے پہنایا ہے۔ میں تجھ سے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی خیر جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے، اور اس کے شر سے اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔ (۱)

تشریح

- اسْتَجَدَّ ثَوْباً، یعنی جب نیا کپڑا پہنتے۔
- أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ، وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ، لباس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کی ستر پوشی کرتا ہے اور اس کی شرم گاہ ڈھانپتا ہے اور اس کی ہیئت وصورت کو خوبصورت بناتا ہے اور اس کے مظہر و منظر کو حسین بناتا ہے۔
- وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ، لباس کا سب سے بڑا شر یہ ہے کہ اس کو تکبر اور لوگوں بڑائی میں جتانے کے لئے پہنا جائے۔ اور جس کا باطن درست نہیں ہے تو اس کی ظاہری زینت اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی:

﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِي سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ... ﴾

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٤٦٦٤)، سنن أبي داود (٤٠٣٠)، الترمذي (١٧٦٧).

"اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا ہے جو کہ تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت بھی ہے۔ اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں"۔ (الأعراف: ۲۶)

نیا کپڑا پہننے والے کو یہ دعا دی جائے

مسلمان کے لئے یہ مستحب ہے کہ جب وہ اپنے مسلمان ساتھی کو نیا کپڑا پہنے ہوئے دیکھے تو اسے یہ دعا دے۔ ابو نضرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی نیا کپڑا پہنتا تو اسے یہ دعا دی جاتی:

تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللهُ تَعَالَى

"تو اس کو پہن کر پرانا بنادے اور اللہ تعالیٰ تمہیں (اس کے عوض میں) اور دے"۔ [۱]

اسی طرح کا بیان ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث میں آیا ہے اور اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ [۲]

تشریح

❁ تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللهُ، میں درازیٔ عمر کی دعا ہے۔ تاکہ کپڑا پرانا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بہت زیادہ عطا فرمائے۔

احسان کرنے والے کو کیا کہنا چاہیے؟

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ: **جَزَاكَ اللهُ خَيْراً** فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ.]

[جس کے ساتھ احسان کیا جائے اور وہ احسان کرنے والے کو] "جَزَاكَ اللهُ خَيْراً" یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے، [کہتا ہے تو وہ پوری پوری ثناء کر دیتا ہے]۔ [۳]

---

[۱] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح أبي داود (٣٣٩٣)، سنن أبي داود (٤٠٢٠).

[۲] دیکھئے: صحيح البخاري (٥٨٢٤).

[۳] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحيح الجامع (٦٣٦٨)، سنن الترمذي (٢٠٣٦).

نیا پھل دیکھ کر کیا کہا جائے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کو لیتے تو اس طرح دعا فرماتے:

اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا، اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ.

[قَالَ: ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيدٍ لَهُ، فَيُعْطِيهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ.]

"یا اللہ ہمارے پھل میں برکت عطا فرما اور ہمارے شہر میں بھی برکت عطا فرما اور ہمارے صاع میں بھی برکت عطا فرما اور ہمارے مد میں بھی برکت عطا فرمادے۔ یا اللہ ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، خلیل اور نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ اور انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے تجھ سے دعا کی تھی اور میں مدینے کے لئے تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ ویسی ہی دعا جیسی انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے کی تھی۔ اور (مزید) ویسی اس کے ساتھ"۔

[پھر آپ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو وہ پھل دیتے]۔ [1]

کسی چیز کے بارے میں نظر بد کا خطرہ ہو تو کیا کہنا چاہئے؟

اگر انسان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس کے بارے میں نظر لگنے کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا مانگے اور استعاذہ کرے۔ یعنی شیطان سے پناہ مانگے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ . . . ﴿٣٩﴾ ﴾ (الكهف)

"تو نے اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے، کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے"۔

---

[1] دیکھئے: صحیح مسلم (۱۳۷۳).

❁ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی اپنی جان و مال میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند آئے تو اس کے لئے برکت کی دعا کرے۔ کیوں کہ نظر کا لگنا حقیقت ہے، یعنی "بَارَكَ اللّٰهُ فِيهِ" یا "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ"، وغیرہ کہے۔ (۱)

❁ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن اور انسان کی نظر سے تعوذ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ معوذتان سورتیں نازل ہوئیں۔ پھر جب یہ سورتیں نازل ہوئیں تو آپ نے ان کو پڑھنا اور دم کرنا شروع کر دیا اور اس کے سوا دوسرے اذکار تعوذ وغیرہ کو ترک کر دیا۔

اس حدیث میں ان دونوں سورتوں کی عظمت، شان، زبردست منفعت اور ان کی سخت ضرورت پر دلالت ہے اور یہ کہ کوئی ایک بھی ان دونوں سورتوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جادو، نظر اور دیگر تمام شرور کو دفع کرنے کے لئے ان میں بڑی تاثیر ہے۔ یہ دونوں سورتیں ان تمام شرور سے مختصر اور جامع الفاظ کے ساتھ استعاذہ پر مشتمل ہیں۔ یہ الفاظ مراد و مفہوم پر بہت زیادہ دلالت کرتے ہیں۔ اور تمام شرور کو شامل ہیں۔ کوئی بھی ایسا شر باقی نہیں رہا جس سے ان دونوں سورتوں میں پناہ نہ مانگی گئی ہو۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر کیا کہنا چاہیے؟

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[مَنْ رَأَى مُبْتَلًى فَقَالَ:]

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا،

[لَمْ يُصِبْهُ ذَلِكَ الْبَلَاءُ.]

---

(۱) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۵۵۶)، المسند (۳/۴۴۷).

["جو شخص کسی مصیبت زدہ انسان کو دیکھ کر یہ دعا پڑھتا ہے تو اس پر وہ مصیبت اور بلا نہیں آئے گی:]

"ہر اچھی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے مجھے اس مصیبت سے عافیت دی ہے۔ جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے"۔ (۱)

یہ ایک عظیم اور نافع دعا ہے۔ ہر مسلمان کو مصیبت و ابتلا کے شکار انسان پر ہنسنے سے اجتناب کرنا چاہیئے کیوں کہ وہ اس سے بچ نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اس بلاء میں ڈال دے۔ جس میں ان لوگوں کو مبتلاء کیا ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "میں ایک چیز کو دیکھتا ہوں اور اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ پھر اس کے بارے میں مجھے اس بات کا خوف ہی بات کرنے سے روکتا ہے کہ کہیں میں بھی اس چیز کا شکار نہ ہو جاؤں"۔

جب کوئی آپ سے اللہ کے لئے محبت کرنے کا اقرار کرے تو اسے یہ دعا دی جائے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوسرا شخص اس کے پاس سے گذرا تو اس نے کہا: " اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے اسے بتایا ہے؟"، کہا: "نہیں"۔ فرمایا: "اس کو بتادو"۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: "پھر وہ شخص ان کو جا ملا اور بتایا کہ میں تم سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں"۔ اس نے جواب دیا:

أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ

"اللہ تعالیٰ (بھی) آپ سے محبت کرے، جس کے لئے آپ نے مجھ سے محبت کی ہے"۔ (۲)

---

(۱) یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے صحيح الجامع (٦٢٤٨)، سنن الترمذي (٣٤٣٢).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: الصحيحة (٧٧٩/٢/١)، سنن أبي داود (٥١٢٥).

مرغے، کتے اور گدھے کی آواز سن کر کیا کہنا چاہیے؟

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا".

"جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو (یعنی "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" کہو) کیوں کہ وہ فرشتوں کو دیکھ کر اس طرح کرتا ہے اور جب گدھے کی رینک سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو (یعنی "أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم" کہو) کیوں کہ وہ شیطان کو دیکھ کر رینکتا ہے"۔ (۱)

❁ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الكِلَابِ وَنَهِيقَ الحُمُرِ بِاللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ، فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ.

جب تم رات کے وقت کتوں کا بھونکنا اور گدھوں کا رینکنا سنو تو "أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم" کہو۔ کیوں کہ وہ ایسی چیز دیکھتے ہیں جو کہ تم نہیں دیکھتے (یعنی شیاطین)۔ (۲)

بازار میں داخل ہوتے وقت کی دعا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت یوں کہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس لاکھ درجات بلند فرمائے گا:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، بِيَدِهِ الخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاري (۳۳۰۳)، وصحیح مسلم (۲۷۲۹).

(۲) یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۶۲۰)، سنن أبي داود (۵۱۰۳).

''اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کی بادشاہی ہے اور ہر اچھی تعریف اس کے لئے ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ جس کو کبھی موت نہیں آسکتی۔ اسی کے پاس ہر خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔ [1]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہر نیکی کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو سیدھی راہ کی توفیق عطا فرمائے۔

کفارۂ مجلس کی دعائیں

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی مجالس کو شور و باطل میں ضائع ہونے سے بچائے اور ان باتوں میں ضائع ہونے سے بھی بچائے جو انسان کے لئے آخرت میں نقصان دہ ہو۔ اور اسے چاہیئے کہ وہ مجالس کو دین و دنیا کے مفید اور نافع مسائل و معاملات سے بھرپور انداز سے گذارنے کی کوشش کرے۔ اور اسے یہ جان لینا چاہیئے کہ اس کے الفاظ شمار کئے جارہے ہیں۔ اور اس کے صحیفوں میں لکھے جارہے ہیں۔ اور اعمال نامے میں رقم کئے جارہے ہیں۔ اور جب عنقریب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اس کا ان الفاظ پر محاسبہ کیا جائے گا۔ رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ ﴾ (ق)

'' (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے''۔

لہٰذا مسلمان کے لئے خیر اسی میں ہے کہ وہ اپنی مجالس کی حفاظت کرے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد کرنے کی کوشش کرے۔ اور ایسے اعمال سے آباد کرے کہ وہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے۔ اور جو بھی شخص اپنی مجالس کو اللہ کے ذکر کے سوا کسی اور چیز میں ضائع کرتا ہے وہ ضرور نہایت شدید نادم ہوگا۔

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللهَ فِيهِ، إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً.

---

[1] یہ حدیث (حسن) ہے، دیکھئے صحیح الجامع (٦٢٣١)، سنن الترمذي (٣٤٢٨).

"جو لوگ بھی کسی ایسی مجلس سے اٹھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے تو گویا کہ وہ مردہ گدھے پر سے اٹھتے ہیں اور ان کو (قیامت کے دن) حسرت ہوگی"۔[1]

اس لئے کہ جو لوگ مردہ گدھے پر سے اٹھتے ہیں انہیں اپنی مجلس میں بدبودار ہوا اور ناپسندیدہ منظر کے علاوہ اور کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ اور وہ لوگ ندامت اور حسرت کے ساتھ ہی اٹھتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ ایسی مجلس سے اٹھتے ہیں جس کے اندر اللہ کا ذکر نہ کیا جائے ان کو گناہوں میں مشغول رہنے اور باطل کلام میں لگے رہنے کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ دیگر کئی کام ہوتے جو کہ قیامت میں نقصان دیں گے اور حسرت وندامت کا باعث بنیں گے۔

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے یہ بھی سکھلایا ہے کہ مجلس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور استغفار کے ساتھ ختم کیا جائے تاکہ یہ اس چیز کا کفارہ بن جائے جو دوران مجلس (لغو) سرزد ہوتی ہے۔

پہلی دعا

❁ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور اس میں اس کا شور شرابا بڑھ جاتا ہے۔ تو اٹھنے سے قبل یہ دعا پڑھ لے تو اس کے اس مجلس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

"پاک ہے تو یا اللہ اپنی حمد کے ساتھ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی بھی حقیقی معبود نہیں ہے، میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف ہی لوٹتا ہوں"۔[2]

❁ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجلس کے آخر میں جب اٹھنا چاہتے تو مذکورہ دعا پڑھتے۔[3]

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (٥٧٥٠)، سنن أبي داود (٤٨٥٥).
[2] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب (١٥١٦)، سنن أبي داود (٤٨٥٨).
[3] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب (١٥١٧)، سنن أبي داود (٤٨٥٩).

✿ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات کہتے۔ اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس بارے میں پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا(یہ دعا پڑھنے سے)اگر انسان نے مجلس میں اچھی بات کہی ہو گی تو اس پر قیامت تک کے لئے مہر لگا دی جائے گی اور اگر غلط بات کی ہو گی تو اس کا کفارہ بن جائے گی۔[1] یعنی مذکورہ بالا دعا۔

ایک طرف اس دعا کی یہ اہمیت اور عظیم فضیلت ہے۔ تو دوسری طرف بہت سے لوگ اپنی مجالس کو شور شرابے اور بے ہودہ اور بے فائدہ باتوں میں ضائع کرتے ہیں اور اس عظیم خیر (یعنی دعا کے پڑھنے سے بخشش اور مجلس کے اعمال خیر کی قبولیت) سے خود کو محروم کرتے ہیں۔

کئی ایک اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ یہ دعا اس فرمان الٰہی کی عملی تفسیر ہے یعنی:

﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ ﴾ (الطور)

"اٹھتے وقت اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرے"۔

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ: اہل علم کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ فرمان الٰہی: ﴿ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ جب بھی تم اپنی مجلس سے اٹھو تو یہ دعا پڑھو:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ.

ان اہل علم میں مجاہد، ابو الاحوص اور یحیی بن جعدہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ جو شخص اس وقت یہ دعا پڑھے گا تو اس کے اس مجلس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

امام عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر تو نے نیکی کی ہو گی تو نیکیاں زیادہ لکھی جائیں گی اور اگر گناہ کیا ہو گا تو اس کا کفارہ ہو جائے گا۔[2]

---

[1] یہ حدیث (صحیح) ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب (١٥١٨)، سنن النسائي (٧١/٣)

[2] دیکھئے: بهجة المجالس (٥٣/١).

دوسری دعا

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھنے سے پہلے ضرور اپنے لئے اور صحابہ کے لئے ان کلمات سے دعا کرتے۔ یعنی:

اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا.

"یا اللہ ہمیں اپنے خوف سے اتنا حصہ دے جو کہ ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور تیری فرماں برداری اور اطاعت سے اتنا نصیب دے جس سے تو ہمیں اپنی جنت تک پہنچائے۔ اور اتنا یقین دے جس سے تو ہمارے لئے دنیا کی مصیبتوں کو آسان فرمائے۔ اور ہمارے کانوں، آنکھوں اور قوت سے جب تک ہم زندہ ہیں فائدہ پہنچا۔ اور اس چیز کو ہمارے لئے باقی رکھ اور جس نے ہم پر ظلم کیا ہے اس کے علاوہ اور کسی سے انتقام و بدلہ لینے سے بچا۔ اور جو ہم پر زیادتی کرتا ہے اس پر ہماری مدد فرما۔ اور ہمارے دین میں ہمیں مصیبت و آزمائش میں مبتلا نہ کر اور دنیا کو ہمارے لئے بڑی پریشانی اور ہمارے علم کی انتہاء نہ بنا۔ اور اس کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے"۔[1]

یہ دعا دنیا و آخرت میں خیر و سعادت کے ابواب کو جمع کرنے والی ہے۔

---

[1] = حدیث (حسن) ہے، دیکھئے: صحیح الجامع (۱۲٦۸)، سنن الترمذي (۳۵۰۲).

تشریح

* اللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، یعنی تیرے خوف سے جو کہ تیری تعظیم اور مغفرت کے ساتھ مقرون ہو۔ اتنا حصہ دے جو کہ گناہوں میں پڑنے سے رکاوٹ بن جائے اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کے لئے گناہ و معاصی میں پڑنے سے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَٰٓؤُا...﴾ (فاطر ۲۸) ''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے فقط علماء ہی ڈرتے ہیں''۔

لہٰذا جب بندے رب ذوالجلال کی مزید معرفت ہو تو اس کا خوف الٰہی اور اطاعت بڑھے گی اور معاصی سے دوری ہوگی۔

* وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، یعنی میرے لئے تیری اطاعت کو آسان بنا۔ جو کہ میرے لئے تیری رضا کے حصول اور تیری جنت تک پہنچنے کا سبب بنے۔ جو کہ تو نے اپنے متقین بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

* وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، یعنی میرے یقین سے اتنا حظ و نصیب دے جو کہ میرے لئے مصائب کی آسانی کا سبب بنے۔ وہ مصائب و نوازل جو کہ انسان پر اس دنیا میں کبھی کبھی آتے رہتے ہیں۔

یقین جتنا ہی قوی ہوگا اتنا زیادہ مصیبت میں صبر کرنے کا داعی ہوگا۔ اس لئے کہ صاحب یقین کو علم ہوگا جو بھی اسے مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ سو وہ راضی ہو جائے گا اور تسلیم کرے گا۔ اور یقین نام ہے اس بات کے کامل علم کا کہ امر ہمیشہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ اکیلا مخلوق کے امور کی تدبیر کرتا ہے۔ جیسے چاہتا ہے اور ان کے بارے میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔

* وَمَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا...، اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ہے کہ بندے کے کان، آنکھیں اور تمام قوتیں قائم اور باقی رکھے تاکہ وہ تمام زندگی ان سے فائدہ اٹھاتا رہے۔

* وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، یعنی حواس خمسہ اور تمام قوتوں سے تمتع اور استفادہ مستقل باقی رکھ یعنی میرے مرنے تک ان کو صحیح و سلامت رکھ۔
* وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا، یعنی ہمیں ان لوگوں سے انتقام و بدلہ لینے کی توفیق دے جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ اور زیادتی سے بھی بچا کہ اس سے بدلہ نہ لیں۔ جو ظالم نہیں ہے۔
* وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، یعنی ہمارے دشمنوں کے بر خلاف ہمارے لئے مدد کو واجب کر دے۔
* وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، یعنی ہم پر ایسی مصیبت نہ نازل کر جو کہ ہمارے دین (یعنی ایمان و عمل صالح) میں نقص و کمی کرے۔ اور اس کو ختم کر دے۔ مثلاً خراب اعتقاد یا اطاعت میں کوتاہی اور حرام فعل کا ارتکاب۔ یہ اس لئے کہ دین میں مصیبت سب سے عظیم مصیبت ہے کہ جس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ بر خلاف اس مصیبت کے جو دنیا کے معاملات و مسائل میں آتی ہے۔
* وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، یعنی ہمارا سب سے بڑا مقصد اور پریشانی دنیا کو نہ بنا۔ کیوں کہ جس کا سب سے بڑا مقصد دنیا ہوتی ہے وہ آخرت سے دور ہو جاتا ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ معاشی مسائل وغیرہ کے متعلق تھوڑی پریشانی قابل رخصت ہے۔

* وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، یعنی ہمیں اس طرح کے انسان بھی نہ بنا کہ فقط دنیا کے مسائل ہی جانیں اور ان ہی کے بارے میں سوچیں۔
* وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا، یعنی کفار، فجار اور ظالم لوگ۔

اور اس عظیم دعا پر کلام مکمل ہوا اور یہ دعا نبی کریم ﷺ کے جوامع الکلم میں سے ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہوا۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد ﷺ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

زیرِ نظر کتاب روزمرہ کی مسنون دعاؤں کے اعتبار سے ان دعوتی نشریات کا مجموعہ ہے جو ریڈیو چینل "اذاعة القرآن الکریم" سعودی عرب پر پیش کیے گئے تھے۔ بعدازاں ان پروگرامز کو کتابی شکل میں " فقه الادعية و الاذكار" کے نام سے مرتب کیا گیا جس نے عالمِ عرب میں شہرت اور پسندیدگی کی بلندیوں کو چھوا۔

یہ مترجم کتاب، اسی عربی کتاب " فقه الادعية و الاذكار" کا تیسرا جزو ہے۔ اس کتاب کے مؤلف الشیخ عبدالرزاق البدر ﷾ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں معروف استاذ اور محدثِ یثرب علامہ عبدالمحسن البدر ﷾ کے فرزندار جمند ہیں۔

المرکزالاسلامی نے اس کتاب کے اردو ترجمہ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور کارکنان کی شب و روز محنت کے نتیجے میں یہ کتاب انتہائی قلیل عرصے میں پیشہ وارانہ طباعتی حسن سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کی تیاری میں شامل تمام احباب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور قارئین کو اس کتاب میں دی گئی مسنون دعاؤں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

المركز الإسلامي للبحوث العلمية
Islamic Centre For Academic Research
B-132, Block 1, Gulistan-e-Jauhar, Karachi
Http://www.icarpak.com info@icarpak.com
Zia ur Rehman 92-321-4167895

ہماری مطبوعات

زیر طباعت کُتب

١ . حصن المسلم (سندھی)

٢ . مختصر هداية المستفيد (سندھی)

٣ . نضرة النعيم جلد اول (اردو)

٤ . تعليق المنصور (عربی)

٥ . مقدمة بديع التفاسير (عربی)

٦ . تفسير سورة الفاتحة (عربی)

ISLAMIC CENTRE FOR ACADEMIC RESEARCH
B 132, Block-1, Gulistan-e-Jauhar, Karachi.
http://www.icarpak.com icar.edu@gmail.com